ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ
تصنیف لطیف جناب مولنا محمد قطب الدین مرحوم مغفور دہلوی
توفیر الحقوق
نظام الاسلام
تنبیہ الضالین
۱۳۲۵ھ
بفرمائش شیخ الٰہی بخش محمد جلال الدین صاحبان تاجران کتب لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین ورحمۃ للعالمین وعلیٰ آلہٖ الطاہرین واصحابہ المکرمین وعلیٰ ائمۃ المسلمین وسائر المومنین اما بعد التماس کرتا ہے مسکین **محمد قطب الدین** سب بھائیوں مسلمانوں سے کہ یہ کتاب ہے مشتمل ایک مقدمہ اور دو مقاصد اور ایک خاتمہ پر مقدمہ بیچ بیان سبب تالیف کے ہے اور مقصد اول بیچ بیان وجوب تقلید معین کے اور مقصد دوسرا بیچ بیان ترجیح مذہب ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اور خاتمہ بیچ بیان مضامین مناسبہ کے مقدمہ بیچ بیان سبب تالیف کے بیان اسکا یہ ہے۔ کہ بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اہل اسلام متفرق ہو گئے تہتر فرقوں پر بلکہ زیادہ بحسب فروع کے اور ہر ایک نے تمسک قرآن وحدیث سے اپنے اپنے فہم کے موافق لیکر مذہب مقرر کرلیا اور ہر ایک نے دعوی حقیت کا کر کر اپنی طرف لوگوں کو کھینچنا شروع کیا اس وقت ائمہ دین کہ قرون ثلثہ میں سے تھے اور ملقب بائمہ اربعہ ہیں یہ حال دیکھ کر بمقتضائے اس حدیث شریف کے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ الحدیث متفق علیہ چاہا کہ مسائل دین کے قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس سے نکالکر مذہب مقرر کریں تاکہ لوگ اسپر عمل کریں اور اپنے فہم کے موافق بھٹکیں نہیں کیونکہ ہر زمانہ کے لوگ تنزل میں ہیں بموجب حدیث شریف مذکور کے سو ہر ایک امام نے ائمہ اربعہ میں سے جماعت شاگردوں اپنی کی کہ مجتہد فی المذہب تھی بڑی

بڑی سعیان اور کوششین کرکر باین طور کہ کوئی حدیث اور آیہ اونسے پوشیدہ نہین رہے مسائل دین کے
قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس سے نکال کر مذہب مقرر کئے بعض مسائل مین متفق ہوے اور بعض
مین مختلف بسبب اختلاف اصول اور قواعد استخراج اور انبساط کے فقط پس آن ائمہ نے جبکہ اس طور پر مسائل
دین قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس سے نکالکر لوگون کے آگے رکہے۔ تو سب لوگ کہ صلاحیت اہل سنت
و جماعت ہونیکی رکہتے تہے اونہون نے قبول کیا باین طور کہ بعضے نہیں انمیں سے حنفیہ ہونے اور اونمیں
سے مالکیہ اور بعضے شافعیہ اور بعضے حنبلیہ جیسا کہ قول علمائے دین کا بِهٖ قَالَ الْحَنَفِیَّةُ وَبِهٖ
قَالَ الْمَالِکِیَّةُ وَبِهٖ قَالَ الشَّافِعِیَّةُ وَبِهٖ قَالَ الْحَنْبَلِیَّةُ اس بات پر شاہد محکم ہے صاحب انصافکو
اور بعضے لوگ جو اپنی ہوائے نفس کے تابع تہے یہ قید اون کے نفسون نے قبول نہ کی۔ اور
اونہون نے طرح بطرح شبہے اور کلام کرنا اور لوگونکو بہکانا اور بہکانا شروع کیا سو علمائے ربانی
نے یہ حال دیکھکر کمر ہمت باندہ کر ہمیشہ رد کرتے رہے۔ اسی طرح سے ان ایام میں بہی بعضے لوگون
نے اپنی بدعت اور عناد او حسد کے رو سے لوگونکو بہکانا اور اپنی ہوائے نفس کیطرف بلانا شروع کیا
اور بدزبانی ائمہ کے حق میں اور اُن کے اتباع کے حق مین کرنی شروع کی اور طرح طرح کے شبہے
کرنے لگے اور چند سال گزرے ہین کہ مینے بچشم خود دیکہا تہا کہ مولٰنا و اولٰنا و مرشدنا و اوستاذنا خاتم المحدثین
مولٰنا اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے طعن کرنیوالوں پر خفہ ہوتے تہے۔ کہ رنگ
آپکا سرخ ہوجاتا تہا اور فرماتے تہے کہ بدون تقلید مذہب ایک امام کے بنتی ہی نہیں اور آپ حنفی المذہب
تہے سو اس فقیر نے [illegible] ایسا حال دیکہ کر اور سکر بموجب حدیث النصح لکل مسلم چاہا کہ ایک رسالہ واسطے
تائید حق کے لکہون کہ مشتمل ہو اوپر اثبات تقلید کے مع جواب اون شبہوں کی کہ یہ کرتے ہین اور بیچ
بیان اون مسائل کے کہ یہ لوگ اونپر بڑی بڑی شبہے کرتے ہیں ساتھ رفع کرنے اون کے شبہون کے ساتھ
حدیثوں صحیحہ کے تا کہ معلوم ہوجاوے کہ جبکہ بڑے شبہونکا یہ حال ہے رفع ہونے مین تو اور شبہونکا
کیا ذکر ہے۔ سو مینے ایک رسالہ بعد کرنے استخارہ مسنونہ کے لکہا اور نام اوس کا تنویر الحق رکہا لیکن
چونکہ تہا وہ رسالہ خاص فہم تو چاہا مین نے کہ ایک رسالہ فقط مسئلہ تقلید میں بطور اختصار کے

عام فہم ہو تو بہتر ہے سو وہ رسالہ یہ ہے ۔ اور نام اوسکا **توفیر الحق** رکھا بامید اسکے کہ اللہ تعالےٰ وافر
اور عام کری فائدہ اسکا خاص و عام کو واللہ الموفق والمعین و الہدایۃ والتکلان **مقصد پہلا بیچ بیان**
وجوب یقین مذہب واحد کے ساتھہ چند دلیلوں کے دلیل پہلی یہ ہے کہ کہا شیخ ابن ہمام حنفی نے تحریر اصول
میں اور شیخ ابن حاجب نے مختصر اصول میں اور قاضی عضد الدین نے مختصر الاصول میں اور صاحب درمختار
نے اِنَّ الرُّجُوعَ عَنِ التَّقْلِیْدِ بَعْدَ الْعَمَلِ مَمْنُوْعٌ بِالْاِتِّفَاقِ یعنے رجوع کرنا تقلید سے بعد عمل کرنے کے منع
ہے بالاتفاق اور کہا صاحب بحر الرائق نے رسالہ زینیہ میں فوجب علےٰ مقلد ابی حنیفۃ العمل بہ
ولا یجوز لہ العمل علےٰ قول غیرہ لما نقل الشیخ قاسم فی تصحیحہ عن جمیع الاصولیین
انہ لا یصح الرجوع عن التقلید بعد العمل بالاتفاق انتہی پس واجب ہے ابوحنیفہ کے مقلد
پر عمل کرنا اونکی قول پر اور نہین جائز ہے اوسکو عمل کرنا اون کے غیر کے قول پر اسلئے کہ نقل کیا شیخ قاسم
نی اپنی تصحیح میں سب اصولیوں سے یہ کہ بلاشبہ نہین صحیح ہے رجوع کرنا تقلید سے بعد عمل کرنیکے بالاتفاق
اور کہا ابن عبد البر مالکی نے ان تتبع رخص المذاہب غیر جائزۃ بالاجماع ذکر کیا ہے
اسکو مسلم الثبوت وغیرہ میں یعنے ڈہونڈنا حلال اور جائز چیزوں کا مذاہب سی غیر جائز ہے بالاجماع پس
جبکہ معلوم ہوئی یہ دونوں اجماع تو کہتے ہیں کہ ہم تلفیق مذاہب کے یعنی جمع کرنا دو مذہبوں کا باطل
ہوئی اور ثابت ہوئی تعیین ایک مذہب کی اور بیان اسکا یہ ہے کہ تلفیق یا تو تلفیق کریگا پہلے عمل
کرنیکے یا پیچھے عمل کرنیکے پس اگر تلفیق کریگا پیچھے عمل کرنیکے تو یہ شق باطل ہے ساتھ اجماع
ہونے کے اوپر منع ہونے رجوع کے تقلید سے بعد عمل کرنے کے پس باطل ہوئی شق اس
اجماع مذکور سے اور اگر تلفیق کرے پہلے عمل کرنے کے تو یہ شق باطل ہے ساتھ اجماع ہونیکے
اوپر منع ہونی تتبع کی رخص مذاہب کے اسلئے کہ اگر جائز ہو تلفیق مذاہب کے تو اوسمیں تتبع رخص
مذاہب کا اور تتبع رخص مذاہب غیر جائز ہے بالاجماع اور یہی باطل ہے ساتھ اجماع امت کے اور
بیان اسکا یہ ہے کہ سب مجتہدین جمع ہوے ہیں مسائل اجتہادیہ اختلافیہ میں اوپر اعتقاد اور قول کے
بایں طور کہ یہ حلال اور جائز ہے اور یہ حرام غیر جائز ہے ۔ پس اگر جائز رکہی جاوے یہ تلفیق اور

تتبع اور رخص مذاہب کا تو اوٹھ جاویگی حرمت جہان سے اور ہو جاویگا اجماع اوپر امر لغو کے اور غلط کے اور یہ امر باطل ہے ساتھ قول اللہ تعالیٰ کے وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا یعنی اور جو تابع ہو سوا راستے مومنوں کے حوالہ کریں وہی طرف جو اوسنی پکڑی اور داخل کرینگے اوسکو جہنم میں اور بری ہے وہ جگہ پھر جانیکی پس باطل ہوئی تلفیق مذاہب کی اور ثابت ہوئی تعیین مذہب واحد کی ان دونوں اجماعوں سے اسلئے کہ تعیین ضد ہے تلفیق کی پس جبکہ باطل ہوئی تلفیق ان دونون اجماعون سے تو ثابت ہو جاویگی نقیض اسکی ساتھ دونون اجماعون کے یعنی ثابت ہوئی تعیین مذہب واحد کی ساتھ دونون اجماعون کے اور دلیل دوسری یہ ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف مین إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا یعنے سوائی اسکے نہیں کہ تاخیر کرنا بڑھاتا ہے کفر میں گمراہ کئے جاتے ہیں بسبب اوس کے وہ لوگ کہ کافر ہوئے حلال جانتے ہیں اوسکو ایک سال اور حرام جانتے ہیں اوسکو ایک سال پس یہ آیت صریح ہے بیچ مذمت اوس شخص کے کہ کبھی اعتقاد کرے حلت کا ایک چیز میں اور کبھی اعتقاد کرے حرمت کا اوسی چیز میں پس جبکہ معلوم ہوا یہ تو کہتے ہیں ہم کہ مسائل دین کے یا تو اجماعیہ ہونگے یا اختلافیہ اگر ہوں اجماعیہ تو اتباع اونکا واجب بالاجماع ہے اور اگر ہوں اختلافیہ تو مقلد بعد اختیار کرنے مذہب واحد کے دو امر سے خالی نہیں یا تو دور کریگا اس طرح کہ انتقال کرے کبھی طرف حرمت کی اور حرمت سے طرف حلت کی یا استمرار یعنی ہمیشگی کریگا اوسپر پس اگر ہو امر اول تو یہ باطل ہے ساتھ آیہ مذکورہ کے اور اگر ہو امر ثانی یعنی استمرار تو تعیین مذہب واحد کی لازم و واجب ہوئی ساتھ مقتضای آیہ مذکورہ کے اور دلیل تیسری یہ ہے کہ کہا جمہور نے اَنَّ الْمُجْتَهِدَ قَدْ يُخْطِيءُ وَقَدْ يُصِيبُ جیسا کہ تصریح کی ہے ملا علی قاری نے اپنے رسالہ میں اور دلیل اونکی یہ ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اذا حکم الحاکم فاجتهد فاصاب فله اجران واذا حکم فاجتهد فاخطا فله اجر واحد متفق علیه اور اسپر اجماع ہے اہل اسلام کا کہا امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں تحت اسی حدیث مذکور کے قال

لعلماء اجمع المسلمون علی ان ذلک الحدیث فی حاکم اھل الحکم فان اجتہد

فاصاب فلہ اجران اجر باجتہادہ واجر باصابتہ وان اجتہد فاخطا

فلہ اجر باجتہادہ انتہی اور یہی مذہب چاروں اماموں کا ہے جیسا کہ کہا مسلم الثبوت
میں ھذا ھو الصحیح عند الائمۃ الاربعۃ انتہی یعنی یہی صحیح ہی نزدیک چاروں
اماموں کے یعنی امام ابوحنیفہ اور شافعی اور مالک اور احمد بن حنبل کے پس اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص
کہتا ہی کہ ہر مجتہد مصیب ہی یہ قول اوسکا باطل و فاسد ہے کیونکہ مخالف حدیث متفق علیہ اور اجماع
اُمت اور ائمہ اربعہ کی ہے پس جو کچھ کہ بنایا جاوے اس قول فاسد پر وہ بھی فاسد ہوا کیونکہ بنا فاسد
کی اوپر فاسد کے ہے اور بنا فاسد کی فاسد پر باطل و فاسد ہے پس تمسک پکڑنا ساتھ ان تفریعات
کے کہ متفرع ہیں اس قول فاسد پر اثبات لامذہبی میں بھی فاسد ہوا کیونکہ بنا فاسد کی فاسد پر ہے
پس جبکہ معلوم ہوا یہ مذکور تو کہتے ہیں ہم کہ مسائل دین یا تو اجماعیہ ہیں یا مختلف فیہ پس اگر مسائل دین
کے اجماعی ہیں تو اتباع فرض ہوا بالاجماع اور اگر ہوں مسائل دین مختلف فیہ تو مقلد نے جبکہ اختیار
کیا ایک امام کا مذہب درباب مسائل حلت و حرمت کے تو دو امر سے یہ مقلد خالی نہیں ہے یا تو یہ ہے
کہ اعتقاد اور عمل کریگا ساتھ حلت دوران کے مذاہب میں یا اعتقاد و عمل کریگا ساتھ حرمت دوران
کی پس ہوا اگر امر اول تو لازم ہے اجماع نقیضین کا اعتقاد میں اسلئے کہ حرام و حلال کا اعتقاد رکھنا آن
واحد میں اور یہ باطل ہے اور اگر ہوا امر ثانی تو تعین مذہب احد کی واجب ہوئی اور وہ جب ہی اوس پر
استمرار و دوام اسلئے کہ جبکہ اختیار کیا مذہب واحد کی مسائل کو قسم حلت و حرمت سے اور اعتقاد اور
عمل کیا ساتھ حرمت دوران کی تو ہوگا پھرنا اس اعتقاد و عمل سے ممنوع ساتھ اوس اجماع کے کہ
منعقد ہوا ہے اوپر منع ہونے رجوع کے تقلید سے بعد عمل کے جیسا کہ گزرا بیان اس اجماع کا بہت
سندوں سی اور ممنوع ہوا یہ رجوع ساتھ آیہ مذکورہ کے کہ لکھی گئی دلیل ثانی میں اسلئے کہا علماء نے جیسا کہ

تصریح کی ہی ملا علی نے اپنے رسالہ میں بیچ جواب قفال کے ولذا قالوا اینبغی ان

یعتقد کل مقلد امام من الائمۃ ان امامہ مصیب وغیر مخطی

فى الجملة بناوا على ان المجتهد قد يخطى وقد يصيب وقال بعضهم كل مجتهد مصيب

والحق هو الاول وهو المعتمد عندنا وعليه جمهور العلماء انتهى يعنى اسيواسطى كہا

علماء نے کہ لائق ہے یہ کہ اعتقاد رکھے ہر مقلد امام کا اماموں میں سے کہ تحقیق امام میرا مصیب ہے اور

غیر امام میرا خطا پر ہے غالبا اور کہا بعض علماء نے کہ ہر مجتہد مصیب ہوتا ہے اور حق اول ہی ہے

اور یہی معتمد ہے نزدیک ہمارے اور یہی مذہب ہے جمہور علما کا پس ثابت ہوا ان دلیلوں سے وجوب

مذہب واحد کا بطریق استمرار کی اسیواسطی کہا علماء نے واجب ہونا تقلید معین کا اور کہا ملا علی قاری نے رسالہ

اپنے میں کہ تالیف کیا ہے قفال کے جواب میں بل وجب علیه ان یعین مذهبا من هذه

المذاهب اما مذهب الشافعى فى جميع الفروع والوقائع واما مذهب مالك واما

مذهب ابى حنيفة وغيرهم وليس له ان ينتحل من مذهب الشافعى ما يهويه ومن

مذهب ابى حنيفة ما يرضيه لانا لو جوزنا ذالك لادى الى الخبط والخروج عن الضبط

حاصله يرجع الى نفى التكلف لان مذهب الشافعى اذا اقتضى تحريم الشئ ومذهب

ابى حنيفة مثلا اباحة ذالك الشئ بعينه او عكس ذلك فهو ان شاء مال الى الحلال وان

شاء مال [illegible] لا يتحقق الحلة والحرمة وفى ذالك اعدام التكليف وابطال فائدته

واسقاط [illegible] ته وذالك باطل انتهى اور کہا ملا علی قاری نے شرح عین العلم میں

فلو التزم [illegible] مذهبا كابى حنيفة او الشافعى فلزم عليه الاستمرار فلا يقلد غيره

فى [illegible] اثل انتهى ۔ اور کہا ملا جیون استاد بادشاہ عالمگیر کے نے تفسیر احمدی

میں [illegible] يجب عليه ان يدوم على مذهب التزمه ولا ينتقل عنه

الى [illegible] ى اور کہا کسی مفتی مالکیہ نے اليوم من تحول من مذهب فبئس

ما صنع [illegible] کو سیوطی نے جزیل المواهب میں کہا صاحب ہدایہ نے بیچ باب وتر کے

واذا علم [illegible] ايز عدم فساد صلوته كالفصد وغيره لايجوز به الاقتداء انتهى

اور کہا [illegible] مين بيچ بحث شفق کے قال صاحب الهداية فى التجنيس

الواجب عندی ان یفتی بقول ابی حنیفة علی کل حال انتہی اور وارد طحطاوی نے

اس عبارت کو واسطے رد کرنے قول صاحب مختار کے باب شفق میں اور اس سے معلوم ہوا کہ جو کچھ کہ کہا صاحب

طحطاوی نے ابتدای اپنی کتاب میں جائز ہونا عمل کرنیکا غیر مذہب کے مسئلہ پر سو اس سے جواز مع

الکراہیت ہے اور یہ ایسا ہی کہ جب کہتے ہیں ہم الصلوة خلف کل بر و فاجر جائزة حالانکہ صلوة

پیچھے فاجر و فاسق کے مکروہ ہے اور کہا قہستانی نے جامع الرموز میں وفی وتر النهایة انها

غیر جائزة کما قال صدر الاسلام فالاحوط ان لا یصلی خلفه کذا فی الجواهر هذا

اذا علم بالاحتراز عن مواضع الخلاف فلا شك فی الاحتراز لم یجز به الاقتداء انتہی

اور کہا صاحب درمختار نے باب الامامة میں زاد عبد الملك نے و مخالف کالشافعی لکن

فی وتر البحر ان تیقن المراعات لم یکره او عدمها لم یصح وان شك کره انتہی

اور کہا طحطاوی نے اسی کی شرح میں والظاهر ان الکراهة للتحریم وان راعی فیهما

دون السنن لا یترك الاقتداء لانه واجب علی ارجح الاقوال ومراعاة الواجب مقدم

علی ترك التنزیه قال الحلبی تتبعها انتہی اور کہا صاحب بحر الرائق نے بحر میں اما الصلوة

خلف الشافعیة فمحاصله فی المجتبی انه ان کان مراعیا للشرائط والارکان عندنا

فالاقتداء صحیحة والا فلا یصح ولا خصوصیة للشافعیة بل الصلوة خلف کل

مخالف للمذهب کذلك انتہی اور کہا صاحب بحر الرائق نے رسالہ زینیہ میں [illegible]

مقلد ابیحنیفة ان یعمل به ولا یجوز العمل بقول غیره انتہی اور کہا شیخ [illegible] القدیر

میں فبهذا ظهر ان الصواب ما ذهب الیه ابو حنیفة وان العمل [illegible] یجب

والامامة بغیره لا یجوز لهم انتہی ذکر کیا اسکو رسائل زینیہ میں اور کہا [illegible] میں

هذا کله فی قاضی المجتهد واما المقلد فانما ولاه لیحکم بمذهب ابیحنیفة [illegible] یملك

المخالفة فیکون معزولا بالنسبة الی ذلك الحکم هکذا فی فتح [illegible] علی

اور کہا فتاوی عالمگیری میں باب التعزیر میں حنفی ارتحل الی مذهب الشافعی [illegible] فی

جواہر الاخلاطی[۱] اور مثل اس عبارت کی فتاوی برہنہ میں بھی ہی اور تحقیق معلوم ہی بیان کرنے
سبب تالیف عالمگیری کی سے یہ بات کہ تحقیق عالمگیر بادشاہ چونکہ تھا عالی ہمت امور دین میں تو
ارادہ کیا یہ کہ عمل کریں لوگ ساتھ مسائل مفتی بہا کی پس تحقیق حکم کیا اوس عالی ہمت نی مشاہیر علمائے
ہند کو ساتھ جمع کرنے مسائل مفتی بہا کی اس فتاوی میں ترجیع کے بحث تسبیع میں لا خیر فی ان یکون
حنفیا فی بعض المسائل وشافعیا فی بعض اخر کما عرف فی مسائل
التقلید[۱] انتہی اور اسپر مہر کیا ہیں علمائے حرمین[۲] شریفین مکی اونمیں سے عبد اللہ بن سراج ہیں
کہ جو سردار ہیں مکے کے مدرسوں کے اور مولوی سید عبد اللہ کہ وہ مفتی ہیں مکے کے اور سید عثمان
کہ وہ مدرس تھے مکے کے اور شیخ مصطفی کہ وہ حنفی اماموں کے سردار تھے اور شیخ محمد عابد سندہی کہ وہ مدینہ
کے بڑے مدرس تھے مصنف طوالع الانوار حاشیہ در المختار اور شیخ صالح کہ وہ مدینہ کے مدرس تھے اور
شیخ محمد ابو السعادات کہ وہ مسجد نبوی کے امام تھے اور شیخ عبد القادر اور سید محمد اور شیخ محمد محی الدین اور
سید علی اور شیخ عبد اللہ سواتی لنگی او علمائے مکہ اور مدینہ کے نے اسپر مہریں کیں اور کہا ابو بکر رازی شرح آثار
طحاوی میں واصحابنا لما شاهد والضرورة استحسنوا ان ینصبوا القاضی نائبا شافعیا
او مالکیا لیحکم علی وفق مذهبہ یعنی گروہ حنفیہ وقت ضرورت کے فتوی نہیں دیتی ساتھہ مذہب
غیر کے مگر اوس حیلہ سی کہ مقرر کرتی ہیں قاضی نائب شافعی یا مالکی تاکہ حکم کری موافق مذہب اپنی کی باوجود اسکے کہ قاعدہ
الضرورات تبیح المحظورات مجمع علیہ ہی چاہتا ہی اسکو کہ وقت ضرورت کی فتوی ساتھہ مذہب غیر کے مباح ہو۔
جیسا کہ فرمایا اللہ تعالی نے فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ حاصل اسکا یہ کہ اگرچہ ضرورت
مباح کر دیتی ممنوع کو بالاجماع بدلیل اس آیت مذکورہ کے لیکن اصحاب ہمارے نی استخراج کیا ہی دلیل
استحسانی یہ کہ نہ کیا جاوی خلاف مذہب کے وقت ضرورت کی بہی مگر اس حیلہ مذکورہ سی اور دلیل استحسانی
ایک دلیل ہی اول حنفیہ سی جیسے کہ استصحاب دلیل ہے دلیلوں شافعیہ کی سے اور مصالح مرسلہ
دلیل ہے اور مالکیوں کے سے اور کہا حموی نے شرح اشباہ والنظائر میں وفی الفتح
قالوا ان المنتقل من مذهب الی مذهب بالاجتهاد والبرهان آثم

[۱] خیر نہیں ہے اسمیں کہ ہو حنفی بعض مسائل میں جیسا کہ معلوم کیا گیا ہے مسائل تقلید میں ۱۲
[۲] یعنی مکہ و مدینہ ۱۲

یستوجب التعزیر فبلا اجتهاد وبرهان اولی انتہی اور کہا شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے
صراط المستقیم میں کہ شرح ہی سفر السعادت کی دخانۂ این دین چہار است ہر کہ راہی ازیں راہ ہا وورے
ازیں درہا اختیار نمودہ براہ دیگر رفتن ودری دیگر گرفتن عبث ولہوی باشد وکارخانۂ عمل را از ضبط وربط
بیرون افگندن وازراہ مصلحت بیرون افتادن است واگر قصد سلوک طریق ورع واحتیاط دارد ہم از
مذہب واحد مختار روایتی کہ دلیلش احسن واقوی وفائدہ اش اعم واتم واحتیاط دران اکثر واوفر اختیار
کند وبراہ رخصت ومساہلت وحیلہ اندوازی نرود این طریق متاخران است وشکے نیست کہ این طریق
محکم تر ومضبوط تر است وگویند کہ طریقۂ پیشینیان برخلاف این بود۔ ایشان تعیین مذہب واتباع
مجتہد واحد از واجبات نمیدانستند انتہی پس یہ کلام شیخ کا صریح دلالت کرتا ہے اس بات پر
کہ علمائے متاخرین التزام مذہب واحد کو واجبات سے جانتے ہیں نہ متقدمین اور اور جا شیخ
مرحوم نے کتاب مذکور میں فرمایا ہے قرار داد علمای متاخرین برین است ہو المختار وفیہ الخیر انتہی
اور کہا قہستانی نے بیچ نقایہ شرح مختصر وقایہ کی کتاب القضا میں قال ابوبکر الرازی لو قضی
بخلاف مذہبہ مع العلم لم یجز فی قولہم جمیعاً انتہی اور کہا صاحب درمختار نے
بیچ کتاب القضا کے وفی الوہبانیۃ قضی من لیس بمجتہد کحنفیۃ زماننا بخلاف
مذہبہ عامداً لا ینفذ اتفاقاً انتہی پس معلوم ہوا اس مذکور سے یہ کہ جو کچھ ذکر کیا ہے
کتب اصول میں اختلاف اس بات میں ان المقلد اذا التزم مذہباً ہل وجب
علیہ الاستمرار دائماً فقال البعض نعم وقال البعض الاخر لا اذ لا واجب
الا ما اوجبہ اللہ ولم یوجب ذلک سو وہ اختلاف بیچ اوس وجوب کے ہے
کہ جو بمعنی فرض کے ہے نہ اوس وجوب میں کہ ترک اوسکا مکروہ تحریمی ہے جو مصطلح حنفیوں
کا ہی اور یہی معلوم ہوتی ہے یہی بات اس دلیل سے کہ یہی بحث مذکور ہے بیچ کتاب اصول
شافعیہ کے اور مالکیہ کے بھی اور اون کے ہاں فرض اور واجب ایک ہی چیز ہے بلکہ حنفیہ
بھی اس اصطلاح پر کلام کرتے ہیں اور کہتے ہیں بیچ کتب اصول اپنے کے الامر للوجوب یعنی

10

امر واسطی فرض کے ہے پس جو شخص کہ واقف ہوگا اس اصطلاح پر دہو کہا نہیں کہا وے گا اور ناواقف
جو چاہے سو سمجھے وہ ہمپر محبت نہیں اگرچہ وہ عالم نامی ہی ہو۔ اور تطبیق بہی اس بات کو چاہتی ہے
اور یہی معلوم ہوا اسی مذکور سے کہ جو قول مذکور ہے کتابوں میں المختار الجواز بیچ مقابہ منع
کے ہے معنے اوس کے المختار عدم المنع اور یہ نہیں مستلزم ہے عدم کراہت کو۔ اور
یہ بہت ہی کتب میں جیسا کہ قول سنت جماعت کا اِنَّ الصَّلوٰةَ خَلفَ کُلِّ بَرٍّ وَّفَاجِرٍ
جائزۃ باوجود اوس کے کہ نماز فاسق و فاجر کے پیچھے مکروہ ہے نزدیک اونکے اور اسی طرح
کی عبارتیں کتب میں بہت ہیں جیسا کہ نہیں پوشیدہ ہی ماہر کتب پر واللہ اعلم بالصواب۔

مقصد دوسرا بیچ بیان ترجیح مذہب امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ
وجہوں صحیحہ کے **وجہ اول** یہ ہے کہ روائت ہے ابوہریرہ سے کہ کہا فرمایا رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے لو کان الایمان عند الثریا لذھب بہ رجل من ابناء الفارس
رواہ مسلم فی باب فضل فارس اور کہا شیخ جلال الدین شافعی نے بیچ تبییض الصحیفہ
فی مناقب ابیحنیفہ کے بشر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالامام ابی حنیفۃ فی حدیث
اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم لو کان العلم بالثریا لنالہ رجل من ابناء فارس واخرج
الشیرازی فی الالقاب عن قیس بن سعد قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم لو کان العلم بالثریا لتناولہ قوم من ابناء فارس و
اخرج البخاری والمسلم فی صحیحیہما حدیث ابی ھریرۃ بلفظ لو کان الایمان
عند الثریا لنالہ رجل من فارس وفی لفظ المسلم لو کان الدین عند الثریا
لذھب بہ رجل من ابناء فارس حتی یتناولہ وفی معجم الطبرانی
عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کان
الدین معلقا بالثریا لتناولہ ناس من ابناء فارس فھذا اصل

صحیح یعتمد علیہ فی البشارۃ و الفضیلۃ انتہی کلام جلال الدین السیوطی

الشافعی[۱] ذکر کیا طحطاوی نے شرح درمختار میں پس وارد ہوئیں حدیثیں اس باب میں ساتھہ لفظ جمع کے اور مفرد کے پس لفظ جمع کا ارادہ کیا گیا باعتبار اتباع کے اور لفظ مفرد کا ارادہ کیا گیا باعتبار اصل کے وہ متبوع ہیں ان اتباع کے اور اختیار کرنا خبر دینے میں اس طریق کو اشارہ ہے اس پر کہ اتباع اس شخص کے مثل اوسی کی افضل ہونگے غیروں پر مصیب ہونے میں اور قول اوسکا

فہذا اصل صحیح یعتمد علیہ فی البشارۃ والفضیلۃ صریح ہی اسمیں کہ یہ حدیثیں صحیح ہیں پس یہ حدیثیں دلالت کرتی ہیں اسپر کہ تحقیق دین اور علم اور ایمان اگر ہو ثریا کی پاس تو البتہ جاکرے آویگا یہ شخص کہ ابناء فارس میں سی ہی - اور یہ کلام بطور نہائت مبالغہ کے ہی بیچ مدح مصیب ہونی اور پہونچنی حق کے اوروں کی بہ نسبت پس ان حدیثوں صحیحہ نے دلالت کی اسپر کہ یہ شخص نہائت مرتبہ مصیب ہونیکا رکہتا ہے مسائل اختلافیہ میں بایں طور کہ جب جاویگا طرف دین اور ایمان اور علم کی تو جا پہنچیگا اوسکو لیکن باقی رہی یہ بات کہ یہ شخص کون ہے سو کہتے ہیں ہم جبکہ اجماع منعقد ہوا اوپر نہ کرنے اوس عمل کے کہ وہ مخالف ہو ائمہ اربعہ کے تو ہوا مدار دین کا قیامت تک اوپر مذاہب ائمہ اربعہ کے اور نہ تہا کوئی ائمہ اربعہ کا ابناء فارس سے سوائے ابی حنیفہ کے تو دلالت کی ان حدیثوں نے ساتھہ اجماع کے ملکر اسپر کہ یہ شخص مذکور ابو حنیفہ ہیں اور کفائت کرتا ہی قول جلال الدین سیوطی کا بیچ وارد کرنے ان حدیثوں کے بیچ فضیلت اور بشارت ابو حنیفہ کے کیونکہ وہ اکابر محدثین اور اجلہ ائمہ شافعیہ میں سی ہیں - پس دلالت کی ان حدیثوں صحیحہ نے ساتھہ اجماع کے ملکر اسپر کہ امام اعظم ابو حنیفہ سب سی بڑے اور زائد تر ہیں اور باب اصابت اور پہنچنے حق کے مسائل اختلافیہ اور اجتہادیہ میں اسی

لئی کہا امام شافعی نے الناس کلھم عیال ابی حنیفۃ فی الفقہ اور یہ قول امام شافعی کا نہائت مشہور ہی اور سندیں اسکی بہت ہیں چنانچہ آگی آویگا اسکا ذکر پہر پوشیدہ نہ رہی کسی پر یہ خبر دینا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھہ طریق مذکور کے آگاہ کرتا ہی اسپر کہ اتباع اس شخص کے مثل اوسی فائق ہیں بیچ باب مصیب ہونیکے اسی لئی کہا میر سید شریف نے کہ محقق اور مدقق ہیں اصول و فروع میں

شرح خلاصہ کیدانی میں والسلام علی ابیحنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہ الذی جاھد فی دین

اللہ تعالی فاخلص اجتہادہ وجادہ وعلی اصحابہ الفائقین علی غیرھم بفضل الاصابۃ

وزیادۃ اور کہا درمختار میں قال الامام الشافعی رحمہ اللہ من اراد الفقہ فیلزم اصحاب

ابیحنیفۃ فان المعانی قد تیسرت لہم واللہ ما صرت فقیہا الا بکتب محمد بن حسن

انتہی اور کہا ابن حجر مکی شافعی نے قلائد العقیان میں قال سفیان بن عیینۃ من اراد الفقہ

فعلیہ بالکوفۃ یلازم اصحاب ابیحنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہ انتہی اور کہا شیخ عبدالحق

محدث دہلوی نے صراط المستقیم میں اما امام شافعی را بر ابوحنیفہ کہ چہ مدح وی در روح و اصحاب وی میکند و

میگوید کہ الناس کلہم عیال ابیحنیفۃ و در شان محمد بن حسین شیبانی کہ شاگرد ابوحنیفہ است فرمودہ

اگر اہل کتاب از یہود و نصاری تصانیف امام محمد را بہ بینند بی اختیار ایمان آرند و امام محمد شش کتاب تالیف

کردہ کہ ہر یکی از آن شصت مجلد و ہفتاد مجلد بلکہ بیشتر است و امام احمد اکثر مسائل دقیق از کتب امام محمد نقل

میکرد و در ان کتب نظر میکرد و از ان استفادہ نمودہ و آنچہ کہ تقلید و اتباع امام ابوحنیفہ باحادیث و

اقوال صحابہ است دیگری را نیست انتہی اور کہا شیخ نے کتاب مذکور میں قبل اسکے وچون احادیث کہ امام

شافعی بدان اخذ کردہ و تمسک نمودہ امام اعظم بدان تمسک نمودہ و اخذ نکردہ مردم گمان کردہ اند کہ مذہب

او مخالف احادیث است و حال آنکہ اینجا احادیث دیگر است صحیح و قوی تر از آنکہ وی رضی اللہ عنہ اخذ

کردہ و تمسک نمودہ انتہی **وجہ دوسری** یہ ہی کہ روایت ہی عمران بن حصین سی قال

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر امتی قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین

یلونہم الحدیث متفق علیہ اور یہ حدیث کتب احادیث میں بہت طریق سی مروی ہی یہانتک

کہ مضمون اسکا مشہور ہی پس یہ حدیث صریح دلالت کرتی ہی اسپر کہ خیریت تابعین کی زیادہ ہی

خیریت تبع تابعین سی اور امام ابوحنیفہ تابعین میں سی ہیں دیکھا اونہوں نی ایک جماعت صحابہ

کی کو ایک اونمیں سی عبداللہ بن ابی اوفی صحابی ہیں اور ابوحنیفہ نی یہ حدیث اونسی سنی ہے

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بنی للہ مسجدا بنی اللہ لہ

بیتا فی الجنۃ اور ابوحنیفہ اور عبداللہ بن ابی اوفی ایک ہی شہر کوفی کی رہنی والی تہی اور
وفات پائی عبداللہ بن ابی اوفی نی شہر کوفہ میں ۸۶ھ میں بالاتفاق اور تہی عمر ابوحنیفہ کی دن
وفات عبداللہ بن ابی اوفی کی سات برس کی بالاتفاق پس غور کرنا چاہئی کہ یہ دونوں ایک ہی
شہر میں ہوں اور امام کی عمر سات برس کی ہو اور وفات عبداللہ کی کوفی میں ہو اور پہر ملاقات نکریں
آپسمیں عقل کیونکر قبول کری وجود صحابی کا عزیز تہا جہاں جہاں لوگ سنتی تہی اونکی وفات کیلئی آتی
تہی تابعی ہونیکی لئی اور یہ نعمت عظمی اوسی شہر میں ہو اور یہ ملاقات نکریں بعید از عقل یہ حال تو عقل
کا ہی اب سنو آگی حال نقل کا کچہہ تہوڑا سا کہا جلال الدین سیوطی شافعی نی تبییض الصحیفہ فی مناقب
ابوحنیفہ میں قد الف الامام عبد الکریم الشافعی جزءً فی ما یروی الامام
ابوحنیفۃ عن الصحابۃ [۵۲] انتہی ذکر کیا اسکو طحطاوی نی شرح در المختار میں اور جزء اہل حدیث
کی اصطلاح میں اوس جیسا کہ کہا جاتا ہی یہ جزء احادیث ابی بکر کا ہی اور یہ جزء احادیث مالک کا ہی
اسی طرح کہا مولنا عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نی اپنی رسالہ میں کہ اصول حدیث میں ہی اور کہا در مختار میں
وصح ان اباحنیفۃ سمع الاحادیث من سبعۃ من الصحابۃ کما بسط فی اواخر
منیۃ المفتی وادرک بالسن عشرین صحابیا کما بسط فی اوائل الضیاء [۵۳] انتہی اور کہا
خوارزمی نی بیچ مسند امام کی قد روی ابوحنیفۃ عن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وان العلماء اتفقوا علی ذلک لکنہم اختلفوا فی العدد [۵۴] انتہی ذکر کیا اس کلام خوارزمی
کو طحطاوی نی اور کہا ملا علی قاری نی بیچ رسالہ جواب قفال کی فانہ من بین ائمۃ المجتہدین
مختص بکونہ من التابعین دون غیرہ باتفاق العلماء المعتبرین [۵۵] اور تحقیق ثابت ہو اور
مقرر ہی علم اصول میں کہ مثبت مقدم ہوتا ہی اوپر نافی کی اور یہی مقتضای عقل ہی پس ثابت ہوا عقل
اور نقل سی ہونا امام اعظم ابوحنیفہ کا تابعین میں سی اور متعصبین کی دواہی نہیں ہی کیا نہیں دیکہتی
ہو طرف انکار کری روافض کی بیچ خلافت ابوبکر کی اور عمر کی اور امام اعظم تو اونکی خادم
ہیں پس جبکہ معلوم ہوا یہ تو کہتی ہیں ہم کہ جب ہوا اجماع منعقد اوپر نکرنی اوس

عمل کے کہ وہ مخالف ہوا ئمہ اربعہ کے اور امام ابوحنیفہ ہیں تابعین میں سے عقل اور نقل سے تو ہوئے
خیریت ابوحنیفہ کی بیچ باب معیب ہونے کے مسائل اختلافیہ میں زیادہ اور بڑھکر ائمہ ثلاثہ امام مالک امام
شافعی امام احمد بن حنبل سی ساتھ اوس حدیث صحیح متفق علیہ مشہور کے اور **وجہ تیسری** یہ ہے
کہ روایت ہے عبداللہ بن عمر سے انہ قال خطبنا عمر بالجابیۃ فقال یا ایہا الناس انی
قمت فیکم کمقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فینا فقال اوصیکم
باصحابی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ثم یفشو الکذب الحدیث رواہ
الترمذی اور کہا ترمذی نے ہذا حدیث حسن صحیح انتہی پس یہ حدیث صحیح صریح دلالت کرتی ہے اسپر
کہ وصیت کی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ کہ لیا جاوے دین ان لوگوں سے یعنی صحابہ
اور تابعین اور تبع تابعین سے بشرط اس ترتیب مذکور کے جیسا کہ مقتضا لفظ ثم کا ہے کہ مذکور
ہے حدیث میں یعنی لیا جاوے ان لوگوں سے دین بشرط اس ترتیب کے کہ لیا جاوے دین
صحابہ سے جبتک کہ پایا جاوے پھر تابعین سے جبتک پایا جاوے پھر تبع تابعین سے جبتک پایا
جاوے یہ مقتضا حدیث صحیح کا ہے پس ہرگاہ کہ ہوا کوئی مذہب مقرر اہل سنت وجماعت کا قرن
صحابہ سے لیکر تبع تابعین تک سوائی مذہب ایمہ اربعہ کے اور منعقد ہوا اجماع اوپر نکرنے
اوس عمل کے کہ وہ مخالف ہو ایمہ اربعہ کے اور تھی ابوحنیفہ تابعین میں سے نہ ایمہ ثلاثہ امام مالک
امام شافعی امام احمد بن حنبل تو دلالت کی اس حدیث صحیح نے ساتھ اس اجماع کے بلکہ اسپر کہ
مذہب امام اعظم کا لازم پکڑا جاوے جبتک کہ پایا جاوے واسطے عمل کرنیکے اس حدیث صحیح پر
اور **وجہ چوتھی** یہ کہ کہا امام شافعی نے الناس کلہم عیال ابی حنیفۃ فی الفقہ
انتہی ذکر کیا اسکو ابن حجر مکی نے کہ وہ اجلہ شافعیوں میں سے ہے بیچ قلائد العقبان فی
مناقب ابی حنیفۃ النعمان کے اور صاحب سیرت شامی محمد ابن یوسف شامی نے کہ وہ
اکابر شافعیوں میں سے ہے بیچ عقود الجمان فی مناقب النعمان کے اور ابوبکر خطیب

بغدادی نے کہ وہ ایمہ حدیث سے ہے بیچ تاریخ بغدادی کے اور شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی
نے بیچ مکتوبات اپنے کے جلد ثانی میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بیچ صراط المستقیم کے اور
صاحب در المختار نے بیچ در المختار کے اور خوارزمی نے بیچ مسند امام اعظم کے اور سوائے
انکے اور بہت لوگوں نے یہانتک کہ یہ قول امام شافعی کا مشہور ہے کہا خوارزمی نے مسند
امام اعظم میں والدلیل علیہ ما اشتہر واستفاض عن الشافعی رض اللہ قال
الناس عیال ابی حنیفۃ فی الفقہ انتہی اور کہا صاحب بحر الرائق نے اشباہ میں
قال الامام الشافعی من اراد ان یتبحر فی الفقہ فلینظر الی کتب ابیحنیفہ
کما نقلہ ابن وھبان من حرملۃ اور کہا حموی نے شرح اشباہ میں وذکر
الحافظ الذہبی فی کتابہ المسمی بالصحیفۃ فی مناقب فقیہ الوقت
ابی حنیفۃ ان المزنی روی عن الامام الشافعی ھذہ الذی رواہ
حرملۃ **وقال** ایضاً فی کتاب المذکور قال عبداللہ بن المبارک ان
الاثر قد عرف وان احتیج الی الرای فرای مالک وسفیان ابی حنیفۃ
وابو حنیفۃ احسنہم وادقہم فطنۃ واغوصہم علی الفقہ وھو افقہ
الثلاثۃ انتہی کلام الحموی اور کہا ابن حجر مکی شافعی نے کتاب مذکور میں قال
عبداللہ ابن المبارک وناھیک ما رایت فی الفقہ مثلہ ورایت مسعرا فی
حلقتہ جالسا بین یدیہ یسالہ ویستفید منہ ما رایت احداً قط تکلم
فی الفقہ احسن منہ قال عبداللہ بن المبارک کان ابوحنیفۃ افقہ من
اھل زمان ولقیت الف رجلا من العلماء فلولا انی لقیت اباحنیفۃ
لکنت من الفلاسین قال عمرو ما اعرف رجلا اعلم فی الفقہ احسن معرفۃ من
ابیحنیفۃ وقال وکیع ما رایت احداً اورع ولا افقہ ولا احسن من ابیحنیفۃ وقال ابراہیم
بن عکرمۃ ما رایت احدا اورع ولا افقہ من ابی حنیفۃ قال

ابو یوسف ما رایت احدا اعلم بتفسیر الحدیث من ابی حنیفة وقال ابو یوسف
ما رایت احدا اعلم بتفسیر الحدیث من ابی حنیفة وقال سفیان الثوری کنا
بین یدی ابی حنیفة کالعصافیر بین یدی البازی وان ابا حنیفة لسید العلماء
وقال علی ابن عاصم لو وزن علم ابی حنیفة بعلم اهل زمانه لرجح علمهم وقال
محمد بن الحسن یناظره اصحابه فی المقائس حتی اذا استحسن شیئا لم یلحقه احد
منهم فی الاستحسان قال یزید بن هارون کتبت علی الف شیخ حملت عنهم
العلم فما رایت والله فیهم اشد ورعا من ابی حنیفة ولا احفظ لسانا منه و
لا فی عظم عقله وقال علی بن عاصم لو وزن عقله بعقل نصف اهل الارض
لرجح عقلهم وقد صنف العلامة مصنف کتاب الضخیم المسمی بسبیل الهدی
والارشاد والمشهور بسیرت الشامی محمد بن یوسف الدمشقی الصالحی الشافعی
المذهب کتابا فی مناقب ابی حنیفة سماه عقود الجمان فی مناقب النعمان
وعندی نبذة منه وهو انه کان ابو حنیفة رضی الله تعالی عنه اخذ
العلم باوفر نصیب اما علم الکلام فقد تقدم انه بلغ فیه مبلغا
یشار الیه بالاصابع وناهیک به انه سلم الیه علم النظر والقیاس
واصابة الرای حتی قالوا فیه ابو حنیفة امام اهل الرای فیه انتهی
کلام ابن حجر المکی پس یہ کلام صریح ہے اس بات میں کہ اصابت رائی ابو حنیفہ
کی مسلم ہے کل علماء کے اور کہا ابن حجر کی نے کتاب مذکور میں ومدح المشائخ
له بالعلم والفقه والورع والامانة اکثر من ان یحصی واظهر من
ان یخفی انتهی اور کہا در المختار میں ومناقبه اکثر من ان تحصر وصنف
فیها سبط ابن الجوزی مجلدین کبیرین سماه انتصار الامام ائمة
الامصار وصنف غیره اکثر من ذلک انتهی پس یہ کہ مختصر مناقب

پیس امام صاحب کے اور معلوم ہوئی ان اقوال ائمہ دین کے سے ترجیح امام اعظم کو اوپر غیروں کے

اور بیان اسکا یہ ہے کہ تحقیق قول امام شافعی کا الناس کلہم عیال ابی حنیفۃ فی الفقہ مشہور

ومعروف اور بہت سندوں سے ثابت ہے جیسا کہ گذرا اور اماموں سے جو قوال مذکور ہیں

سب مؤید اس قول کے ہیں پس ثابت ہوا انسی فقیہ ہونا امام صاحب کا سب سے بڑھکر اور فرمایا

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین متفق علیہ پر

دلالت کی اس حدیث متفق علیہ نے کہ فقیہ ہونا دین میں سب سے بہتر ہی نزدیک اللہ تعالی کے

پس امام اعظم سب سے بہتر ہوے دین میں نزدیک اللہ تعالی کے ساتھہ ان اقوال ائمہ دین

اور حدیث صحیح متفق علیہ کے اسیواسطے اختیار کیا امام شافعی نے امام اعظم کی سب سے

کہا من اراد الفقہ فالزم اصحاب ابی حنیفۃ فان المعانی قد تیسرت لہم

واللہ ماصرت فقیہا الا بکتب محمد بن الحسن ذکر کیا اسکو درمختار میں اور کتابیں

امام محمد کی بڑی بڑی چھ کتابیں کہ ضخامت ہر ایک کی ساٹھہ ستر جلدوں سے کم نہیں جیسا کہ

تصریح کی شیخ عبد الحق نے ساتھہ اسکے اور گذر چکا اوپر بیان اوسکا اور پوشیدہ نہ رہے

کسی شخص پر کہ جو شخص کہتا ہے کہ فقیہ ہونے سے تعریف ثابت نہیں ہوتی بلکہ اعلم بالکتاب

والسنہ ہونا بہتر ہے فقیہ سے مو یہ قول مردود ہے ساتھہ اس حدیث متفق علیہ کے اب بکتا

پھرے بکنے والا جو چاہے کافی ہے یہ حدیث حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اوسکے بکواس کے

رد میں پس ثابت ہوئی ان وجوہ مذکورہ سے ترجیح امام اعظم رح کی مذہب کی اسلئے فرمایا ہے

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے اپنے مکتوبات کے جلد ثانی میں مثل روح اللہ

مثل امام اعظم کوفی است ببرکت ورع و تقوی و دولت متابعت سنت درجہ علیا در اجتہاد

واستنباط یافتہ ست کہ دیگران در فہم او عاجز اند و مجتہدات او را بواسطہ دقت معانی مخالف

کتاب وسنت دانند و او را از اصحاب رای پندارند کل ذلک لعدم الوصول الی

حقیقۃ علمہ ودرایتہ وعدم الاطلاع علی فہمہ وفراستہ

ف جسکے ارادہ کرتا ہی اللہ تعالی بہتر کا فقیہ کرتا ہی اوسکو دین میں ١٧

ف جو کوئی ارادہ کرے فقہ کے حاصل کرنیکا پس چاہیے کہ لازم کرے صحبت ابی حنیفہ کی یاروں کی اسلئے کہ مقاصد دین انکے تحقیق میسر ہوتے ہیں اونکو

قسم خدا کی نہیں ہوا میں فقیہ مگر ساتھہ کتابوں امام محمد کے جو شاگرد ہیں بعد امام صاحب کے فی التحفہ ١٢

ف یہ بسبب نہ پہنچنے کے ہے طرف حقیقت علم اونکے اور فہم اونکے اور نہ مطلع ہونیکے اوپر سمجھہ اور دانائی اونکے ١٢ منہ

مگر امام شافعی رحمۃ اللہ از فقاہت او علیہ الرضوان دریافت کرگفت کہ الفقہاء کلھم
عیال ابی حنیفۃ فی الفقہ بواسطہ ہمیں مناسبت کہ بروح اللہ دارد تواند بود آنچہ
حضرت خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ در فصول ستہ نوشتہ است عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ و
السلام بعد از نزول بمذہب امام ابوحنیفہ حکم وعمل خواہد کرد بے شائبہ تکلف وتعقب گفتہ میشود کہ
نورانیت مذہب حنفی بنظر کشفی در رنگ دریائی عظیم می نماید وسائر مذاہب برنگ حیاض وجداول
بنظر می آید ناقصان چند احادیث را یاد گرفتہ اند واحکام شرعیہ را دراں منحصر ساختہ ماوراء معلوم
خود را نفی مینماید **بیت** ہر آں کرمیکہ در سنگے نہانست ✦ زمین و آسمان او ہمانست ✦ وائے
ہزار وائے از تعصبہائے باریک ایشاں واز نظر ہائی فاسد ایشاں بانی فقہ ابوحنیفہ است وسہ
حصہ فقہ او را مسلم داشتہ اند ودر ربع باقی ہمہ شرکت دارند ودر فقہ صاحب خانہ اوست دیگراں
ہمہ عیال وے انتہی کلام الربانی - اور واسطے اسی ترجیحات مذکورہ کے رہے جمہور اہل اسلام کے
ہمیشہ اوپر مذہب امام اعظم رحمۃ کی اور بعض باقی اوپر باقی مذاہب اہل اسلام کے جیساکہ تصریح
اسکی ہے ساتھ اسکے ملا علی قاری نے اپنے رسالہ میں کہ تالیف کیا ہے قفال کے جواب میں عبارت
اوسکی یہ ہے واما اتباع ابی حنیفۃ قدیما وحدیثا ففی الازدیاد فی جمیع البلاد
سیما فی بلاد الروم وما وراء النہر وولایۃ الہند والسند واکثر
اہل خراسان وعراق مع وجودہ فی کثیرین من بلاد العرب بالاتفاق
واظن انہم یکونون ثلثی المسلمین بل اکثر عند المہندسین
بالاتفاق پھر کہا ملا علی قاری نے اسی رسالہ میں بعد ذکر کرنے رجوع سلطان محمود کے
طرف مذہب شافعی کے ویکفینا من السلاطین ابراہیم بن ادھم المتلمذ
لاماما فی العلم والعمل واعراضہ من الدنیا واقبالہ علی العقبی و
الحضور مع المولی مع ان السلاطین فی کل زمان ومکان تابعون
علی مذہب النعمان کسلاطین الروم حفظہم اللہ من الحوادث

والدوران وسلاطین ماوراء النهر فی کل دهر وعصر وسلاطین الهند
والسند فی البر والبحر اور کفالت کرتا ہے ہمکو ابراہیم بن ادہم کہ جو شاگرد ہیں ہمارے امام
کے علم اور عمل میں اور موںہ موڑنے میں اوسکے دنیا سے اور متوجہ ہونے اوسکے کے طرف عقبیٰ
کی اور حضور ہیں باوجود اسکے بادشاہ ہر زمان اور مکان میں ثابت ہیں اوپر مذہب نعمان یعنی
ابحنیفہ کے مانند بادشاہوں روم کی نگاہ رکھے اونکو اللہ حادثوں اور گردشوں سے اور مانند
بادشاہوں ماوراالنہر کی بیچ ہر زمانہ کے اور ہر عصر کے اور مانند بادشاہوں ہند وسندہ کے
بر وبحر میں ولعل حکمة ذلك ان اباحنیفة من ذریة کسری الملقب بنوشیروان
العادل فحیث عدل الامام عن الدنیا واقبل علی العقبی جعل الله
سلاطین الاسلام واساطین الانام من العلماء الاعلام تابعین له
الی یوم القیام حتی روی ان المهدی علیه السلام انما یحکم علی وفق
مذهبه علیه الرضوان لما روی الحسن بن سلیمان فی تفسیر حدیث
لاتقوم الساعة حتی یظهر العلم وهو علم الامام ابی حنیفة رضی الله
تعالیٰ عنه من الاحکام انتهی کلام القاری پس یہ جملہ اخیرہ مانند اوس جملہ کے ہے
کہ تصریح کی ہے ساتھہ اوسکے امام ربانی اور خواجہ محمد پارسانے اور وہ عبارت اوپر گذرچکی
ہے اور ساتھہ اسی کے تصریح کی ہے صاحب درمختار نے اور عبارت اوسکی یہ ہے حسبك من
مناقبه اشتهار مذهبه ما قال قولا الا واخذ به امام من ائمة الاعلام وجعل
الله تعالیٰ الحکم لاصحابه واتباعه من زمنه الی هذه الایام الی ان یحکم بمذهبه
عیسیٰ علیه السلام انتهی کہا یحییٰ بن معین نے کہ وہ امام ایمہ حدیث کے ہیں اور تبع تابعین میں
سے ہیں اور وہ صحاح ستہ کے اساتذہ میں سے ہیں اور ہیں امام جرح اور تعدیل کے جیسا کہ تصریح کی ہے
صاحب فتح الباری شارح بخاری اور ابن حجر عسقلانی نے تقریب میں یحیی بن معین ثقة حافظ مشهور
امام الجرح والتعدیل مات سنة ثلث وثلاثین وله بضع وسبعون سنة انتهی

القراءة عندی قراءة حمزة والفقه فقه ابی حنیفة علی هذا ادرکت الناس انتهی

یہ عبارت تاریخ ابن خلکان اور تاریخ خطیب محدث بغدادی میں ہے اور پوشیدہ نہ ہے کہ جو لوگ مانیہ یحیی بن معین میں تھے وہ تابعین اور تبع تابعین تھے اور قول یحیی بن معین کا علی ہذا ادرکت الناس ساتھہ تقدیم حرف علی کے فائدہ حصر کا دیتا ہے کیونکہ قاعدہ مقرر ہو چکا ہے جو شے کہ حق اوسکا تاخیر ہو وہ وقت تقدیم کے فائدہ حصر کا دیتی ہے جیسا کہ ایاک نعبد وایاک نستعین پس یہ کلام یحیی بن معین کا دلالت کرتا ہے اسپر کہ تابعین اور تبع تابعین فقہ ابی حنیفہ کو بہترین فقہ جانتے تھے اور اوسپر عمل کرتے تھے چنانچہ تائید کرتی ہے اسکی عبارت ردالمحتار شرح درالمختار کی قوله من ازمنة هذه الایام فالدولة

العباسية وان كان مذهبهم مذهب جدهم فاكثر قضاتها ومشائخ اسلامها

حنفية يظهر ذلك لمن تصفح كتب التواريخ وكان مدة ملكهم خمسمائة سنة تقريباً

انتهی اور کہا ملا علی قاری نے واما اتباع ابی حنیفة قديما وحديثا ففي الازدياد في جميع

البلاد سيما في بلاد الروم وما وراء النهر وولاية الهند واكثر اهل خراسان وعراق

مع وجود كثيرين في بلاد العرب بالاتفاق واظن انهم يكونون ثلثي المسلمين بل

الاكثر عند المهندسين بالاتفاق مع ان سلاطين في كل زمان ومكان ثابتون على

مذهب النعمان كسلاطين الروم حفظهم الله من الحوادث والعدوان وسلاطين

ما وراء النهر في كل عصر ودهر وسلاطين الهند والسند في البر والبحر انتهى

اور جاننا چاہیے کہ ہونا لوگوں کا عیال فقہ ابیحنیفہ کا اور ہونا تابعین کا اور تبع تابعین اور جمہور اہل اسلام کا مذہب ابی حنیفہ پر اور ہونا قیاس ابو حنیفہ کا مسلم الاصابت جیسا کہ گذری نقل اوسکی صاحب سیرت شامی شافعی المذہب سے اور قول علیہ السلام کا اتبعوا السواد الاعظم اور قول حضرت

لو كان الدين عند الثريا لذهب به رجل من ابناء فارس حتى

تناوله دلیل روشن ہے اسپر کہ مذہب عیسی علیہ السلام کا موافق مذہب ابیحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہوگا اور مذہب ابیحنیفہ کا [illegible] آخر تک رہیگا جیسا کہ کہا اہل کشف نے تصریح کی اسکی امام عبدالوہاب

ترجمہ کہا یحیی بن معین نے قرأت میرے نزدیک قرأت حمزہ کی ہے اور فقہ فقہ ابو حنیفہ کی ہے اور اسی پر پایا میں نے لوگوں کو ... [illegible] ... سلطنت عباسیہ ... [illegible] ... تقریبا

شعرانی نے میزان میں وقال فی در المختار بعدہٗ وقد اتبعه على مذهب كثير من الاولياء
الكرام ممن اتصف بثبات المجاهدة وركض فی میدان المشاهدة كابراهيم بن
ادهم وشقيق البلخی ومعروف الكرخی وابی يزيد البسطامی وفضيل بن عياض وداؤد الطائی
وابی حامد اللفاف وخلف بن ايوب وعبد الله بن المبارك ووكيع بن الجراح وابی بكر بن الوراق وغيرهم
ممن لا يحصى لبعده ان يستقضی انتهى وقال الشامی فی رد المحتار فی شرح در المختار قوله اشتهار
مذهبه ای فی عامة بلاد الاسلام بل فی كثير من الاقاليم والبلاد لا يعرف الا مذهبه
كبلاد الروم والهند والسند وما وراء النهر وسمرقند الخ ثم قال قوله الی ان يحكم بمذهبه عيسى عليه
السلام تبع فيه القهستانی وكانه اخذه مما ذكره اهل الكشف ان مذهبه اخر المذاهب انقطاعاً
فقد قال الامام الشعرانی فی الميزان ما نصه قد تقدم ان الله تعالى لما من علیّ بالاطلاع
على عين الشريعة رايت المذاهب كلها متصلة بها ورايت مذاهب الائمة الاربعة تجری جداولها
كلها ورايت جميع المذاهب التی اندرست قد استحالت حجارة ورايت اطول الائمة جدولا الامام
ابا حنيفة ويليه الامام مالك ويليه الامام الشافعی ويليه الامام احمد واقصرهم جدولا الامام
داؤد وقد انقرض فی القرن الخامس فاولت ذلك بطول زمن العمل بمذهبهم وقصره فكما
كان مذهب الامام ابی حنيفة اول المذاهب المدونة فكذلك يكون اخرها انقراضاً
وبذلك قال اهل الكشف انتهى والله اعلم وعلمه احكم

محمد قطب الدین

ذلك كله حق والاعتقاد والعمل به مستحق

محمد شمس

ذلك كله حق والاعتقاد والعمل به مستحق

عبد الحمید

محمد کمال عفی عنہ

یہ رسالہ تو فیر الحق ہینی حرفاً حرفاً مطالعہ کیا اللہ تعالیٰ
مصنف کو جزائی خیر دیگا اور سلف سی ایسا ہی دیکھا گیا ہو کہ سب علما مذہب کی تاکید میں چلی آئی ہیں۔
چنانچہ پہلے اس سے بھی ایکمرتبہ شور مچا تہا اوسکی دفع کرنیمیں مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب نے بڑی کوشش
کی تہی اور رسالہ عدم رفع الیدین اور منع قراۃ خلف الامام و اخفاء آمین میں تالیف کیا تہا اور وہ دونوں
رسالہ مولوی صاحب کے میری پاس موجود ہیں اور یہی پایا اوستاد مولوی نذیر حسین صاحب کی کو فقیہ اجل عالم باعمل

والدی ماجدی جناب مولوی محمد عبد الخالق مرحوم کہ اونہوں نے تنبیہ الضالین میں تحریر کرکر مہر اپنی کی

ہیں من شاء فلینظر الیہ یہ رسالہ من اولہ تا آخرہ مینے دیکہا واقع میں کتاب بے نظیر ہے اور عوام

وخواص کے دلپذیر ہے ما رایت وما سمعت مثلہ منہ الشباب وان ہذا الشئ عجاب مختصر کلام یہ ہے کہ

جناب مولانا مولوی محمد اسحاق مرحوم نے مائۃ مسائل میں لکہا ہے کہ جو مذہب اربعہ کو بدعت کہے نماز نفل

اوسکی کچہہ مقبول نہ ہوگی اور سب بیان مشہور اہو جاویگی من شاء فلیطالع فیہ فی جواب سوال ستین و

ثلث اور یہ چراغ دین محمدی سی روشن ہے اسکو کوئی بجہا نہیں سکتا ونعم ما قیل ع

چراغی را کہ ایزد برفروزد ہر انکس تف زند ریشش بسوزند

[illegible] تنبیہ الحق [illegible] بالقول [illegible] فی وجوب التقلید [illegible]

کا یعنی جناب مولنا محمد قطب الدین سلمہ اللہ تعالی کا من اولہ تا آخرہ حق وصحیح و درست قابل قبول

والعمل ہے فماذا بعد الحق الا الضلال اور کسی کج فہم کی یہ خیال میں گذری کہ صاحب درمختار و حضرت

مجدد و خواجہ محمد پارسا و ملا علی قاری وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم نے جو لکہا عیسی علیہ السلام مذہب ابی حنیفہ رح

پر عمل کرینگے تو یہ بات کیونکر ہو سکے کہ وہ نبی اور مجتہد ہیں اور تقلید مجتہد کی مجتہد کو حرام ہی بالاجماع

اسواسطے کہ معنی اون عبارتوں کے یہ نہیں جو یہ شخص سمجہتا ہے بلکہ معنی یہ ہے کہ عیسی ع عمل کرینگے باین طور

کہ ہوگا اجتہاد اونکا موافق مذہب ابی حنیفہ رح کے ہوگا فقط واللہ اعلم بالصواب حررہ عبد المسکین

محمد ضیاء الدین مسکین رسالہ ہذا من اولہ الی آخرہ بنظر تعمق مطالعہ

نمود موافق مذہب اہل سنت وجماعت یافت والحق سالک مسالک مذہب واحد بر صراط مستقیم ست

خصوصا بر مذہب حنفی کہ معتمد علیہ سواد اعظم است کہ اکثر از اہل اسلام متبع ابی حنیفہ گزشتہ اند علیہم الرضوان

ودر اصول و فروع بر سائر مذہب فوقیت دارند آیا نمی بینی کہ امام اعظم رح در اتباع سنت سنیہ علیہ

الصلوۃ والسلام از ہمہ ائمہ مقدم است کہ احادیث مرسل وقول صحابی را بواسطہ نزدیکی صحبت خیر البشر

علیہ الصلوۃ والسلام برای خود مقدم دارد بر خلاف دیگر ائمہ رح کہ بر قیاس خود قول صحابی را تقدیم

نمیدہند عجب می کند بر آں کسانیکہ باوجود ایں احتیاط آنرا از اصحاب الرای میدانند وکلام بے ادبانہ

و ناشائستہ بہ نسبت آں بزرگان میرانند حالانکہ جم غفیر از پیشینیان بر کمال فضل و علم و ورع و تقوی او مقراند اللہ تعالیٰ اینہا را براہ راست آورد کہ اینچنین رئیس دین را آزار رسانند و متبعان آنہا کہ سواد اعظم اند نسبت بضلالت نمایند و. ن آنجا عہ نباشند کہ در شان آن آیہ کریمہ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یطفئو نور اللہ بافواہہم واقع است چرا کہ بزعم فاسد خود ایشان را اصحاب رای می پندارند و تابع کتاب و سنت نمی شمارند حالانکہ تارک کتاب و سنت ضال و مبتدع است بلکہ از احاطۂ اسلام خارج است این اعتقاد فاسد نمیکند مگر جاہلیکہ مقصودش ابطال نصف دین باشد ناقصی اضداد احادیث را یاد کردہ و بزعم ناقص خود احکام شرعیہ را در آن منحصر دانستہ و ماسوای معلوم خود را معدوم انگاشتہ و بر تقصیر عدم فہم خود قائل نگشتہ و آنکہ نزد او ثابت نشدہ است آنرا منتفی ساختہ و زبان طعن را کشادہ مثل فرقۂ خوارج و روافض گشتہ **قطعہ** قاصری گر کند این طائفہ را طعن قصور + حاش للہ کہ برآرم بزبان این گلہ را + ہمہ شیران جہان بستۂ این سلسلہ اند + روبہ از حیلہ چسان بگسلد این سلسلہ را + ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا وہب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوہاب ۵

حررہ شیخ رحیم بخش دہلوی الملقب بمحمد مسعود نقشبندی

الرسالہ فضیلۃ الضیا المبین و ہو الصالحین

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین اما بعد

نِظَامُ الاسلام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا وَّشَاکِرًا وَّمُسَلِّمًا

کیا جواب دیتے ہیں ای علمای دیندار ان سوالوں کا اللہ تعالی تمپر رحمت کری

پہلا سوال حنفی جو شروع نماز کی تکبیر میں کانوں تک ہاتھ اوٹھاتی ہیں اسپر کیا دلیل ہی؟ **جواب** حدیث ہی پہلی جلد مشکوٰۃ شریف کی ۲۰۸ صفحہ میں عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ رض قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ إِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا أُذُنَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا أُذُنَيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ روایت ہی مالک بن حویرث سی رض کہا کہ تہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے اوٹھاتے اپنے دونوں ہاتہوں کو یہانتک کہ برابر کرتے اپنے دونوں کانوں کے اور ایک روایت میں ہے یہانتک کہ مقابل کرتے دونوں ہاتہوں سے اپنے دونوں کانوں کے لہروں کو بخاری اور مسلم نے روایت کی وَفِي الْمِشْكٰوةِ وَفَتْحِ الْقَدِيْرِ وَجَامِعِ الْاُصُوْلِ وَتَيْسِيْرِ الْوُصُوْلِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ اَنَّهٗ اَبْصَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى كَانَتَا بِحِيَالِ مَنْكِبَيْهِ وَحَاذٰى اِبْهَامَيْهِ اُذُنَيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ وَفِيْ رِوَايَةٍ يَرْفَعُ اِبْهَامَيْهِ اِلٰى شَحْمَتَيْ اُذُنَيْهِ اور یہی مشکوٰۃ کو ۲۵۱

۲۵

اسیطرح بخوبی گذری ۔ اتفاق اور محبت سے مسلمانوں کی آپسمیں اوقات بسر ہوئی ۔ سب نے اختیار کی چند مدت کی جرأت کہ مہدوی راہ اسلام از سر نو تین سرکی اور بدعت مسجدیں آباد ہوگئیں بلکہ ہدایت گرم ہوگیا سینکڑوں اونکے خلفاء کی سعی سے بازار کیطرف تشریف لیگئے ولائت

اور برس گذری ہونگی کہ بعض نام علم لوگوں نے حضرت کی خبر سنکر اپنی ناموری اور جاہلوں میں عزت بڑہانیکو اور دین کے ... اور ایک وہ اپنا علیحدہ مقرر کر کے دین محمدی میں رخنہ ڈالا

صفحہ میں اور فتح القدیر اور جامع الاصول اور تیسیر الوصول میں وائل بن حجر سے
مقرر دیکھا اونہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو جب کہڑے ہوئے نماز کو اوٹھائی آپنی
اپنی ہاتہہ یہانتک کہ ہوئے وہ برابر اونکے مونڈہوں کے اور برابر کیا آپنی انگوٹہونکو اپنے
کانوں کے پہر تکبیر کہی اور ایک روائت میں ہی کہ اوٹہاتے تھے اپنی انگوٹھی اپنی کانونکے
لونک اور اسی مضمون کی حدیث ہدایہ اور کافی اور تبیین الحقائق اور لمعات التنقیح اور
بحر الرائق میں ہی لیکن مضمون میں کچھ اختلاف ہی طوالت کے خوف سی ہر ایک کتاب کے
عبارت بالتفصیل نہیں لکہی گئی **دوسرا سوال** حنفی جو ناف کے نیچے
ہاتہہ باندھتے ہیں اسپر کیا دلیل ہے؟ **جواب** تیسیر الوصول کے ۲۱۶ صفحہ میں
حدیث ہے عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَۃَ رَضِ اِنَّ عَلِیًّا رَضِ اَلسُّنَّۃُ وَضْعُ الْکَفِّ فِی
الصَّلٰوۃِ وَاَنْ یَّضَعَھَا تَحْتَ السُّرَّۃِ اَخْرَجَہٗ رَزِیْنٌ روائت ہے ابی جحیفہ
رض سے مقرر علی رض نے فرمایا سنت ہے ہاتہہ رکھنا نماز میں اور رکھنا اوسکا
نیچے ناف کے اور احمد اور ابو داؤد اور دارقطنی اور بیہقی کی روائت میں ہی حضرت
سے کہ فرمایا السنۃ وَضْعُ الْکَفِّ عَلَی الْکَفِّ تَحْتَ السُّرَّۃِ یعنی سنت ہی رکھنا ہاتہہ
کا دوسرے ہاتہہ پر نیچے ناف کے اور ہدایہ اور بحر الرائق اور کفایہ اور عنایہ اور نہایہ
اور کافی میں بہی اسی مضمون کی حدیث ہی صرف لفظ میں اختلاف ہی اور
معنی میں اتفاق اور بحر الرائق میں ہے عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
اَنَّہٗ قَالَ ثَلٰثٌ مِّنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِیْنَ وَذَکَرَ مِنْ جُمْلَتِھَا وَضْعَ الْیُمْنٰی
عَلَی الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّۃِ یعنے تین چیزیں ہیں پیغمبروں کی سنت سی اور بیان
کیا ان تین سے رکھنا داہنی ہاتہہ کا بائیں ہاتہہ پر نیچے ناف کے **تیسرا سوال**
حنفی جو پکار کر نماز میں بسم اللہ نہیں پڑہتے بلکہ آہستہ اسکی کیا دلیل ہی؟

جواب مشکوٰۃ شریف کے ۲۶۰ صفحہ میں حدیث ہے عَنْ اَنَسٍ رضی اَنَّ
النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَکْرٍ وَّ عُمَرَ کَانُوْا یَفْتَتِحُوْنَ الصَّلٰوۃَ
بِالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اَخْرَجَہٗ مُسْلِمٌ انس نے کہا مقرر نبی صلے اللہ
علیہ وسلم اور ابوبکر او عمر رضہ شروع کرتے تھے نماز الحمد للہ رب العالمین سے نکالا
اوسکو مسلم نے اور تیسیر الوصول کے ۲۱۸ صفحہ میں انس سے روائت ہی عن
انس رض قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ
وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِّنْہُمْ یَقْرَءُ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اخرجہ السنۃ روائت ہی انس رضہ سے کہا نماز پڑھی مینی نبی صلی اللہ علیہ و
سلم اور ابوبکر اور عثمان اور عمر رضہ کے ساتھ سو نہیں سُنا مینی اونمیں سے کسیکو
کہ پڑہتے بسم اللہ الرحمن الرحیم نکالا اوسکو بخاری اور مسلم اور ترمذی اور
ابوداؤد اور مالک اور نسائی نے اور کافی میں ہے قولہ علیہ السلام
ثَلٰثٌ یُخْفِیْہِنَّ الْاِمَامُ التَّعَوُّذُ وَالتَّسْمِیَۃُ وَاٰمِیْنَ فرمایا علیہ السلام
نے تین چیزیں ہیں کہ آہستہ کہیگا انہیں امام تعوذ اور تسمیہ اور آمین وروی ابن
مسعود رض عنہ مَا جَہَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالتَّسْمِیَۃِ فِی
صَلٰوۃِ الْمَکْتُوْبَۃِ اور روائت کیا ابن مسعود رضہ نے نہیں پکار کر کہا رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے بسم اللہ کو فرض کی نماز میں اور شرح مختصر وقایہ میں ملا علی قاری
سے ہے وفی لفظ مسلم فَکَانَ یَفْتَتِحُوْنَ الْقِرَاءَۃَ بِالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ
لَا یَذْکُرُوْنَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا
مِّنْہُمْ یَجْہَرُ بِبِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَرَوَاہُ النَّسَائِیُّ وَالدَّارَقُطْنِیُّ وَ
احمد بن حبان وَکَانُوْا لَا یَجْہَرُوْنَ بِبِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہوگیا لوگ متفرق ہوگئے ایک کل
ایک کا مخالف بن گیا یہ حال
دیکھ کر اور اوس طریقہ کو
خلاف حکم خدا و رسول و خلاف
مرضی حضرت امیر المومنین کے
سمجھ کر علما اور فضلا نے عموماً
اور حضرت کے خلفا نے خصوصاً
دروازہ نصیحت کا کھولا اور

کردہ کام دین کا جو سبب
اور کئی ایسی پھوٹ ہوئی
کا مخالف بنا اور پر بعض
خاوند جورو کا اور نوکر آقا
کا اور بھائی بھائی کا اور
پڑ گئی یہانتک کہ باپ بیٹی
فساد مسلمانوں میں

وفی اثار الطحاوی ومعجم الطبرانی وحلیۃ ابن نعیم ومختصر ابن خزیمۃ

فکانوا یسترون بسم اللہ الرحمن الرحیم اور مسلم کی عبارت میں ہے
شروع کرتے تہی اصحاب نبی کے نماز کو الحمد للہ رب العالمین کے ساتھ نہ کہتے تہے بسم اللہ
الرحمن الرحیم اور ایک روایت میں ہی نہیں سنا میں نے اونمیں سے کسی کو کہ پکار کر پڑہی
بسم اللہ الرحمن الرحیم اور روایت کیا اسکو نسائی اور دارقطنی اور احمد اور ابن حبان
نے سوتے نہیں پکار کر پڑہتے بسم اللہ الرحمن الرحیم اور آثار طحاوی اور معجم طبرانی
اور حلیہ ابن نعیم اور مختصر ابن خزیمہ میں ہے کہ آہستہ کہتے تہے اصحاب نبی کے
بسم اللہ الرحمن الرحیم اور لمعات التنقیح اور فتح القدیر میں ہے قد روی الطحاوی
عن ابن عباس رضی اللہ عنہما انہ لم یجہر النبی صلی اللہ علیہ وسلم
بالبسملۃ حتی مات روایت کی طحاوی نے ابن عباس رض سے پکار کر نہیں
کہا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو یہانتک کہ وفات پائی

چوتھا سوال حنفی نماز میں امام کے پیچہے سورہ فاتحہ نہیں پڑہتے
اسکی کیا دلیل ہے؟ **جواب** تیسیر الوصول کے ۱۱۵ صفحہ میں حدیث
ہے عن جابر رض قال من صلی رکعۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن
فلم یصل الا وراء الامام اخرجہ مالک والترمذی جابر رض
سے ہی جسنے نماز پڑہی ایک رکعت اور نہ پڑہی اوسمیں سورہ فاتحہ تو نہ پڑہی اوسنے
نماز مگر امام کے پیچہے یہ حکم نہیں ہے اور پہلی جلد مشکوۃ شریف کے ۱۲۰ صفحہ
میں ہے عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا
رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ روایت ہے ابوہریرہ رض

سے کہا فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مقرر ٹہیرایا گیا ہے امام اسلئے
کہ پیروی کیجاوے اوسکی سو جب وہ تکبیر کہے تم تکبیر کہو اور جب وہ قرآن پڑہے
تم چپ ہو رہو روائت کیا اوسکو ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے اور
جامع الاصول اور مالک کی موطا میں بہی اس مضمون کی حدیثیں ہیں اور مسند
امام ابوحنیفہ میں اور لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح اور شرح مختصر الوقایہ اور
فتح القدیر میں ہے عن جابر رض اَنَّ رَجُلًا قَرَءَ خَلْفَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الظُّھْرِ اَوِ الْعَصْرِ وَاَوْمٰی اِلَیْہِ رَجُلٌ فَنَھَاہُ فَلَمَّا انْصَرَفَ
قَالَ اَتَنْھَانِیْ اَنْ اَقْرَءَ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَذَاکَرَا
ذٰلِکَ حَتّٰی سَمِعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَۃُ الْاِمَامِ قِرَاءَۃٌ لَہٗ جابر سے روائت
ہے کہ قرأت کیا یعنی کوئی سورہ پڑہا ایک شخص نے پیچہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم
کے نماز ظہر یا عصر کی نماز میں اور اشارہ کیا اوسکی طرف ایک آدمی نے سو
منع کیا اوسکو پہر جب پڑہ چکا کیا اوسنے منع اوسکو پہر جب پڑہ چکا کہا اوسنے
کیا منع کیا تونے مجکو رسول صلعم کے پیچہے قرآن پڑہنے سے سو بحث ہوئی اونمیں
اور وہ سماعت میں پہنچی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سو فرمایا رسول اللہ صلعم نے
جس کسی کا کہ امام ہو تو قرأت اوسکے امام کی اوسکے لئے قرأت ہے یعنی قرأت
امام کی مقتدی کیلئے کافی ہے اور شیخ عبدالحق نے مشکوٰۃ کے ترجمے میں لکہا
ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور بخاری اور مسلم کے سوا سب نے اسکو روائت
کیا ہے اور شرح مختصر الوقایہ میں اور جامع للاصول اور فتح القدیر میں ہے عن
ابن عمر رض اَنَّہٗ کَانَ اِذَا سُئِلَ ھَلْ یَقْرَءُ اَحَدٌ مَعَ الْاِمَامِ

میں پہر بعد اسکے اور باتیں سکہاتے ہیں جیسا علما سلف اور خلف سے فقہ سے اور تفسیر اور علم کلام علمای سنت و جماعت سے اور اکثر مسائل شرعی سے جو اونکی فہمش کے برخلاف ہو گردان پیدا اعتقاد کروادیتے ہیں پہر ایسی بہانوں نیچے بیچارے مسلمانوں کا ایمان کہوتے ہیں اور جاہلوں نی

فریب کی چال میں پہنسا لیتے کرکے نادانوں کو بہی ایسی جہگڑے طرح پر نئے مذہب والے منظور ہو دیکہ لے اسی حقیقت لکہی ہے جسکو کی

قَالَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ مَعَ الْاِمَامِ فَحَسْبُهٗ قِرَاءَةُ الْاِمَامِ وَاِذَا صَلّٰی
وَحْدَهٗ فَلْیَقْرَءْ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی جب سوال کیا اوسسی کیا قرآن
پڑہے کوئی امام کیساتہہ فرمایا جب پڑہی کوئی تم میں سی نماز امام کیساتہہ توکفایت کرتا ہی
اوسکو امام کا قرآن پڑہنا اور جب اکیلا نماز پڑہی تو چاہئی کہ قرآن پڑہی اور فتح القدیر
اور لمعات التنقیح میں ہی رَوٰی مُحَمَّدٌ فِیْ مُوَطَّاهُ سُئِلَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ
عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ قَالَ اَنْصِتْ وَیَکْفِیْکَ الْاِمَامُ روایت کیا امام
محمد نے اپنی موطا میں سوال کیا عبداللہ بن مسعود کو قرآن پڑہنی کے مقتدی ہیں امام کے پیچہے فرمایا
چپ ہو رہو اور بس ہی تجہکو امام کا قرآن پڑہنا اور کفایہ اور کافی اور عنایہ اور نہایہ میں ہے
قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَءَ خَلْفَ الْاِمَامِ فَفِیْ فِیْهِ جَمْرَةٌ وَفِی الْکِفَایَةِ وَ
الْکَافِیْ قَالَ عَلِیٌّ مَنْ قَرَءَ خَلْفَ الْاِمَامِ فَقَدْ اَخْطَأَ الْفِطْرَةَ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے جو قرآن پڑہی پیچہی امام کے بہرتا ہی وہ موںہہ اپنی میں چنگاری آگ کی اور کفایہ اور کافی
میں ہے فرمایا علی نے جسنے قرآن پڑہا پیچہی امام کے مقرر اوسنی چہوڑ دی قدیم چال وعن
سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ وَزَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ مَنْ قَرَءَ خَلْفَ الْاِمَامِ فَلَا صَلٰوةَ لَهٗ
سعید بن ابی وقاص اور زید بن ثابت رض سی روایت ہی کہ جسنی قرآن پڑہا پیچہی امام کے
اوسکی نماز درست نہیں اور کفایہ اور کافی اور نہایہ اور شرح مختصر الوقایہ اور عنایہ
میں ہی وَمَنْعُ الْمُقْتَدِیْ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَاثُوْرٌ مِنْ ثَمَانِیْنَ نَفَرًا مِنْ کِبَارِ
الصَّحَابَةِ ممنوع ہونا مقتدی کا قرآن پڑہنی سے روایت ہی اسکی اسّی آدمیوں
بڑی اصحابوں میں سی اور فتح القدیر اور لمعات التنقیح اور شرح مختصر الوقایہ میں ہی
عبداللہ بن عمر و زید بن ثابت و جابر بن عبداللہ قالوا لا تقرءوا
خلف الامام فی شیء من الصلوۃ وعن جابر قال لا تقرء

خلف الامام ان جهر ولا ان خافت وعن ابن مسعود رض
نحوہ عبداللہ بن عمر اور زید بن ثابت اور جابر بن عبداللہ رض نے فرمایا کہ
قرآن مت پڑھ پیچھے امام کے کسی نماز میں اور جابر نے کہا ہے نہ پڑھ تو قرآن
پیچھے امام کے پکار کر پڑھتا ہو یا چپکے اور عبداللہ بن مسعود رض سے بھی اسی طرح کے
روایت ہے **پانچواں سوال** حنفی جو نماز میں آمین پکار کے نہیں پڑھتے
اونکی کیا دلیل ہے **جواب** دارقطنی نے اپنے سنن میں اور حاکم نے مستدرک میں
جو حدیث کی معتبر اور مشہور کتابیں ہیں لکھا ہے عن وائل رض انہ صلی اللہ
علیہ وسلم لما بلغ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال
آمین واخفی بہا صوتہ رواہ احمد وابوداؤد روایت ہے وائل رض سے
مقرر نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب پہنچے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین تک کہا آمین اور
پوشیدہ کی اپنی آواز اور مختصر الوقایہ میں مصنف سے عبدالرزاق محدث کی اور بحر الرائق
میں ابن شیبہ سے ابراہیم نخعی رض کی روایت کو لکھا ہے قال اربع یخفیہن الامام
التعوذ وبسم اللہ واللہم ربنا لک الحمد وآمین کہا چار چیزیں ہیں کہ
پوشیدہ کہو اونہیں امام اعوذ باللہ اور بسم اللہ اور اللہم ربنا لک الحمد اور آمین
اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح نے مشکوۃ شریف کے شرح عربی اور شرح
سفر السعادت میں لکھا ہے عن عمر بن الخطاب رض انہ قال یخفی
الامام اربعۃ اشیاء التعوذ والبسملۃ وآمین وسبحانک اللہم
وعن ابن مسعود مثلہ روایت ہے عمر بن الخطاب سے مقرر فرمایا اونہوں نے
کہ پوشیدہ پڑھیگا امام چار چیزیں اعوذ باللہ اور آمین اور سبحانک اللہم اور عبداللہ
بن مسعود رض سے بھی اسی طرح کی روایت ہے وفی الہدایۃ لقول ابن

وسلم ستکون هنات وهنات فمن رایتموه فارق الجماعة او یرید ان یفرق امة محمد کائنا من کان فاقتلوه فان ید الله علی الجماعة وان الشیطان مع من فارق الجماعة یرکض اخرجه مسلم عن عرفجة رضی روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری پیچھے بری چال ہیلیگی سو جسکو دیکھو تم جدا ہوا جماعت سے یا وہ ارادہ رکھتا ہے تفرقہ ڈالنے کا محمد کی امت میں جو کوئی ہو مار ڈالو اوسکو کیونکہ ہاتھ اللہ کا

مَسْعُوْدٍ رض اَرْبَعٌ یُخْفِیْھِنَّ الْاِمَامُ وَذَکَرَ مِنْھَا التَّعَوُّذَ وَالتَّسْمِیَۃَ وَالتَّامِیْنَ ہدایہ میں لکھا ہے عبد اللہ بن مسعود کی روائت سے چار چیزیں کہ پوشیدہ کہی اونکو امام اور بیان کیا اونمیں سے اعوذ باللہ اور آمین اور تخریج احادیث الہدایہ اور فتح القدیر میں ہے کہ احمد اور ابوداود اور طیالسی اور ابویعلی اور طبرانی اور دارقطنی اور حاکم نے روائت کی وائل سے اور اونہی اپنے باپ سے اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَلَغَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ قَالَ اٰمِیْنَ وَاَخْفٰی بِھَا صَوْتَہٗ مقرر حضرت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب پہنچے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین تک فرماتے آمین اور پوشیدہ کرتے ساتھ اسکے اپنی آواز کو۔

چھٹا سوال حنفی جو سوا شروع کی تکبیر کے سو وقت ہاتھ نہیں اوٹھاتے اسکی کیا دلیل ہے **جواب** تیسیر الوصول کے ۲۱۵ صفحہ اور جامع الاصول میں ہے عن براء قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ رَفَعَ یَدَیْہِ اِلٰی قَرِیْبٍ مِّنْ اُذُنَیْہِ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ اخرجہ ابو داؤد روائت ہے براء سے کہا دیکھا مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب شروع کرتے نماز بلند کرتے ہاتھوں کو اپنے کانوں کے نزدیک تک پھر نہ دہراتے نکالا اسکو ابوداود نے اور تیسیر الوصول کے اوسی ۲۱۵ صفحہ میں ہے عن علقمۃ رض قَالَ لَنَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ رض یَوْمًا اَلَا اُصَلِّیْ بِکُمْ صَلٰوۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰی وَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْہِ اِلَّا مَرَّۃً وَّاحِدَۃً مَعَ تَکْبِیْرَۃِ الْاِفْتِتَاحِ اَخْرَجَہٗ اَصْحَابُ السُّنَنِ روائت ہے علقمہ رض سے کہا فرمایا ہمکو عبد اللہ بن مسعود رض نے ایکدن بتاتا ہوں میں تمکو نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھر نماز پڑہی اور نہ اوٹھائے اپنے ہاتھ مگر ایکدفعہ شروع تکبیر کے ساتھ نکالا اسکو ترمذی اور نسائی اور ابوداود نے وفی تشبین

الحقائق قال ابن مسعود رض صلیت مع النبی صلی الله علیه و
سلم وابی بکر وعمر فلم یرفعوا ایدیهم الا عند افتتاح الصلوة یعنی
ابن مسعودؓ نے نماز پڑھی میں نے نبی صلعم کیساتھ اور ابو بکر او عمر رضی الله عنہما کے
سو نہ اوٹہائی اونہوں نے اپنی ہاتھ مگر نماز کے شروع میں و فی الکفایة والکا
والعنایة والنہایة قال ابن عباس رض ان العشرة المبشرة بالجنة
رضی الله عنهم ما کانوا یرفعون ایدیهم الا فی افتتاح الصلوة
اور کہا ابن عباس رضؓ نے مقرر عشرہ مبشرہ یعنی دس اصحاب بہشتی رضؓ نہ اوٹہاتے
تھے وہ اپنے ہاتھ مگر نماز کے شروع میں و فی شرح مختصر الوقایة عن
براء بن عازب قال کان النبی صلی الله علیه وسلم اذا کبر لافتتاح
الصلوة یرفع یدیه حتی یکون ابهاماه قریبا من شحمتی اذنیه
ثم لا یعود روایت ہی براء بن عازبؓ سی کہا تھی نبی صلے الله علیه وسلم جب
تکبیر کہتے شروع نماز میں اوٹہاتے تھے اپنے ہاتھ یہانتک کہ پہنچتی دونو انگوٹہی
اونکی دونوں کانوں کی لہر تک پہر نہ دہراتے اور جامع الاصول اور بحر الرائق
اور تبیین الحقائق میں ہی قال جابر رض رأیت رسول الله صلی الله علیه
وسلم رفع یدیه حین افتتح الصلوة ثم لا یرفعها حتی انصرف
اخرجه ابو داؤد اور کہا جابر رضؓ نے دیکہا میں نے رسول الله صلے الله علیه و
سلم کو بلند حضرت نے اپنے ہاتہو نکو شروع نماز کے وقت پہر نہ اوٹہاتے
اونکو جبتک کہ پڑہ چکتے نماز نکالا اوسکو ابو داؤد نے و روی الطحاوی
والطبرانی باسناده الی ابن عمر وابن عباس رض ان النبی صلی
الله علیه وسلم لا یرفع الایدی الا فی سبع مواطن فی افتتاح الصلوة

تو ہر ذلیل ہی قوم پہلے ایمان لائی تھی اور جسم شرفا غریب نام رکہتے تھے اور طعن کرتے تھے سو اسکا جواب یہ ہی کہ اونکی رذالت کو اسلام کی شرافت نے کہو دیا تھا اور طرف مقابل میں اونکی کفار رہتے کہ بڑی رذالت کفر کی رکہتے تھے اور یہاں تو طرف مقابل میں

وَفِي تَكْبِيرِ الْقُنُوتِ فِي الْوِتْرِ وَفِي الْعِيدَيْنِ الحديث روایت کیا طحاوی نے
اور طبرانی نے جو دونوں کتابیں جو معتبر حدیثیں کی ہیں اپنی سند سی کہ ابن عمر اور
ابن عباس کیطرف ہتی ہیں مقرر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوٹہائی جاویں ہاتہہ
مگر سات جگہہ نہیں نماز کے شروع میں اور قنوت کی تکبیر جو وتر میں ہی اور عیدین کی
نماز میں آخر حدیث تک اور مسند امام ابو حنیفہ میں ابراہیم نخعی سی بہی بعینہ یہ حدیث مروی
ہی اور کفایہ اور نہایہ اور کافی جو فقہ کی معتبر کتابیں اور مشہور ہیں یہ دلیل لکہا ہے
وَمِنْ قَوْلِ ابْنِ مَسْعُودٍ رض رَفَعَ النَّبِيُّ صلعم فَرَفَعْنَاهُ وَتَرَكَ فَتَرَكْنَاهُ فرمایا
ابن مسعود رض نے اوٹہائی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتہہ اوٹہائی ہمنی اور چہوڑ دیا
حضرت تو چہوڑ دیا ہمنی اوسے اور نہایہ اور عنایہ میں جو ہدایہ کی شرح ہے لکہا ہے
أَنَّ عَبْدَ اللهِ ابْنَ زُبَيْرٍ رض رَأَى رَجُلًا يُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَيَرْفَعُ
عِنْدَ الرُّكُوعِ وَعِنْدَ رَفْعِ الرَّأْسِ مِنْهُ فَلَمَّا فَرَغَ مِنَ الصَّلٰوةِ قَالَ لَهُ لَا تَفْعَلْ
فَإِنَّ هٰذَا شَيْءٌ فَعَلَهُ رَسُولُ اللهِ صلعم ثُمَّ تَرَكَهُ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ
عنہ نے دیکہا ایک شخص کو نماز پڑہتی ہوئی مسجد الحرام میں اور وہ اوٹہاتا تہا رکوع
کیوقت اور رکوع سی سر اوٹہانے کیوقت پہر جب پڑہ چکا نماز کہا اوسکو مقرر
یہ ایک چیز ہے کہ کیا تہا اوسکو رسول اللہ صلعم نے پہر چہوڑ دیا اسکو اور تبیین الحقائق
اور شرح مختصر الوقایہ میں ہی روایت جابر بن سمرة قال خرج علینا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فقال مالی اریکم رافعی ایدیکم کانہا اذناب
خیل شمس اسکنوا فی الصلوة شمس ای صعب جابر بن سمرہ رض نے کہا
آئے ہمارے سامنے رسول اللہ صلعم پہر فرمایا کیا سبب ہی کہ دیکہتا ہوں میں تمکو
اوٹہانے والے ہاتہوں کو اپنے گویا دم گہوڑوں کے سخت ہی قرار پکڑو نماز میں

اون کی مسلمان ہیں علاوہ اسکے شرافت علمی اور عملی پر اسپر قیاس نہیں ہو سکتا وہاں فقط اعتقاد اور افعال کا اللہ کی تفصیل سے رذالت کو او کسی شائستہ کر مقبول بارگاہ ہوئے اور یہاں تعالیٰ

فاسدہ اور اعمال باطلہ

یعنی حرکت نہ کرو نماز میں اور نہایہ میں ہے وَحِیْنَ رَاٰی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقْوَامًا یَرْفَعُوْنَ اَیْدِیَہُمْ فِی الصَّلٰوۃِ عِنْدَ الرُّکُوْعِ وَعِنْدَ رَفْعِ الرَّاْسِ مِنَ الرُّکُوْعِ فَقَالَ مَالِیْ اَرٰکُمْ رَافِعِیْ اَیْدِیْکُمْ کَاَنَّہَا اَذْنَابُ خَیْلٍ شُمْسٍ اُسْکُنُوْا فِی الصَّلٰوۃِ وَفِیْ کُفُوْا فِی الصَّلٰوۃِ جب دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اوٹھاتی تھی اپنی ہاتھوں کو نماز میں رکوع کیوقت اور رکوع سی سر اوٹھانیکی وقت تو فرمایا کیا وجہ ہے کہ دیکھتا ہوں میں تمکو اوٹھانیوالی ہاتھوں کو اپنے کو دم گھوڑوں کی جو سخت بیقرار ہیں ٹھہرو نماز میں اور دوسری روایت میں ٹہیری ہے نماز میں یعنی ہاتھوں کو حرکت مت دو

ساتواں سوال

حنفی جو صبح کی نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑہتے اسکی کیا دلیل ہے؟

جواب

حدیث ہے سندی ترجمہ کی پہلی جلد مشکوۃ شریف کی ۳۰۴ صفحہ میں عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَہْرًا ثُمَّ تَرَکَہٗ رواہ ابو داؤد والنسائی روایت ہے انس رض سے مقرر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت پڑہی مہینہ بہر پہر چھوڑ دیا اوسکو نکالا اسکو ابو داؤد اور نسائی نے اور اوسی کی ۳۰۴ صفحہ میں ہے عَنْ اَبِیْ مَالِکِ الْاَشْجَعِیِّ رض قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ یَا اَبَتِ اِنَّکَ قَدْ صَلَّیْتَ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلعم وَاَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِیٍّ ہٰہُنَا بِالْکُوْفَۃِ نَحْوًا مِنْ خَمْسِ سِنِیْنَ اَکَانُوْا یَقْنُتُوْنَ قَالَ اَیْ بُنَیَّ مُحْدَثٌ اخرجہ الترمذی والنسائی وابن ماجۃ روایت ہے مالک ابی اشجعی رض سے پوچھا میں اپنی باپ سے البتہ نماز پڑہی تم نے رسول اللہ صلعم کے اور ابو بکر اور عمر اور عثمان اور علی رض کے ہاں کوفہ میں قریب پانچ برس کے کیا قنوت پڑہتے تھے وہ کہا اوس نے اے میرے لڑکے یہ بدعت ہے نکالا اسکو ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے

۳۵

نے تیسیر الوصول کے ۲۳۳ صفحہ میں ہے قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ
سَلَّمَ شَہْرًا بَعْدَ الرُّکُوْعِ فِیْ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ وَفِیْ رِوَایَۃِ اَبِیْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِیْ
قَنَتَ شَہْرًا ثُمَّ تَرَکَہٗ قنوت پڑھی رسول اللہ صلعم نے مہینہ بھر بعد رکوع کے
صبح کی نماز میں اور روایت میں ابو داؤد اور نسائی کے ہی کہ قنوت پڑھی حضرت نے
ایک مہینہ پھر چھوڑ دیا اسکو **آٹھواں سوال** حنفی جو داہنا پانوں
اوٹھا کر بایاں پانوں بچھا کر بیٹھتے ہیں اسکی کیا دلیل ہے؟ **جواب** حدیث ہی
مشکوۃ شریف کے ۷۵ صفحہ میں عن عائشۃ رض قالت کان رسول اللّٰہ
صلعم یَفْتَرِشُ رِجْلَہُ الْیُسْرٰی وَیَنْصِبُ رِجْلَہُ الْیُمْنٰی رَوَاہُ مُسْلِمٌ روایت ہی عائشہ
سے کہا بچھاتی تھی رسول اللہ صلعم بایاں پانوں اپنا اور کھڑا رکھتے تھی داہنا پانوں اپنا
نکالا اسکو مسلم نے اور تیسیر الوصول کے ۲۲۳ صفحہ میں ہی عن علی بن عبد الرحمن
قَالَ صَلَّیْتُ اِلٰی جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ رض فَقَلَّبْتُ الْحَصٰی فَقَالَ لِیْ لَا تُقَلِّبِ الْحَصٰی
وَافْعَلْ کَمَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَفْعَلُ قُلْتُ وَ
کَیْفَ رَاَیْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلعم یَفْعَلُ قَالَ ھٰکَذَا وَنَصَبَ الْیُمْنٰی وَاَضْجَعَ
الْیُسْرٰی الحدیث روایت ہی علی بن عبد الرحمن سی کہا نماز پڑھی میں نے ابن عمر کے
پہلو میں سو سرکائیں میں نے کنکریاں کہا مجھکو ابن عمر نے نہ سرکا کنکریاں
اور کر جیسا دیکھا میں نے رسول اللہ صلعم کو کرتے پوچھا میں نے کسطرح دیکھا تھا
رسول اللہ صلعم کو کرتے کہا اسطرح اور کھڑا کیا داہنی پانوں کو اور بچھایا بائیں
کو آخر حدیث تک اور اوسی صفحہ میں ہے عن وائل بن حجر رض قال افترش
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رِجْلَہُ الْیُسْرٰی وَرَفَعَ یَدَہٗ عَلٰی فَخِذِہِ
الْیُسْرٰی وَنَصَبَ الْیُمْنٰی روایت ہو وائل بن حجر رض سے کہا بچھایا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بایاں پانو اور اوٹھایا اپنا ہاتھ اپنی بائیں ران پر اور کہڑا

کیا داہنا پانو اور اوسی کتاب کے ۲۲۴ صفحہ میں ہی عن عبد اللہ بن عبد اللہ

بن عمر رضہ قَالَ اِنَّ ابْنَ عُمَرَ اِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلٰوةِ اَنْ تَنْصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنٰى

وَتَثْنِيَ الْيُسْرٰى اَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ وَمَالِكٌ وَالنَّسَائِيُّ روایت ہی عبد اللہ عمر رضہ

کے پوتے سے کہا ابن عمر نے سنت نماز میں یہی ہی کہ کہڑا رکہی تو اپنا داہنا اور

بچہاوے بایاں نکالا اسکو بخاری اور مالک اور نسائی نے وَفِيْ رِوَايَةِ النَّسَائِيِّ

اَنْ تَنْصِبَ الْقَدَمَ الْيُمْنٰى وَاسْتِقْبَالُهُ بِاَصَابِعِهَا الْقِبْلَةَ وَالْجُلُوْسُ عَلَى

الْيُسْرٰى اور ایک روائت میں نسائی کی سنت ہی کہڑا کرنا داہنی قدم کو اور برابر

رکہنا اوسکی انگلیوں کو قبلہ کیطرف اور بیٹھنا بائیں قدم پر

نواں سوال

حنفی نماز میں جو سجدہ کرنیکے وقت پہلے گھٹنوں کو زمین پر ٹیکتے ہیں بعد اوسکے ہاتھوں

کو اور سجدی سے اوٹھتی وقت پہلی ہاتھوں کو زمین سے اوٹھاتی ہیں بعد اوسکی گھٹنوں

کو اسکی کیا دلیل ہے ہاں

جواب

حدیث ہی تیسیر الوصول ۱۲۲ صفحہ میں عَنْ

وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رضہ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلعم اِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ

قَبْلَ يَدَيْهِ وَاِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ اَخْرَجَهُ اَصْحَابُ

السُّنَنِ وَفِيْ اُخْرٰى لِاَبِيْ دَاوُدَ نَهَضَ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَاعْتَمَدَ

عَلٰى فَخِذِهِ روائت ہے وائل رضہ سی کہا تہے نبی صلعم جب سجدہ کرتے رکہتے

اپنی گھٹنوں کو پہلے اپنے ہاتہوں کے اور کہڑے ہوتے اوٹہاتے پہلے ہاتہ اپنے

گھٹنوں کے نکالا اسکو اصحاب سنن یعنی ترمذی نسائی ابو داؤد نے اور دوسری

روائت میں ابو داؤد کے جب اوٹھتے حضرت او ٹھتے اپنے گھٹنوں پر اور زور

دیتے زور ہاتہوں کو اپنے زانو پر اور اوسے صفحہ میں ہے عن ابن عمر رضہ

السؤال الثالث

هل يجوز للرجل الذي ليس له ملكة الاجتهاد ولا توجد فيه شرط الاجتهاد ولا يعلم اقوال الفقهاء المتقدمين ان لا يقلد باحد من الائمة الاربعة المشهورة بل يخترع من عند نفسه مذهبا خامسا قد يوافق احدها وقد يخالف جميعها

الجواب

عنه ان الاجماع قد حصل على حقيقة المذاهب الاربعة وتخالف ذلك فيما سواها وان الامة جميعها قد تلقت لمذاهب الائمة الاربعة بالقبول ولم يحصر ذلك لغيرها وقد اوجب الله على من لم يعلم طرق الاجتهاد ولم يعلم ما كان عليه الصحابة الا قليل من الصحابة والتابعين من اقوالهم [illegible] وان يسال ولا يعمل الا بالتقليد من الائمة الاربعة التقليد من الائمة الاربعة لعلماء المجتهدين سواهم قال الله تعالى فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون وقال ابن الهمام في التحرير وشارحه في التيسير على التبيين عند المطلق الجمهور على التقليد وان كان

٣٦

نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّعْتَمِدَ الرَّجُلُ عَلٰى يَدَيْهِ

اِذَا نَهَضَ مِنَ الصَّلٰوةِ منع فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ

بوجہ دے آدمی اپنی ہاتھوں پر کھڑے ہونیکے وقت نماز میں اور مشکوۃ کی شرح

فارسی میں شیخ عبد الحق دہلوی نے جو لکھا ہے اوسکا ترجمہ یہ ہے ابن خزیمہ کی صحیح میں

ہے کہ جب حضرت سجدے میں جاتے تھے گھٹنوں سے شروع کرتے اور ابن ابی وقاص

اور ابو سعید خدری کی حدیث میں آیا ہے کہ ہم رکھتے تھے ہاتھونکو پہلے گھٹنوں کے

دسواں سوال

پھر حکم ہوا کہ رکھیں اپنی گھٹنونکو پہلے ہاتھوں کے

حنفی نماز میں جو پہلی رکعت اور تیسری رکعت کے سجدے کے بعد بغیر بیٹھنے کے

اور بدون ٹیک لگانے ہاتھوں سے زمین پر اوٹھتے ہیں اسکی کیا دلیل ہے؟

جواب

حدیث ہے تیسیر الوصول اور لمعات التنقیح میں عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رض

قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَضُ فِي الصَّلٰوةِ عَلٰى صُدُوْرِ

قَدَمَيْهِ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اوٹھتے تھے نماز پیروں کے سروں پر یعنی انگلیوں

کی جڑ پر یعنی بغیر بیٹھنے اور بدون ٹیک لگائی ہاتھوں سے زمین پر اور کافی میں ہے

اَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ فِيْ رَكْعَةِ

الْاُوْلٰى وَالثَّالِثَةِ نَهَضَ عَلٰى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ جب سر اوٹھاتے حضرت اپنا

سجدے سے پہلی اور تیسری رکعت میں اوٹھتے پیروں کی انگلیوں کی جڑ پر اور فتح القدیر اور

شرح مختصر الوقایہ اور لمعات التنقیح میں ہے اَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ عَنِ ابْنِ

مَسْعُوْدٍ رض اَنَّهٗ كَانَ يَنْهَضُ فِي الصَّلٰوةِ عَلٰى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ وَلَمْ يَجْلِسْ

وَاَخْرَجَ نَحْوَهٗ عَنْ عَلِيٍّ رض وَكَذَا عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ الزُّبَيْرِ وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

وَاَخْرَجَ عَنِ الشَّعْبِيِّ كَانَ عُمَرُ وَعَلِيٌّ وَاَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَنْهَضُوْنَ فِي الصَّلٰوةِ عَلٰى صُدُوْرِ اَقْدَامِهِمْ اخرج نعمان

بْنُ اَبِي عَيَّاشٍ اَدْرَكْتُ غَيْرَ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى

وَالثَّالِثَةِ نَهَضَ كَمَا هُوَ وَلَمْ يَجْلِسْ نکالا ابن شیبہ رض نے ابن مسعود رضی

سے کہ وہ اوٹھتی تھی نماز میں اپنی پیروں کی انگلیاں کی جڑ پر اور نہ بیٹھتی تہی نکالا

ایسا ہی علی رض سی اور ایسا ہی ابن عمر رض سے اور نکالا نعمان بن عیاش نے پایا

میں نے بہت سے اصحابوں کو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے جب اوٹھاتی تہی اپنا

سر سجدہ سے پہلی رکعت اور تیسری رکعت میں اوٹھتی جس حال میں تہی اور

نہ بیٹھتی **گیارہواں سوال** حنفی جو رمضان مبارک میں تراویح بیس رکعت

نماز پڑھتے ہیں اس کی کیا دلیل ہے **جواب** ماثبت بالسنہ میں لکھا ہے

بیہقی نے روایت کی سند صحیح سے اَنَّهُمْ يَقُوْمُوْنَ عَلٰى عَهْدِ عُمَرَ رض

بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَفِيْ عَهْدِ عُثْمَانَ وَعَلِيٍّ رض مِثْلَهٗ یعنی صحابہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کرتے تھے یعنی پڑھتے تھے حضرت عمر رض کی خلافت میں

بیس رکعت اور حضرت عثمان اور حضرت علی رض کے وقت میں بھی اسطرح اور

علمائی حرمین یعنی مکی اور مدینی کے عالموں کا بھی ہمیشہ سے اسیطور پر عمل چلا

آتا ہے اور شیخ عبد الحق دہلوی نے شرح فارسی میں مشکوۃ شریف کے لکھا ہے

اوسکا ترجمہ یہ ہے اور ابن شیبہ نے ابن عباس رض سے روایت کی ہی کہ حضرت پیغمبر خدا

صلے اللہ علیہ وسلم نے جو نماز پڑہی بیس رکعت تھی اور بعد حضرت کے عمر رض کی

خلافت تک اسی طور حال گذرا کہ ہر کوئی گہر میں اپنی پڑھتا یا مسجد میں اور

جب کچھ زمانہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا گذرا تب اونہوں نے

في بعض المسائل الفقهية وبعض العلوم وفي عهدة البرية شرح مجمع التوضيح مواجب الجمهور على كل من ليس فيه اهلية الاجتهاد التقليد المذهب واوجب ابو يوسف رح انه واجب على العامي الاقتداء بالفقهاء لعدم الاهتداء في حقه الى معرفة الاحاديث ومعانيها وتاويلها وناسخها ومنسوخها وخاصها وعامها وحكمها ومتشابهها فمن لم يعلم ذلك فهو عامي منسوب الى العامة وهم الجهال اعاذنا الله تعالى من الضلال

خلاصہ ترجمہ کیا جائز ہے اور جس شخص کو قوت اجتہاد کی نہو اور شرطیں اجتہاد کی اوس میں پائی نجاویں اور فقہاء کی اقوال کو بچانہ یہ بات کہ کسی مجتہد کی ان چار مجتہدوں میں سے تقلید کرے حکم ایک مذہب کے نکلنے کے کبھی ان چار مذہبوں سے ایک کے موافق ہو اور کبھی ایک کے مخالف جواب اجماع تمام علماء کا یعنی تمام مذہبوں کا حق ہونے ان چار مذہبوں پر اجماع ہو اور کسی مذہب پر خلاف ہنی ہوا اور تمام امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ان چار مذہب کو قبول کیا اور انکا متبع ہوا

لوگونکو جمع کروایا یعنی اسی بیس رکعت کو جماعت سے پڑہنے کو حکم کیا اور نہایۃ المراد میں جامع الجوامع سے منقول ہے اَلتَّرَاوِیْحُ سُنَّۃٌ مُؤَکَّدَۃٌ وَمَنْ لَمْ یَرَهَا فَهُوَ رَافِضِیٌّ یُقَاتَلُ لِمَنْ لَا یَرَی الْجَمَاعَۃَ قَالَ اَهْلُ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ اِنَّهَا سُنَّۃُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلَّاهَا لَیْلَتَیْنِ وَقَدْ صَلَّاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً بِعَشْرِ تَسْلِیْمَاتٍ ثُمَّ تَرَکَ مَخَافَۃَ اَنْ تَجِبَ وَکَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلعم وَاَصْحَابِهٖ حِرْصٌ فِیْ قِیَامِ اللَّیْلِ کَانَ الرَّجُلُ مِنْهُمْ یُصَلِّیْ مِائَۃَ رَکْعَۃٍ وَاَکْثَرَ وَکَذَا فِیْ زَمَنِ اَبِیْ بَکْرٍ رض فَلَمَّا ظَهَرَ الْکَسَلُ فِیْ زَمَنِ عُمَرَ رض خَافَ اَنْ یَبْذُرَ النَّاسَ فَالصَّحَابَۃُ اِتَّفَقُوْا مَعَهٗ عَلٰی اَنْ یُصَلُّوا الْجَمَاعَۃَ وَزَیَّنُوا الْمَسَاجِدَ بِالْقَنَادِیْلِ وَلَمْ یَکُنْ عَلِیٌّ حَاضِرًا فَلَمَّا رَاَی الْجَمَاعَۃَ وَالْقَنَادِیْلَ قَالَ اَقَامَ اللّٰهُ اُمُوْرَ عُمَرَ کَمَا اَقَامَ سُنَّۃَ نَبِیِّنَا فَثَبَتَ وَصَحَّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلَّاهَا عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً وَفِی الْحُجَّۃِ سُنَّۃٌ مُؤَکَّدَۃٌ بِاِجْمَاعِ الصَّحَابَۃِ تَارِکُهَا مُبْتَدِعٌ غَیْرُ مَقْبُوْلِ الشَّهَادَۃِ وَهِیَ سُنَّۃٌ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ یعنی نہایۃ المراد میں جامع الجوامع سے جو حدیث کی معتبر کتاب ہے منقول ہے کہ نماز تراویح سنت موکدہ ہے اور جو کوئی اسکو سنت موکدہ خیال نہ کرے تو وہ رافضی ہے مقاتلہ کیا جاویگا اوسکے ساتھ جیسا جماعت کو سنت موکدہ نجاننے والے کے ساتھ اور اہل سنت وجماعت نے کہا ہے کہ یہ تراویح سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے پڑہا تہا حضرت نے اوسکو دو رات اور بے شبہ حضرت نے تراویح پڑہی بیس رکعت دس تسلیمات سے پھر چھوڑ دیا اوسکو خوف سے جو واجب نہ ہو جاوے یعنی اگر واجب ہو جاویگی تو امت پر مشکل پڑجاویگی اور تہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اونکے اصحاب کو بڑا

کسی اور مذہب میں اتفاق اور قبول حاصل نہیں ہوا۔ اور خدا تعالی نے واجب کیا ہے اوس شخص پر کہ اجتہاد کے طریق کو نہ جانے اور صحابہ اور تابعین جس بات پر ہیں اور اونکے افعال و اقوال سے واقف نہ ہو کہ وہ پوچھے ہوئے اور عمل نہ کرے مگر اوس چیز پر کہ فتوے دیویں مفتی ان چار اماموں کے ایک مذہب کے موافق کیونکہ اونکے سوا اور کسی شخص کے مذہب میں دلیل کامل نہیں ہے یعنی اور کسی مذہب پر اجتماع نہیں ہوا جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون اور اسی واسطے امام ابن ہمام نے تحریر میں اور اوسکے شارح نے فرمایا ہے [illegible]

شوق نماز پڑھنے میں رمضان کی راتونکو کوئی اونمیں سے سو رکعت پڑھتا اور
کوئی زیادہ اور اسی طرح زمانے میں ابوبکر رضہ کے پڑھتے تھے پھر جب سستی ہوئی عمر رض
کے زمانہ میں ڈرے اس سنت کے چھوٹنے سے تب اصحابوں نے عمر کے ساتھ
اتفاق کیا اس بات پر کہ تراویح کی نماز کو جماعت سے پڑہیں اور مسجد کو قندیلوں سے
آرائش کریں اور اوسوقت حضرت علی رض حاضر نہ تھے پھر جب اونہوں نے جماعت اور
قندیلیں دیکھیں فرمایا اللہ تعالے قائم رکہے عمر کے کاموں کو جیسا اونہوں نے قائم کیا
ہماری نبی کی سنت کو پس ثابت اور صحیح ہوا کہ حضرت نے تراویح کی نماز بیس رکعت پڑہی
اور حجت جو کتاب معتبر ہے اوسمیں لکھا ہے کہ تراویح سنت موکدہ ہے صحابہ کے
اجماع سے اور ترک کرنیوالا اوسکا بدعتی گواہی اوسکی قبول نہوگی اور وہ سنت ہے
مرد و نیز اور عورتوں کے حق میں اور جب خلفائے راشدین نے اس نماز تراویح میں اہتمام اور
التزام کیا تو ہر شخص کے حق میں وہ سنت موکدہ ہوگئی کہ جیسے سنت پیغمبر خدا ﷺ کی امت
پر سنت ہی ویسی ہی سنت خلفائے راشدین کی ہر کسی کے حق میں سنت ہی جیسا کہ
مشکوۃ کی باب الاعتصام میں لکھا ہے عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ
الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ لازم پکڑو اپنے اوپر سنت ہماری
اور سنت ہمارے خلیفوں کی کہ رشد اور ہدایت پائے ہوے ہیں اور چنگل مارو سب سنتوں
پر اور سنت پکڑو ان سب کو دانتوں سے اپنے

بارہواں سوال

حنفی جو وتر کی نماز میں تین رکعت پڑہتی ہیں اسکی کچھ دلیل ہے

جواب

حدیث
بی تیسیر الوصول کی فصل صلوۃ الوتر میں وعن عبد العزیز بن الجریج قال
سَأَلْنَا عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يُوْتِرُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ يَقْرَءُ فِي الْأُوْلٰى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى

السؤال الرابع

هل یجوز للمقلد اذا وصل الیه حدیث یخالف ظاهر مذهب ذلک المقلد ان یترک مذهبه ویعمل علی ظاهر الحدیث ام لا لعله لم یعلموا ان ذلک الحدیث ماول او منسوخ او مصروف عن ظاهره او صحیح او ضعیف ونحو ذلک

الجواب

وَفِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ يَا اَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَفِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ
وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ اَخْرَجَهُ اَصْحَابُ السُّنَنِ عبد العزیز بن جریج نے کہا کہ
سوال کیا ہمنی حضرت عائشہ رضہ سی کہ کن سورتوں سے وتر پڑہتے تھے پیغمبر
خدا صلی اللہ علیہ وسلم تب فرمایا عائشہ رضہ نے فرمایا کہ حضرت پڑہتے تھے وتر کی
پہلی رکعت میں سورہ سبح اسم ربک الاعلی اور دوسری میں قل یا ایہا الکافرون
اور تیسری میں قل ہو اللہ اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس
نکالا اس حدیث کو ترمذی اور نسائی نے اور ابوداؤد نے اور اوسی تیسرا وصول
میں ہے عَنْ عَائِشَةَ رض كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا يُسَلِّمُ فِي رَكْعَتَيِ الْوِتْرِ اَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ حضرت عائشہ رضہ سے روایت
ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سلام نہیں پہیرتے تہے وتر کی دو رکعت میں یعنی وتر
کی نماز میں دو رکعت کی بعد سلام نہیں پہیرتے بلکہ تینوں رکعتوں کو ایک ساتہہ
پڑہتے تہے اور ہدایہ اور تبیین الحقائق اور سفر السعادت میں ہے رَوَتْ
عَائِشَةُ رض اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ وَ
حَكَى الْحَسَنُ رح اِجْمَاعَ السَّلَفِ عَلَى الثَّلٰثِ روایت ہے عائشہ رضہ
سے کہ پیغمبر خدا علیہ السلام وتر پڑہتے تہے تین رکعت اور حسن بصری رح
سے حکایت ہے کہ اگلے لوگونکا اجماع ہے وتر کی تین رکعت ہونے پر اور
تبیین الحقائق میں ہے اَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوْتِرُ بِثَلٰثِ
رَكَعَاتٍ يَقْرَءُ فِي الْاُوْلٰى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ
يَا اَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَفِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَيَقْنُتُ
قَبْلَ الرُّكُوْعِ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم وتر پڑہتے تہے تین رکعت پہلی رکعت میں

اذا کان عالماً بشروط
الاجتهاد وما يستدل به و
ما يعرض عنه لكن ادنى الشروط
للاجتهاد ان يحفظ المبسوط كما
في السراجية وافاد ابن الهمام في
فتح القدير من كتاب القضاء ان
المجتهد من يعلم الكتاب والسنة
باقسامهما من عبارتهما واشارتهما
ودلالتهما واقتضائهما وناسخهما

الحديث مذهبه
اذا خالف ظاهر
جواز العمل بالحديث
وهذا يقبل بظاهره
للواجب عليه انتهى
فاذا اعتمد كان تاركا
وناسخها ومنسوخها
وسقيمها

وفيه خصها ومناط الاحكام ومهاف
شروط القياس والمسائل الجميع
عليها لئلا تقع في اناسخ معاني
اقوال الصحابة وبعلم بها ان الناس
فمن اتقن فيه هذه الجملة
فهو اهل للاجتهاد فيجب عليه
ان يعمل باجتهاده انتهى وفي
شرح النقاية والعناية الاجتهاد
بان يكون عالما بالاصول
الفقه وحصول الكتاب و
السنة ولا حاجة الى تفاصيل
بما لا بد منه للمجتهد
من سائر العلوم من
القول ولا حاجة ان
نحو اشارة الى
لا ينبغي في تعلق
المجتهد بما كذا
ما بين

سورہ سبح اسم ربک الاعلی اور دوسرے میں قل یا ایہا الکافرون اور تیسری میں
قل ہو اللہ احد اور رکوع کے پہلے دعا قنوت پڑھتے اور اسی طرح بحر الرائق
میں بھی لکھا ہے

تیرہواں سوال

حنفی علما کے نزدیک وہ سب
حدیثیں جو اوپر کے جوابوں میں لکھی گئی ہیں نماز کے افعال کے دوسری حدیثون
کی نسبت اور دوسرے مجتہدوں کے مذہب کے موافق ہیں حدیث کے راویوں
اور اونکی تحقیقات کے رو سے صحیح اور غیر منسوخ ہیں یا نہیں

جواب

یہ سب
حدیثیں جو اوپر لکھی گئی ہیں حدیث کی معتبر کتابوں سے منقول ہیں اور اونکی
جمع کرنیوالوں نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ جو حدیث صحیح پائی اوسکو اپنی کتاب میں
لکھا پھر دوسرے علما اور محدثین اور فقہائے معتبرین نے بھی اون حدیثوں کو جو تحقیق کیا
تو صحیح اور معتبر پایا پھر اسیواسطے ان حدیثوں کو فقہ کی کتابوں میں بھی داخل کیا اور
فقہ کے مسئلوں پر اون حدیثوں کو دلیل گزرانا چنانچہ جتنی حدیثیں کہ سابق مذکور ہوئی
ہیں ہر ایک کتاب حدیث اور فقہ کی سند اور تعیین مقام کے ساتھ لکھا گیا ہی جسکو شبہ ہو
تو ان کتابوں سے ملا لے مثلاً امام زیلعی نے تخریج احادیث الہدایہ میں لکھا ہی کہ روایت
کیا ہی حدیث اخفائے آمین کو امام احمد حنبل رح امام احمد اور طیالسی اور ابو یعلی نے اپنی مسند
میں اور طبرانی نے اپنی معجم میں اور دارقطنی نے اپنی سنن میں اور حاکم نے اپنی مستدرک میں اَنَّهٗ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَلَغَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ
قَالَ اٰمِیْن وَاَخْفٰی بِہَا صَوْتَہٗ اور کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے بلکہ جو
حدیث کہ آمین پکار کر کہنے میں وارد ہے اور امام شافعی رح سے دلیل لاتے ہیں
اسکو یحیی بن معین نے کہ سردار محدثوں کے اور شیخ اور اوستاد ہیں امام محمد بخاری کے
جیسا کہ تیسیر الوصول کے خطبہ میں لکھا ہے ضعیف کہا ہے جیسا کہ امام زیلعی

معرفة علم اللغة العربية واوضاعهم ومعرفة الصحيح الثابت منها ومعرفة ما روي من اللغة ولم يصح ولم يثبت ومعرفة المتواتر والآحاد ومعرفة المرسل والمنقطع ومعرفة من تقبل روايته ومن ترد ومعرفة طرق الاخذ في اللغة ومعرفة الموضوع ومعرفة الفصيح من اللغات ومعرفة المذموم والرديء ومعرفة المطرد والشاذ ومعرفة الحوشي والغرائب والنوادر ومعرفة المستعمل والمهمل ومعرفة المعرب ومعرفة المولد

خصائص اللغة ومعرفة الاشتقاق ومعرفة الحقيقة والمجاز في اللغة ومعرفة المشترك والاضداد ومعرفة المطلق والمقيد ومعرفة الابدال والقلب وغير ذلك فهذا كله يتعلق بعلم اللغة ولا يسمى ... مجتهدا ومن اراد تحقيق ما اشرنا اليه فليطالع للامام السيوطي المزهر وبعد ذلك يشترط من هذا ان يكون متضلعا من علم الصرف والنحو والمعاني والبيان والبديع

نے تبیین الحقائق میں لکھا ہے قَالَ الشَّافِعِیُّ یُجْهَرُ بِهَا عِنْدَ الْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ
بِحَدِیْثِ وَائِلٍ اَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ
اٰمِیْن وَمَدَّ بِهَا صَوْتَهُ وَمَا رَوَاهُ ضَعَّفَهُ یَحْیَی بْنُ مُعِیْنٍ فَلَا یَلْزَمُ
حُجَّةً اور شیخ ابن ہمام نے کہ تمام محدثوں کے نزدیک معتمد علیہ ہیں فتح القدیر میں اس
حدیث کو معلول کہا ہے اور اسی طرح ہے وہ حدیث جسمیں مذکور ہے کہ حضرت
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کیا اور پہر اور تکبیروں کے
وقت نہیں بلکہ ارسال فرمایا ترمذی وغیرہ نے اسے حسن کہا ہے جیساکہ شیخ
عبدالحق دہلوی نے مشکوٰۃ شریف کے ترجمہ اور سفر السعادۃ میں لکھا ہے کہ ترمذی
گفت حدیث ابن مسعودؓ حسن است اور اسی طرح بڑے بڑے محدث علماؤں نے اس
حدیث کو روایت اور تصحیح کی ہے جیساکہ ابو داؤد نے اور طیالسی نے اور ابو یعلی نے
اور حاکم نے اور کسی شافعی المذہب نے اپنی تحقیق کے روسے یا اپنی مذہب کے
رعایت سے یا تعصب سے یا اس جہت سے کہ جس سے اونہی سنا تہا یا جسکے وسیلہ سے اوسکو
پہونچا تہا وہ راوی معتبر نہ تہا اس سبب سے اوسکو ضعیف کہا ہو تو یہ کہنا اوسکا کچہ
معتبر نہیں ہے اگر ہو تو اوسکی حق میں اور اوسکی زعم میں ضعیف ہوگا اسواسطی کہ
استاد اوسکا ضعیف تہا ہماری علماء محدثین اور فقہائی محققین کے نزدیک تو
معتبر اور صحیح اور ثابت ہے کیونکہ اونکی استاد جس سے اونہوں نے سنا تہا وہ
سب عادل اور فقیہ تھے اور سب علمائی حنفی کا ان سب حدیثوں پر عمل ہے پس بیشک
انکے نزدیک یہ حدیثیں غیر منسوخ ہیں اسواسطی کہ منسوخ پر عمل کرنا جائز نہیں بلکہ
علمائے حنفی کے نزدیک حدیث پکار کر آمین کہنے کی منسوخ ہے جیساکہ
عنایہ اور نہایہ اور کفایہ میں کہ ہر شہر میں مسلمانوں کے مشہور ہے لعد تری

الاقاویل ائمۃ الجرح والتعدیل ومرجعانی ذلک بدون التقلید احداً کابی ذرعۃ وابی یعلی ابن المدینی او لابن معین فضلا عن العراقی او الحافظ ابن حجر ونحوهما فانه اذا ادی عن الاجتہاد سار یستدل فی جرح الرواۃ وعدالتہ بقول احد من ائمۃ الجرح والتعدیل فهو مازال فی ربقۃ التقلید

سوال چہتا

معتبر کتابیں میں لکہا ہے قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ
تَرَکَ النَّاسُ الْجَھْرَ بِالتَّامِیْنِ وَمَا تَرَکُوْا اِلَّا لِعِلْمِھِمْ بِالنَّسْخِ یعنے
لوگوں نے شور کرکے آمین کہنا چھوڑدیا اور نہیں چھوڑا اوسکو مگر جبکہ یقین حاصل
ہوا اونکو اوسکے منسوخ ہونے پر اصلا اسیطرح حدیث رفع یدین کی ہی منسوخ
ہے جیساکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح سفر السعادت میں لکہا ہے
اور ہدایہ اور فتح القدیر اور کفایہ اور کافی اور نہایہ اور عنایہ میں ابن زبیر رض
سے روایت ہے کہ قَالَ مَہْ یَا ھٰذَا اِنَّ ھٰذَا الشَّیْئَ فَعَلَہُ النَّبِیُّ صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ تَرَکَہُ یعنی نکرا اے فلانے رفع یدین کیونکہ اس رفع یدین
کو حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے کیا تہا پہر چھوڑ دیا اور کفایہ اور نہایہ اور
کافی اور شرح سفر السعادۃ میں عبد اللہ بن مسعود رض سے روایت ہے
رَفَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَرَفَعْنَاہُ وَتَرَکَہُ فَتَرَکْنَاہُ یعنے
جب حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کیا تہا ہمنے ہی کیا تہا اور سے
اور جب چھوڑ دیا ہمنے ہی چھوڑ دیا اور ـ

چودہواں سوال

اگر کوئی ظاہر میں حنفی کہلاوے اور حقیقت میں کسی امام کا مقلد نہو پہر وہ
ان حدیثوں کے برخلاف عمل کرے اور اونکو صحیح نہ جانے اور دوسرے
حنفیوں کو برخلاف اوسکے سکہلاوے اور دوسری حدیثوں کو وہ اون حدیثوں
کی بہ نسبت صحیح غیر منسوخ سمجہے اور دوسروں کو سمجہاوے اور لوگوں کو فقہ کی کتابوں
سے بداعتقاد کرواوے اور یوں کہے قرآن اور حدیث میں جو پاؤ عمل کرو
فقہ کی بات نہ سنو اور تقلید کسی کی خصوصاً حنفی مذہب کی مت کرو اور حنفی
علمائی کے فتوی اور اتفاق کو نہ مانو اور اوسکے سبب لوگوں میں سخت

اختلاف اور بڑی لڑائی پڑے اور آپسمیں ایکدوسرے کی توہین اور تحقیر کرے
بلکہ اگلے علمائے حنفی اور کتب حنفی کی اہانت کرے اور اونکے حق میں کلمہ حقارت
کا کہی تو وہ حقیقت میں اگلی حنفی علمای کا بلکہ تینوں اماموں کا مخالف ہو اور اون
بڑے علما کو بہ نسبت اپنی بے علمی اور بے سمجھہ اور حقیر سمجھا یا نہیں اور ایسی حرکت سے
اوسکی جو یہ سینکڑوں برس سے علماؤں نے دین محمدی میں چار مذہب حقہ قرار دیکر
متفق ہو گئے تھے اور جمعیت باندہی تہی اوسنی جمعیت اور اتفاق کو توڑ کر لوگوں کو
خصوص عوام مسلمانوںنکو ہدائت سے باز رکہا اور گمراہ بنایا ہنہیں **جواب**
تیرہویں سوال کے جواب سے ظاہر ہے کہ وہ سب حدیثیں علمائی حنفی کے نزدیک
صحیح اور غیر منسوخ ہیں پس جو کوئی اونکو غلط سمجھی اور صحیح غیر منسوخ نہ جانے اور
اوپر عمل نکرے وہ شخص البتہ علمائی حنفی کا مخالف ہوا پہر جب وہ مقلد کسی کا نہوا تو بی شبہ
سب کا مخالف ٹہیرا اور ظاہر ہے کہ جب وہ کسی امام کی تقلید نہیں کرتا اور اون حدیثونکو
صحیح اور غیر منسوخ نہیں سمجھتا بلکہ اپنی گمان میں خلاف اوسکی بوجھتا ہے بلکہ وہ اور
حنفیونکو اون حدیثوں پر عمل کرنیسے باز رکہتا ہی اور برخلاف اوسکی سمجہاتا ہے
اور ترغیب دیتا ہے اور اون سے بد اعتقاد کرواتا ہے تو بیشک دین بزرگ علما
کو اپنی نسبت بعلم اور بے سمجھ اور حقیر جانتا ہے اور بے شبہ مسلمانوں کی جمعیت
اور اتفاق کو توڑتا ہے اور لوگوں کے دل میں شک اور تردد ڈالتا ہے
اور عوام کو اس راہ مستقیم سے پہیرتا ہے اور اون علمای سی بد اعتقاد کرواتا ہی
اور جب عوام اوسکی ایسی باتوں اور حرکت سی اور برخلاف سمجہانیسے علمای حنفی
اور اونکی کتابونکو برا کہتے اور اونکی حقارت کرتے ہیں اور اونکی تقلید کو برا
جانتے ہیں تو بیشک وہ لوگونکو ہدائت سے باز رکہنے والا ہوا اور گمراہ بنانی

والا ٹھیرا دلیلیں اسکی آگے آتی ہیں **پندرہواں سوال** اس

گروہ کا یہ حال ہے کہ حنفیوں کی جماعت سے دور رہتے ہیں اور جن جن مسجدوں
میں بڑی بھاری جماعت حنفیوں کی ہوتی ہے حاضر نہیں ہوتے خصوصاً جس مسجد
میں حنفی علمای حاضر ہوں ہاں نہیں جاتے اور اونکی اقتدا نہیں کرتے بلکہ اوس جماعت
کو چھوڑ کر اپنے گروہ کے ساتھ ہو کر دوسری جماعت کرتے ہیں اور لوگوں کو
بھی اسی طرح سمجھاتے ہیں اور ائمہ حنفیہ کو برا کہتے ہیں اور اونکی اور اونکی کتابوں کی
حقارت کرتے ہیں اور دوسرے سی بھی کرواتے ہیں اور اونکے مقلدوں کو برا جانتے
ہیں اور اکثر مسائل میں فقہ کی خلاف کرتے ہیں اور حنفیوں کو اونکے خلاف مذہب
کی باتیں سکھلاتے ہیں اور اونکے مذہب کی اہانت اور فقہ کے مسائل کی حقارت اور
اپنے زعم کے موافق اعتراضات کرتے ہیں اور اونکو علمای حنفی اور کتاب حنفی سے
بد اعتقاد کرواتے ہیں اور اونسی اور دوسری حنفیوں سی لڑواتے ہیں اور اونکی
آپسمیں خلاف اور جدال اور فتنہ اور فساد ڈالتے ہیں اور عداوت اور کینہ
اونکے اقربا اور دوستوں میں ڈالتے ہیں یہانتک کہ اونکی آپسمیں بیٹھنا اوٹھنا
اور جینا اور ایک جماعت میں نماز پڑھنی بالکل موقوف ہو جاتی ہے اور علمای جب
اونکو وعظ اور نصیحت کرتے ہیں کہ ایسی فتنہ اور فساد کو چھوڑو اور ایسے افعال سے
باز آؤ تو وہ گروہ ہرگز اس سے نہیں پھرتے بلکہ اور زیادہ ضد اور تکرار کرتے ہیں
اسیطور کی بہت سی گفتگوئیں کرتے ہیں اور بہت سے کام کرتے ہیں کہ تفصیل کو
اونکے ایک دفتر چاہیے بلکہ متعذر ہے تو یہ سب اقوال اور افعال اونکے شرع
شریف میں قبیح اور برے اور وہ لوگ مفسد ٹھیرے اور قرآن اور حدیث میں
ایسے افعال کی مذمت اور برائی مذکور ہے یا نہیں اور جسکو قوت اور قدرت

اشتقاق
لغت کا اور حقیقت اور
مجاز لغت میں اور ترکیب
اور اضداد اور مطلق
اور تشبیہ اور قاعدہ بدل
سکا اور قاعدہ طلب کا اور
اوس کے سوا جو سوا ہیں
تعلق میں ہیں اور جو کوئی ان
سب کو نہ جانے وہ مجتہد
فاضل نہیں ہے بعد اور
کیا ہو سکتا ہے اور اسکے بعد اور
بہت سے علم عربی بھی ضرور ہیں
کہ اون سب میں کمال ادراک
ہو جیسا صرف اور نحو اور
بلاغت اور بیان اور بدیع
اور علم اصول فقہ اور اصول
حدیث اور اصول تفسیر اور
جب باتوں اصولیوں نے

تحقیق کی ہے اور محدثوں نے
روایت کی ہے اس سب کو بھی
خوب سمجھی اور یاد رکھی اور
اسقدر کی کفایت نہیں کرتا ہے کہ
مشکوٰۃ ہی کو یاد کیا ہو اور اجتہاد
کو اسطے یہی ضرور ہے کہ علمای
جرح اور اقوال کا حافظ ہو اور
قوت اور استعداد رکھتا ہو

ہو جیسا کہ حاکم یا نائب اوسکا تو ایسے مفسدوں کو سزا دینے اور جسکو اسقدر طاقت
ہو کو ایسے شخص کو نصیحت کرنی اور جسکو اسکی بھی قدرت نہو تو ایسے شخص سے احتراز
کرنا اور کنارے رہنا اور دل سے بُرا جاننا لازم ہے یا نہیں **جواب** اون
لوگون کا جب یہ سب حال ہے تو بیشک سب افعال اور اقوال اونکی قبیح اور شنیع
اور وہ لوگ دین میں مفسد ہیں اور قرآن اور حدیث میں اسطرح کے افعال در
اعمال کی بہت مذمت آئی ہے اور بادشاہ اور نائب کو اوسکی سزا دینی اون لوگونکو
اور جسکو قدرت ہو تو اون کو نصیحت کرنی اور باقی مسلمانونکو ایسی گروہ سے احتراز
اور کنارہ کرنا اور اونکے ساتھہ صحبت نہ رکھنا اور دل سے برا جاننا واجب اور لازم ہے
جیسا کہ اللہ تعالی نے قرآن شریف میں تیرہویں سیپارہ کے نوین رکوع میں فرمایا
قال وَالَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ الی وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ اُولٰئِکَ لَھُمُ اللَّعْنَۃُ
وَلَھُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ یعنے جو لوگ فساد ڈالتے ہیں ملک میں ایسی لوگ اوپر لعنت
ہی اور اونکو ہی بُرا گہر اور بیسویں سیپارہ کے گیارھویں رکوع میں لکہا ہی قال اللہ
تعالی وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ یعنی اور
نہ چاہ فساد ملک میں مقرر اللہ نہیں دوست رکہتا ہے فساد ڈالنی والونکو اور دوسرے
سیپارہ کے نوین رکوع میں ہے وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ اور اللہ تعالی دوست
نہیں رکہتا فساد کو اور جامع الاصول میں ہے عن عرفجۃ رضی قال رأیت
رَسُوْلَ اللّٰہِ صلعم عَلَی الْمِنْبَرِ یَخْطُبُ النَّاسَ فَقَالَ اِنَّھَا سَتَکُوْنُ بَعْدِیْ ھَنَاتٌ
وَھَنَاتٌ فَمَنْ رَاَیْتُمُوْہُ فَارَقَ الْجَمَاعَۃَ اَوْ یُرِیْدُ اَنْ یُّفَرِّقَ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ کَائِنًا
مَنْ کَانَ فَاقْتُلُوْہُ فَاِنَّ یَدَ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ وَاِنَّ الشَّیْطَانَ مَعَ الْمُفَارِقِ
الْجَمَاعَۃِ یَرْکُضُ اخرجہ مسلم روایت ہی عرفجہ رضی سی کہا دیکہا میں رسول اللہ صلعم

نہ تہا جیسے دارقطنی اور بیہقی اونکی تقلید کیطرف وہ منسوب ہوا تو ایسا شخص اجتہاد کی راہ سے کوسوں دور پڑا ہے

مرتبہ اون حضرت کے قریب ہے گیا جیکو اور دوسرا شخص جاہل نزدیک محقق ہے اوسکی تقلید بھی مشہور ہے اور معتبر کی اور فضیلت سارے جہان کو بھی بزرگی اور دیانتداری اعتقاد ہے کہ امام اعظم صرف فرق

واما السوال الخامس
فھو انہ ھل یجوز للعامی تقلید من لیس لہ ملکۃ الاجتہاد ولا

۴۸

والجواب
توجد فیہ شرائط الاجتہاد ولا یعلم اقوال الفقہاء عام لان اللہ تعالی انما امر ان نسال اھل الذکر عند عدم العلم

وسلم کو منبر پر خطبہ پڑھتے سو فرمایا حضرت نے نزدیک ہے کہ میری پیچھے بڑی
چال پھیلی گی سو جسکو دیکھو تم کہ وہ جدا ہوا جماعت سے یا وہ ارادہ رکھتا ہے تفرقہ
ڈالنے کا محمد کی امت میں جو کوئی ہو مار ڈالو تم اوسکو کیونکہ بیشک اللہ کا ہاتھ ہے جماعت
پر اور ہمقر شیطان ہے ساتھ جدا ہونیوالیکے ٹھوکر مارتا ہوا لیکن اسقدر جاننا چاہئے
کہ ایسے شخص کو مار ڈالنا حاکم کو پہونچتا ہے دوسریکو نہیں کیونکہ اسمیں فساد اور
زیادہ ہوگا اور مشکوۃ کے باب الاعتصام میں ہے وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رض قَالَ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّ مَنْ
شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ روایت ہے ابن عمر رض سے کہا فرمایا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے
پیروی کرو بڑی جماعت مسلمانوں کی یعنی اکثر علمای جس طرف ہوں اونکی بیعت
کرو کیونکہ جو شخص دور رہا جماعت سے اور نکلا اجماع جمہور علما کے سے تو ڈالا
جاویگا وہ جہنم میں وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَجْمَعُ اُمَّتِیْ عَلٰی ضَلَالَۃٍ وَیَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ
مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ یعنی کہا ابن عمر رضنے کہ فرمایا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ و
سلم نے کہ بیشک خدا تعالی نہیں جمع کرتا ہے میری امت کو گمراہی پر یعنی ہماری امت
جس بات پر اتفاق کریگی وہ حق اور ثواب ہوگا خدا کا ہاتھ جماعت پر ہے
یعنی اللہ تعالی بیشک جماعت کا نگہبان اور مددگار ہے جو کوئی جماعت سے
نکلیگا اور اونکے طریقے کو چھوڑ دیگا پڑیگا یا ڈالا جاویگا وہ جہنم کی آگ میں اور مشکوۃ
کے باب الامر بالمعروف میں ہے عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رض عَنْ
رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَاٰی مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ
فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰلِکَ اَضْعَفُ

اَلْاِیْمَانِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی تم میں
سے دیکھے بُرے کام کو تو چاہئے کہ تغیر دیوے اوسکو اور باز رکھے اوسکو اپنے
ہاتھ سے یعنے مارنے اور توڑنے اور کرنے سے جسطرح سے ہوسکے اگر قدرت رکھے
اوسکی پھر اگر ہاتھ سے قدرت نہ رکھے تو زبان سے تغیر دے یعنی منع کرے اور ڈانٹے
اور سخت کہے اگر اوسکی قدرت رکھے پھر اگر زبان سے بھی طاقت نہ رکھے تو دل سے
اوسکو تغیر دے یعنے دل سے اوسکو بُرا جانے اور اوس سے دُور رہے اور اوس
سے صحبت نہ رکھے اور خالی دل سے بُرا جاننا ضعیف تر ایمان کا ہے یعنی ادنی درجہ
ایمان کا یہ ہے کہ دل سے تو بُرا جانے اور اسی بات پر ابو بکر صدیق رض سے
روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مَا مِنْ قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيهِمْ
بِالْمَعَاصِي ثُمَّ يَقْدِرُونَ عَلَى اَنْ يُغَيِّرُوا ثُمَّ لَا يُغَيِّرُونَ اِلَّا يُوْشِكُ اَنْ يَعُمَّهُمُ
بِالْعِقَابِ یعنی نہیں کوئی قوم کہ کئے جاویں اونکی درمیان بُرے کام پھر وہ قوم
قدرت رکھے دفع کرنے پر اوسکے پھر اوسکے ساتھ اوسکو دفع نکریں تو نزدیک
ہے کہ گھیر لیوے ان سب کو عذاب خدا کا اور مشکوۃ شریف کی جلد رابع کے ۱۱۳
صفحہ میں باب الامر بالمعروف میں لکھا ہے وَعَنْ اَبِي ثَعْلَبَةَ فِي قَوْلِهِ تَعَالٰى عَلَيْكُمْ
اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ فَقَالَ اَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ سَاَلْتُ
عَنْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَلِ ائْتَمِرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ
تَنَاهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ حَتّٰى اِذَا رَاَيْتَ شُحًّا مُطَاعًا وَهَوًى مُتَّبَعًا وَدُنْيَا
مُؤْثَرَةً وَاِعْجَابَ كُلِّ ذِي رَاْيٍ بِرَاْيِهِ وَرَاَيْتَ اَمْرًا لَا بُدَّ لَكَ مِنْهُ فَعَلَيْكَ
نَفْسَكَ وَدَعْ اَمْرَ الْعَوَامِّ فَاِنَّ وَرَاءَكُمْ اَيَّامَ الصَّبْرِ فَمَنْ صَبَرَ فِيْهِنَّ كَانَ
كَمَنْ قَبَضَ عَلَى الْجَمْرِ لِلْعَامِلِ فِيْهِنَّ اَجْرُ خَمْسِيْنَ رَجُلًا يَعْمَلُوْنَ مِثْلَ عَمَلِهِ

قالوا یا رسول اللہ اجر خمسین منھم قال اجر خمسین منکم رواہ الترمذی وابن ماجۃ روایت ہے ابی ثعلبہ سے تفسیر میں اس آیت کے علیکم انفسکم سو کہا ابی ثعلبہ رض نے سن رکھو قسم خدا کی میں پوچھا ہے اس آیت سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا چھوڑ دیں ہم اس لحاظ سے امر معروف اور نہی منکر کرنا فرمایا حضرت نے نہ چھوڑو بلکہ لوگونکو اچھی باتیں بتاؤ اور بُری باتوں سے باز رکھو یہانتک کہ دیکھو تو اے سننے والے بخل کی صفت کہ آدمیونمیں کہ اوسکی تابعداری کیجاتی ہے اور دیکھی تو خواہش نفس کو کہ اوسکی پیروی کیجاتی ہے اور دیکھے تو دنیا کو کہ اختیار کیجاتی ہے آخرت پر اور دیکھی اچھا جاننا اور بہتر سمجھنی ہر ایک سمجھنے والیکو اپنی سمجھ اور اپنا مذہب اور رجوع نکرنا عالموں کی طرف بلکہ آپ ہی فتوی اپنی خاطر خواہ اور اپنی سمجھ کے موافق دینا اور دیکھے تو اس کام کو جس سے تو الگ نہیں ہوسکتا یعنی ایسا کام بُرا لوگوں میں رواج پایا ہو کہ اکثر لوگونمیں رہنا اختیار کرے تو اختیار تیری طبیعت اودہر رجوع کرے اور اوس میں جا پڑے یا مطلب یہ ہے کہ ایک کام ضروری تجھے درپیش ہو کہ جسکی تجھکو احتیاج ہے اور اوسکو چھوڑنا مشکل ہے سو اگر امر اور نہی لوگونکو کرے تو اوسمیں خلل واقع ہوتا ہے مراد یہ ہے کہ تجھکو کچھ چارہ اور اختیار اوسپر نہو یعنی تو لوگونکو منع نکر سکتا ہو پس ان باتونکو لحاظ کرکے اپنے تئیں سنبھال اور بچا رکھ آپ کو بُرے کاموں سے اور چھوڑ دے عوام لوگونکو الگ ہوجا اونسے اور اونکی کاموں کی پکڑ نہ کر کیونکہ مقرر آخری زمانہ میں ایسے دن تمہارے سامنے آنیوالے ہیں کہ جسمیں اُنکو صبر کرنا چاہیے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پھر جسنے صبر کیا اون دنوں میں گویا اوس نے آگ کی چنگاریاں ہاتھ میں لیں ایسے وقت میں شریعت کے حکم پر چلنے والے کو پچاس آدمیوں کے برابر ثواب

ملیگا جو اوسکے عمل کے برابر عمل کرتے ہیں اور اس آفت میں پھنستی نہیں اور اس زمانہ میں
نہیں ہیں عرض کیا صحابہ نے یا رسول اللہ اوس شخص کو کیا ثواب ملیگا پچاس آدمیونکا
جو اونمیں سے نہیں فرمایا نہیں بلکہ پچاس آدمیونکا ثواب جو تم میں سے ہیں روایت
کیا اس حدیث کو ترمذی اور ابن ماجہ نے یہ عبارت فارسی شرح سے شیخ عبدالحق
دہلوی کے ترجمہ کیا گیا ہے اور چوتھی جلد شرح فارسی مشکوۃ شریف کے باب
اشراط الساعۃ میں ۴۳۵ صفحہ کے درمیان یہ حدیث ہے عَنْ جَابِرِ ابْنِ سَمُرَةَ
قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ كَذَّابِيْنَ
فَاحْذَرُوْهُمْ روایت ہے جابر سے کہا سنا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ
فرماتے تھے پیدا ہونگے قیامت کے قریب جھوٹے لوگ سو بچو تم اونکی برائیوں
سے اور مراد جھوٹوں سے یا وہ لوگ جو حدیثیں نئی نکالتے اور بناتے ہیں یا
وہ لوگ ہیں جو دعوے پیغمبری کا کرتے ہیں یا وہ لوگ ہیں جو نئی باتیں دین
میں ظاہر کرتے ہیں اور اپنی خواہش اور بری اعتقاد کو اصحابوں سے اور
اگلے بزرگوں سے نسبت دیکر اپنے دل میں گمان کرتے ہیں کہ راہ حق
اور سنت کا طریقہ یہی ہے اللہ پناہ میں رکھے ہمکو ایسوں سے یہ ترجمہ ہے شیخ
عبدالحق دہلوی کی فارسی شرح مشکوۃ شریف کا ہے اور پہلے جلد باب الاعتصام
میں ہے عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ يَأْتُوْنَكُمْ مِنَ الْاَحَادِيْثِ بِمَا
لَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَلَا اٰبَاؤُكُمْ فَاِيَّاكُمْ وَاِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّوْنَكُمْ وَلَا يَفْتِنُوْنَكُمْ
رَوَاهُ مُسْلِمٌ روایت ہے ابو ہریرہ رض سے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ہونگے آخری زمانہ میں فریب کرنے والے جھوٹے یعنے ایک گروہ ہونگے

وہ اپنے تئیں مکر اور فریب سے عالموں سے اور بزرگوں اور نیک کاروں اور
عقلوں کی صورت بناکر لوگوں میں ظاہر ہونگے تاکہ اپنی جہوٹ کو ملک میں پہیلاویں
لوگوں کو جہوٹے مذہب اور بری سمجھ کیطرف بلاویں اور لاتے ہیں تمہارے پاس
باتیں کہ نہ تم نے سنی نہ تمہارے باپ دادا نے اور مراد اون حدیثوں سے یا فقہیں
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں یا عام ہیں اور دوسرے آدمیوں کی کہی باتوں کو سوا
دور رکہو تم آپ کو اونسے اور دور رکہو اونکو آپ سے اسلیئے کہ گمراہ نکریں تمکو اور فتنہ
فساد میں نہ ڈالیں تمکو مراد اس سے یہ ہے کہ دین کے مسائل سیکہنے میں خوب احتیاط
اور نئی مذہبوالوں سے اور جن باتوں پر اگلے اچہے سب مسلمان نہوں اون سے
رہو خصوصاً اون لوگوں سے جو آدمیوں کو ہدایت کرنے کے فریب سے اپنی طرف
لاتے ہیں مثلاً سنت کے بہانے سے برے طریقے کیطرف دعوت کرتے ہیں مثنوی مولوی
روم قدس سرہ

نظم

چوں بسے ابلیس آدم روے ہست	پس بہر دستے نشاید داد دست
حرف درویشاں بدزدد مرد دوں	تا بخواند بر غریبے آں فسوں
زانکہ صیاد آورد بانگ صفیر	تا فریبد مرغ را آں مرغ گیر

ترجمہ فارسی شرح مشکوٰۃ کا ہے اور مشکوٰۃ کی کتاب العلم میں ہے عَنْ عَلِيٍّ رضی
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ اَنْ يَّاْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ
لَا يَبْقٰى مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُهٗ وَلَا يَبْقٰى مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ مَسَاجِدُهُمْ
عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ مِّنَ الْهُدٰى عُلَمَاؤُهُمْ شَرٌّ مَّنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَاءِ مِنْ عِنْدِ
هِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِيْهِمْ تَعُوْدُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ یعنی قریب ہی کہ ہوگا
پہر ایک زمانہ کہ باقی نہیں رہیگا اسلام مگر نام اوسکا اور باقی نہ رہیگا قرآن سے مگر لفظ او

وَاَمَّا السُّوَال

الساطع فی انہ ھل یجوز التخلط بین المذاھب الاربعۃ بان یعمل تارۃ علی مذھب ابی حنیفۃ

۵۳

وتارۃ اخری علی مذھب الشافعی وکرۃ تخطر بفعلہ واخری علی طریقۃ احمد رح وھکذا امثلا فتارۃ یقول امین فی الصلوٰۃ سرا وجھرا وقد یرفع یدیہ عند التکبیرۃ الاولی وقتا ولا یرفع وھکذا الامام

فالجواب

فی مسائل التقلید و فی جواہر الفتاوی من کتاب اصول الدین قال الشیخ ابو عبد الرحمن بن ابی اللیث فی بعض تصانیفہ من اوجب علی طالب العلم ان لا یکون ذا وجہین و لسانین

من مذہب بین مذہب فلو ان من دم نفسہ خیر لہ ان یاکل بدینہ کما قال الحسن البصری یاتی یبیع اقوام دینہم بثمن بخس فبئس واللہ ما اتجروا واشتروا الدنیا الفانیۃ الزائلۃ بالآخرۃ الباقیۃ اعاذنا اللہ منہم آمین انتہی

ساتواں سوال ۵۴

خطا اوسکا مسجدیں اونکی ظاہر میں آباد ہونگی لیکن ویران ہونگی ہدایت سے عالم سب
اونکے بدتر ہونگے اونسے جو آسمان کے نیچے ہیں فتنہ دین کا اونسے نکلیگا اور پہر اونہیں
کی طرف پہریگا اور مشکوۃ فارسی کی چوتہی جلد باب اشراط الساعۃ کے ۸۲ صفحہ
میں ہے وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ
سَلَّمَ اِذَا اتُّخِذَ الْفَیْءُ دُوَلًا وَالْاَمَانَۃُ مَغْنَمًا وَالزَّکٰوۃُ مَغْرَمًا وَتُعُلِّمَ
لِغَیْرِ الدِّیْنِ وَاَطَاعَ الرَّجُلُ امْرَاَتَہٗ وَعَقَّ اُمَّہٗ وَاَدْنٰی صَدِیْقَہٗ
وَاَقْصٰی اَبَاہُ وَظَھَرَتِ الْاَصْوَاتُ فِی الْمَسَاجِدِ وَسَادَ الْقَبِیْلَۃَ
فَاسِقُھُمْ وَکَانَ زَعِیْمُ الْقَوْمِ اَرْذَلَھُمْ وَاُکْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَۃَ شَرِّہٖ
وَظَھَرَتِ الْقَیْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ وَلَعَنَ اٰخِرُ ھٰذِہِ
الْاُمَّۃِ اَوَّلَھَا فَارْتَقِبُوْا عِنْدَ ذٰلِکَ رِیْحًا حَمْرَاءَ وَزَلْزَلَۃً وَخَسْفًا وَ
مَسْخًا وَقَذْفًا وَاٰیَاتٍ تَتَابَعُ کَنِظَامٍ قُطِعَ سِلْکُہٗ فَتَتَابَعُ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ
روایت ہے ابوہریرہ رض سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ٹہیرا
لیویں لوٹ کے مال کو دولت یعنی دولتمند اور منصب والے لوگ لوٹ کے مال
کو کہ شرع کے حکم سے تمام غازیونکا حق اسمین متعلق ہے اپنی قابو مین لیکر آپسمین حصہ
کر لیوین اور غریب اور مستحق کو اسکی محروم رکہین اور سمجہا جاوے امانت کو غنیمت
یعنی جو چیز امانت رکہی جاوے کسیکی پاس اوسمین خیانت کرین اور اوسکو بجاے
لوٹ کے مال کے جو کافروں سے ہاتھ لگتا ہے اپنا حق سمجہین اور سمجہا جاوے
زکوۃ کو ڈانڑ یعنی زکوۃ کے دینے سے لوگوں پر اسقدر سختی گذرے گویا ظلم
سے اور ڈانڑ باندھ سے اونکے پاس سے مال لیا جاتا ہے اور سیکہا جاوے
علم دین کے واسطے اور شریعت کے حکموں کی پہیلانے کی اور اللہ تعالیٰ کی جناب

میں نزدیکی حاصل کرنیکے لیے بلکہ دنیا کھینچنے کو اور عزت اور نام بڑھانے کو اور
دنیا کے سرداروں سے ملاپ کرنیکو اور تابعداری کرے مرد اپنی عورت
کی ایسی بات میں جس میں دین کی مصلحت نہو اور اللہ تعالے کے فرمودہ کے
موافق ہو اور دُکھ دیوے آدمی بوجہ شرعی کے اپنی ماکو اور ملاپ رکھے
اپنے آشنا سے اور کنارہ پکڑے اپنے باپ سے اور ظاہر ہو دیں آوازیں
اور بیہودہ باتیں مسجدوں میں جیسا اس زمانہ میں رائج ہوا ہے اور سردار
بنے اپنے گروہ کا وہ شخص جو اونمیں بدکار ہو اور کاروباری اور معتمد بنے
اپنی قوم کا کہ لوگ سب اپنے کاموں میں اس کی حاجت لیجا دیں جو اونمیں
کمینہ ہو اور بزرگی اور تعظیم کیجاوے کسی آدمی کی اوسکی برائی کے ڈر سے
مثلاً ایک ظالم بدکار حکومت پاوے اور غالب ہو جاوے پھر لوگ لاچار
ہوکر اوسکی ڈر سے تعظیم کریں اور اوسکی تابعداری بجالاویں اور علانیہ پڑی پھریں
لوگوں میں گانی والی عورتیں اور اونمیں مل جاویں اور ظاہر ہوں بجانے کی چیزیں جیسے
ڈھولک طنبور ستار وغیرہ اور پی جاوے شراب اور نشہ کی چیزیں اور لعنت کریں
اوس امت کے پچھلے لوگ اگلے لوگوں پر یعنی پیچھے اگلوں پر طعن کریں اور اونکو
بد کہیں اور کلمہ حقارت کا کہیں اوسکی پیروی سے انکار کریں اور اونکی تقلید کو
برا جانیں اور اونکو عار سمجھیں جب ایسا کیا تو گویا اونپر لعنت بھیجی جیسا اپنے مذہب
والے اماموں کو اور رافضی لوگ اصحاب رسول اللہ کو اور اون کے بعد کے
لوگوں پر لعنت کرتے ہیں اور اونکو برا جانتے ہیں سو منتظر رہو تو جب یہ
باتیں ظاہر ہو دیں سرخ ہوا کی اور زمین میں زلزلے ہونگے اور اوسکی دھس
جائیگی اور آدمیوں کی صورت بدل جائیگی دوسری بری صورت سے

۵۵

اور پتھر گرنے کی آسمان سے اور قیامت کی علامتوں کی کہ ایک پر ایک ظاہر ہوگئی۔
جسطرح جواہر کا تار جو گوندھا ہوا ہے اور پھر ٹوٹ گیا اور جواہر اوسکے گرنے گئے۔
ایک کے بعد ایک روائت کیا اسکو ترمذی نے **سولھواں سوال** اگر کوئی
شخص مسائل شرعیہ حنفیوں کے ساتھہ جدال کرے مثلاً وہ روائت فقہ کے رد
میں کوئی حدیث لاوے تب اوسکے جواب میں کہا جاوے کہ وہ حدیث ضعیف ہی
فلانے محدث نے اوسکو ضعیف کہا ہے تو کہے کہ پیغمبر خدا کا قول نہیں کہیں
ضعیف ہوتا ہے پھر جب اوسکے جواب میں کہا جاوے کہ حدیث ضعیف اوسکو
کہتے ہیں کہ جس کے راوی میں کچھہ خلل ہو اور یقین ہو کہ یہ کلام فی الحقیقت
پیغمبر خدا علیہ السلام کا ہے تو پھر ضعیف ہونا اوسکا محال ہے نعوذ باللہ من ذلک
پھر وہ کبھی چپ رہے اور کبھی اس بات کو چھوڑ کر دوسرا مسئلہ ذکر کرے کبھی اور
کچھہ بات درمیان میں لا کر شور وغل مچاوے کبھی اوس محدث پر طعن وتشنیع
کرے اور اسیطرح جب فقہ کی روائت سے کہا جاوے کہ آمین شور سے کہنا
اور رفع یدین کرنا رکوع کے ارادہ کے وقت مثلاً مکروہ ہے تب کہے کہ پیغمبر
خدا کا فعل بہی مکروہ ہوتا ہے اگر وہ مکروہ ہے تو پیغمبر خدا نے بہی مکروہ کام کیا تھا
تو ہم پھر کیا چیز ہیں پھر جب اوسکے جواب میں کہا جاوے کہ یہ مکروہ ہماری
حق میں ہے اسواسطے کہ آمین آہستہ کہنا سنت موکدہ ہے تو پھر شور کرکے کہنے
میں وہ سنت موکدہ کی ترک ہوتی ہے اسلئے ہمارے حق میں مکروہ ہوگیا اور
ایسا ہی ارسال یعنی رکوع کے ارادہ کے وقت ہاتھہ نیچے کو ڈالنا سنت موکدہ ہے تو
پھر اوپر کو ہاتھہ اوٹھانیسے وہ سنت موکدہ چھوٹتی ہی اسواسطے ہمارے حق میں مکروہ ہوا
پھر وہ اس جواب کے سننے کے بعد اوسی طرح کی حرکات کرے اور اوس

کے جواب میں کچھ غور نہ کرے اور اسی طرح سے جب اوسکو کہا جاوے کہ آمین شور
سے کہنا اور رفع یدین کرنا منسوخ ہے تو کہے کہ اگر منسوخ ہوتا تو امام شافعی رح
کیوں عمل کرتے تب اوسکو جواب میں کہا جاوے کہ منسوخیت اسکی امام ابوحنیفہ
کے تحقیق کے روسے ثابت ہے اگر یہ منسوخیت امام شافعی رح کو معلوم نہوتی اور
حدیث ناسخ اونکو نہ پہنچی تو اوسمیں کچھ خلل نہیں امام شافعی رح کچھ عالم الغیب
نہ تھے کہ سب حدیثوں اور سب احکام شرعی اونکو معلوم ہوتے اور اسی کے زعم
کے موافق کہا جاوے کہ رفع یدین اگر سنت ہوتا تو کیا امام اعظم عمل نکرتے
باوجود اس بات کے کہ زمانہ امام اعظم کا بہت قریب تھا حضرت کے زمانہ
سے اور تحقیق اونکی سب سے زیادہ تھی اگر سنت ہوتا تو اونکو معلوم نہوتا تو پھر
جو جواب تمہارا ہے وہی جواب ہمارا ہے پھر اس جواب کے بعد بھی سابق کی
طرح سے واہی تباہی باتیں کہے اور اسیطرح سے جب کوئی مسئلہ فقہ کے خلاف
لوگوں میں ظاہر کرے تب اوسکو کہا جاوے کہ یہ مسئلہ فقہ کی کتاب کے خلاف ہی تو کہے
کہ فقہ کی کتاب کے مسئلہ پر کیا اعتماد ہے اوسکو تو آدمی نے بنایا ہے اس مسئلہ کو حدیث
میں دکھلاؤ تب اوسکو جواب دیا جاوے کہ اس مسئلہ کی دلیل یہ حدیث فلانی
فقہ کی کتاب میں ہے تو کہے کہ فقہ کی حدیث پر کیا اعتماد ہے اسکو تو فقہاء نے
لکھا ہے حدیث کی کتاب میں بتلاؤ جسکو محدثوں نے جمع کیا ہے پھر جب کہا جاوے
کہ یہ حدیث طحاوی یا طبرانی یا رزین یا مستدرک یا موطا محمد یا مسند امام ابوحنیفہ
میں ہے تب یوں کہے کہ ہم ان سب کو نہیں مانتے ہیں وہ حدیث صحاح ستہ
میں دکھلاؤ پھر جب اوسکو بتایا جاوے کہ وہ حدیث ترمذی میں مثلاً ہے تب
کہے کہ وہ حدیث ضعیف ہے اوسکو تو ابوداود نے ضعیف کہا ہے

جب اوسکے جواب مین یون کہا جاتا ہے کہ اس حدیث کو مجتہدوں نے اور بہت فقہا
نے صحیح غیر منسوخ کہا ہے پھر ایک محدث کا اوسکو ضعیف کہنا اون سب مجتہدین
اور فقہای کے مقابل میں کچھ اعتبار نہیں رکھتا پھر وہ شخص یہ جواب سنکر بھی
سابق کیطرح لا یعنے اور بیمعنے بکتا ہے تو اب علمای سے سوال کیا جاتا ہے کہ
یہ جواب کہ اوس شخص کے سوالات میں لکھے گئے ہیں صحیح ہیں یا نہیں اور جو کوئی اسطرح
کے سوالات بیجا کرے اور اوسکے یہ جواب جو سابق مذکور ہوے نہ سنے اور اپنے
جدال اور نزاع سے باز نہ آوے اور اپنی ضد اور ہٹ پر اڑا رہے اور اوس حدیث
کو جسکو امام اعظم رح نے اور ہزاروں فقہا نے صحیح اور غیر منسوخ کہا ہے نہ مانے اور
اونکی تحقیقات پر اعتماد نکرے اور فقہ کی کتابونکو نہ مانے اور فقہای محدثین کے جمع کرنے
پر اعتماد نکرے بلکہ کلمہ حقارت کا کہے اور اوس حدیث قوی کے مقابل میں دوسری محدث
کی کتاب سے کہ جسکا حال اوپر کے صفحہ میں مذکور ہوا اختلاف پر دلیل لاوے اور اوسکے
مقلدونکو اونکی پیروی سے باز رکھے اور بیچارے عوام کو شک میں ڈالے بلکہ حنفی
مذہب سے بد اعتقاد کر دے اور امام اعظم رح کی تقلید کو چھوڑا دے اور اسطرح کی معنی
شبہ اور بیجا اعتراضات کہ اوپر کے صفحوں میں مذکور ہو چکے جاہلوں کے سامنے بیان
کرے اور اونکو سکھلاوے اور جواب اوسکا نہ جانے تو وہ گروہ دین میں خصومت
اور جدال ڈالنیوالا اور ضال اور خود گمراہ اور لوگونکو گمراہ بنانیوالا ہے یا
نہیں **جواب** دے سب جوابات کہ اوس شخص کے سوالات میں دئے
گئے ہیں سب درست اور راست بے کم و کاست ہیں ان سب جوابوں کی صحت
وحقیقت میں کچھ شک اور شبہ نہیں ہے اور ایسا شخص جسکا احوال سوال
میں مذکور ہوا ظاہر حال اور قال سے اوسکے اللہ تعالے اعلم ہے

حقیقت حال سے اوسکی بیشک اہل خصومت اور جدال اور ضال او رخود گمراہ ہے اور لوگونکو گمراہ بنانیوالا ہے اور حدیثوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شخص جدالی شل مشرکین کے اہل جدال سے ہے اور آیہ شریفہ وَمَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ کے مورد کی جنس میں داخل ہی جیسا کہ شرح مشکوۃ کی اول جلد باب الاعتصام ۱۱۸ صفحہ میں لکھا ہے وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا ضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ هُدًی کَانُوْا عَلَیْهِ اِلَّا اُوْتُوا الْجَدَلَ ثُمَّ قَرَءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْاٰیَةَ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ روایت ہے ابو امامہ رض سے کہا فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے گمراہ نہوئی کوئی قوم بعد راہ پانیکے کہ جسپر وہ تھی مگر جبکہ دیگئی اونکو جدل کے معنے دشمنی اور لڑائی اور جھگڑی اور کچھ اپنے طریق کی جس سے مشہور اور جاری کریں جھوٹے مذہب کو اور گرادیں سچی بنیاد کو پھر پڑھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ماضربوہ آخر تک اس آیت کے نازل ہونیکا یہ سبب ہے کہ جب فرمایا اللہ تعالےٰ نے اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ مقرر تم اور سوائے اللہ کے جس چیز کو تم پوجتے ہو سب لکڑی ہیں جہنم کی شرک کرنے والے خوش ہوے اور دہوم مچائی اور کہنے لگے کہ ہمارے بت کچھ عیسےٰ سے بہتر نہیں ہیں اور عیسیٰ جو معبود نصاریٰ کے ہیں اگر اس کے حکم سے دوزخ میں جاوینگے تو ہم راضی ہیں کہ ہمارے معبود بھی اون کے ساتھ رہیں اس مقام میں فرمایا ہے کہ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ یعنی یہ بحث جو کافروں

پہلا باب

مولانا مولوی محمد اسحٰق صاحب نے جو جواب دیا ہے فتوے کے سوال میں وہ لکھا جاتا ہے

جواب

در کتاب اشباہ النظائر می نویسد اذا سئلنا عن مذہبنا ومذہب مخالفینا فی الفروع یجب علینا ان نجیب بان مذہبنا صواب یحتمل الخطاء ومذہب مخالفینا خطاء یحتمل الصواب انتہی

نے تیرے ساتھ کی ہے نہیں کی اونہوں نے مگر جھگڑے اور ضد اور شرارت کی راہ سے کیونکہ لفظ وماتعبدون کا عیسیٰ کو شامل نہیں ہو سکتا اسلئے کہ کلمہ ما کا عقل والوں کے لئے نہیں ہے چیز کے معنے میں مقرر ہے جسکے معنی جو چیز اور کلمہ من کا عقل والوں کے لئے مقرر ہے جس کے معنی جو شخص ہے اور یہ لوگ جانتے ہیں کہ عرب کی لغت میں اسی طرح پر آیا ہے باوجود اس کے صرف ضد اور شرارت سے اور اپنے طریق کی پچھہ کر کے یوں کہتے ہیں اور روائت ہی کہ ابن زبعری نے یہ بحث کی تھی حضرت نے فرمایا اسکو کہ افسوس ہے تیری توجیہ پر کیا اچھا نادان ہے تو اپنی قوم کی زبان سے

ستر ہواں سوال

اگر کوئی حدیث کہ جسپر عمل حضرت امام اعظم کا ہو اور اونکے بعد ہزاروں فقہاء اور محدثین اور علماء نے اوس حدیث کو صحیح غیر منسوخ کہا ہو اور اوسی کے موافق عمل کرتے چلے آئے ہوں اور فقہ کی کتاب میں بھی مندرج ہو پھر اوسی حدیث کو کسی اور محدث نے جو امام کا مقلد نہو ضعیف کہا ہو یا دوسری حدیث اوسکے خلاف کسی حدیث کی کتاب میں ملی تو اوس حدیث میں کچھہ شبہ یا خلل ہوگا یا نہیں اور اوس حدیث کے موافق عمل کرنے میں کچھہ نقصان ہے یا نہیں

الجواب اس بات کا جواب موقوف ہے اس بات کے جاننے پر کہ بیچ درمیان مجتہد اور فقیہ اور محدث کے فرق جانے اور وہ فرق یہ ہے کہ مجتہد کا مرتبہ زیادہ ہے اس سے جو صرف محدث ہے اسواسطے کہ مجتہد وہ شخص ہے جو سب آیات احکامی کو اور اوسکے معانی اور تفاسیر اور تاویلات اور شان نزولات اور تمام اقسام اوسکے جیسا اصول کی کتابوں میں مفصل لکھا ہے خوب یاد رکھتا ہو اور سب احادیث

احکامی اور اوس کی سند کو اور سب راویوں کے احوال کو اور معانی اور
مرادات اور تاویلات کو اچھی طرح تحقیقات کیا ہو جیسا کہ جواب میں سوال
عمل بالحدیث کو بطور مثال کے چند امور مذکور ہوگئے اور سب اقسام احادیث
احکامی کی جیسا کہ شروح میں کتب احادیث کی مذکور ہے ہر حدیث کو مفصلاً
جانتا ہو اور اوسے یاد ہو اور سب احکام اجماعی کو بھی یاد رکھتا ہو اور قوت
تمام رکھتا ہو اور استعداد کامل قیاسی کے نکالنے کی بھی رکھتا ہو اور فقیہ اوسکو
کہتے ہیں کہ احکام شرعی عملی کو اونکو دلیل کے ساتھ جانتا ہو یعنی ہر مسئلہ کو اوسکی
دلیل سے قرآن شریف یا حدیث پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم یا اجماع یا قیاس
سے جانتا ہو اور ہر ایک دلیل کے معنے اور مراد اور تاویل کو خوب تحقیق کیا
ہو اور محدث وہ شخص ہے کہ صرف احادیث کی عبارت کو جیسا سنا ہو جمع
کیا ہو معنے اور مراد مجمل اور تاویل اوسکی جانتا ہو یا نہیں اور احکام عملی کو
دلیلوں سے جانے یا نہ جانے جیسا کہ بہت سے محدثوں کا یہی حال تہا
پہر جب کسی مجتہد اور فقیہ نے جس حدیث کو صحیح کیا ہو اور کسی محدث کا اوسکو
ضعیف کہنا معتبر نہیں ہے خصوصاً جیسے مجتہد امام اعظم رح جنکا زمانہ
حضرت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے بہت نزدیک تہا اور وہ
تابعین میں سے تہے بہت سی حدیثیں اونہوں نے صحابہؓ سے سنیں تہی اور بہت سے
تابعین سے جیسا کہ درمختار کے خطبے میں ہے سو اونہوں نے جس حدیث کو
صحیح غیر منسوخ کہا ہے اور بعد اونکے ہزاروں فقیہوں نے بہی جو اوس حدیث
کو تحقیق کیا تو جیسا امام اعظم رح نے فرمایا تہا ویسا ہی پایا تب اونہوں نے بہی اپنی
کتابوں میں صحیح کیا اور فقہ کی مسئلہ پر اوس حدیث کو دلیل لائے تو اب اہل حدیث

کے صحیح غیر منسوخ ہونے میں کسیطرح کا شک شبہ نہیں رہا پھر ان کے بعد کوئی
ایسے محدث جو امام سے بہت پیچھے تھے اور درمیان اونکے اور حضرت پیغمبر خدا
علیہ السلام کے آٹھہ آٹھہ دس دس واسطے راویوں کے بلکہ زیادہ گزرے اور اونکا
مرتبہ اجتہاد کا جیسا کہ امام اعظم کا تہا نہ تہا بلکہ قریب بہی نہ تہا بلکہ اونکو فقاہت
میں بہی ایسا کمال نہ تہا جیسا کہ فقہائے حنفی کو علم فقہ میں تبحر تہا اگر اونہوں نے اپنے
مذہب کی رعایت کی راہ سے یا تعصب کی روسے یا اپنی تحقیقات کے لحاظ سے یعنی جن
راویوں کے وسیلہ سے وہ حدیث اونکو پہنچی وہ لوگ اونکے نزدیک معتبر نہ تہی اگر اوس حدیث
کو ضعیف کہا تو ایسی شخص کا ضعیف کہنا امام اعظم اور ہزاروں فقہای کے صحیح کہنی کے
مقابل میں اونکے مقلد کے حق میں بلکہ ہر منصف کے نزدیک ہرگز قابل اور لائق اعتبار
کے نہیں ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ جو حدیث فقہ کی معتبر کتاب میں ہے
عمل کے باب میں زیادہ معتبر ہے اوس حدیث سے کہ کتاب حدیث میں ہے اسواسطے
کہ فقہا نے التزام کیا ہے کہ جو حدیث صحیح اور غیر منسوخ ہے فقط اوسی کو فقہ
کی کتاب میں درج کر کے ہر مسئلہ پر دلیل لاتے ہیں اور جو حدیث ضعیف ہے
اوسکو اکثر تصریح کر دیا ہے کہ فلانی حدیث ضعیف ہے اور اگر کوئی حدیث
ماوّل ہے تو اوسکی تاویل کو دلیل کے ساتھہ بیان کیا ہے اور اگر منسوخ ہی تو
اوسکی منسوخیت کی وجہ کو لکھا ہی برخلاف محدثین کے کہ اونہوں نے صرف اسی بات کا التزام
کیا ہی کہ جو حدیث کسی معتبر سے سنی اوسکو اپنی کتاب میں جمع کیا ہی پہر وہ اور کسیطرح ہی
ضعیف ہو یا ماوّل ہو یا منسوخ ہو یا نہو جیسا کہ چھہ کتابیں حدیث کی کہ صحاح ستہ
کر کے مشہور ہیں اونمیں ان تینوں قسم کی حدیثیں بہری ہوئی ہیں چنانچہ شیخ عبدالحق
دہلوی نے شرح مشکوۃ فارسی کے مقدمہ میں لکھہ دیا ہے جس کا خلاصہ

یہ ہے اور امام ہمام نے فتح القدیر میں پکار کر بسم اللہ پڑہنے کے مسئلہ میں
لکھا ہے پھر کوئی ایسی حدیث کہ جسپر امام اعظم مجتہد مقدم کا اور بہت سے مجتہدوں
اور محدثوں اور فقہا اور فضلا کا عمل ہوا اور اون سبہوں نے بالاتفاق اوسکو
صحیح غیر منسوخ لکھا ہو اور فقہ کی کتاب میں بہی منسوخ ہی اگر کوئی اور محدث اوسکو
ضعیف کہے یا دوسری حدیث اسکے مخالف کسی حدیث کی کتاب میں ملے تو حنفی کے حق
میں بلکہ ہر منصف کے نزدیک اوس حدیث سابق میں کچھ خلل واقع نہوگا اور
اوسکے موافق عمل کرنے میں ہرگز نقصان نہیں

اٹھارہواں سوال

اگر کوئی اصلا رعائت مذہب حنفی کی نہ کرے مثلاً لہو یا پیپ کسی پہوڑے سے
نکلنے میں جو ابو حنیفہ رح کے مذہب میں ناقض وضو ہے وضو نہ کرے یا کسی
مذہب کی رعائت نہ کرے مثلاً ذکر چہونے سے بہی جو شافعی کے مذہب میں
ناقض وضو ہے وضو نہ کرے بلکہ اگر ایک وقت میں اگر یہ دونوں واقع ہوں ہرگز
وضو نکرے حاصل یہ ہے کہ جو مذہب حنفی میں نماز کا مبطل ہو اوسکو کبہی کرے
اور جو فرض ہو اوسکو کبہی نہ کرے اور علمائی حنفی سے بغض اور عداوت رکہے اور
جو کوئی مقلد ابو حنیفہ کا ہو اوس سے نفرت کرے سو ایسے کے پیچہے نماز میں اقتدا
جائز ہے یا نہیں

جواب

ایسے کے پیچہے ہرگز درست نہیں ہے در مختار فقہ کی
کتاب جو بہت معتبر ہے اور حرمین شریفین میں اوسکا درس ہوتا ہے اور وہاں کے
علما کا اوسپر بہت اعتماد اور عمل ہے اوسمیں لکہا ہے ومخالف کالشافعی
ان یتیقن المراعات لم یکرہ او عدمہا لم یصح وان شک
کرہ یعنی جو کوئی حنفی مذہب کا مخالف ہو مثلاً شافعی تو اوسکے تین حال ہیں
اگر یقین ہو کہ وہ حنفی مذہب کی رعائت کرتا ہے مثلاً جو چیز

باب دوم

کہ حنفی مذہب میں اوسکے ساتھ جائز نہیں اوس سے وہ شخص احتراز کرتا ہے
تو اوسکے پیچھے نماز مکروہ نہیں جیسا کہ مکہ معظمہ میں امام شافعی المذہب کی رعایت
کرتے ہیں اور اگر معلوم ہو کہ وہ رعایت نہیں کرتا تو اوسکی اقتدا درست نہیں اور
اگر اوسکے حال میں شک ہو یعنی ایسے شخص کا حال معلوم نہو کہ رعایت کرتا ہے یا نہیں
تو ایسے کے پیچھے نماز مکروہ ہے پھر جب معلوم ہوا کہ جو شافعی مذہب کہ ہمارے مذہب
کی رعایت نکرے اوسکی اقتدا درست نہیں تو جو شخص کہ کسی مذہب کی رعایت نہ
کرے تو بے شبہ اوسکی اقتدا درست نہیں اور فتاوی عالمگیری میں کہ تمام علمای
ہندوستان کے نزدیک وہ بہت معتمد اور معتبر ہے لکھا ہے اما الاقتداء
بالشافعی قالوا لاباس به اذا لم یکن متعصبا اور جامع الرموز میں ہے
لاباس به اذا لم یتعصب ای لم یبغض للحنفی یعنی شافعی المذہب کے
پیچھے اقتدا مضائقہ نہیں اگر متعصب نہو یعنی حنفی لوگوں سے بغض نرکھتا ہو پھر
جب کوئی شخص شافعی المذہب کہ حنفی سے بغض رکھتا ہو تو اوسکی اقتدا درست
نہیں ہے تو پھر ایسا شخص کہ علمای حنفی سے بغض اور نفرت رکھتا ہو ہرگز اوسکی
اقتدا درست نہیں ہے بلکہ نماز باطل ہے اور بحر الرائق میں ہے و اما الصلوة خلف
الشافعیة فمحاصل ما فی المجتبی انه اذا کان مراعیا بالشرائط و
الارکان عندنا فالاقتداء صحیح و الا فلا یصح و لاخصوصیة للشافعیة
بل الصلوة خلف کل مخالف للمذہب کذلک جو کوئی شخص شافعی المذہب
اگر رعایت کرتا ہو اون سب شرطوں اور رکنوں کی جو ہمارے مذہب میں ہے
تو اوسکی اقتدا صحیح ہے اور اگر رعایت نکرتا ہو تو اوسکی اقتدا صحیح
نہیں ہے اور یہ حکم شافعیہ کے حق میں خاص نہیں ہے بلکہ

اسی طرح سے جو شخص کہ حنفی مذہب کا مخالف ہو اوس کی اقتدا کا یہی حکم ہے اور مولانا عبد العزیز مرحوم نے راہ نجات کی ۱۲ صفحہ میں لکھا ہے کہ جس شخص کے مذہب میں خلل ہو اوسکے پیچھے نماز درست نہیں

اُنیسواں سوال

سوائے صحاح ستہ کے اور کتابیں حدیث کی مثل رزین اور طحاوی اور مسند امام ابو حنیفہ رح اور موطای امام محمد اور مستدرک حاکم اور بیہقی اور طبرانی وغیرہ علمائے سنت و جماعت اور محدثین کے نزدیک معتبر ہیں یا نہیں اور صحاح ستہ میں حدیثیں ضعیف اور معلول بھی ہیں یا نہیں

جواب

اوّلاً جاننا چاہئے کہ حضرت پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے لکھنے اور جمع کرنیکو فرمایا تھا پھر بہت سے اصحاب نے اپنی سمجھ اور یاد کے موافق قرآن شریف کو جمع کیا تھا لیکن ترتیب اور تقدیم و تاخیر میں اختلاف تھا پھر بعد حضرت کے سب صحابیوں نے اتفاق کر کے ایک طور پر مقرر کیا اس سبب سے کلام الٰہی ایک جگہ جمع ہوا اور اوسمیں اختلاف نہ پڑا بخلاف احادیث کے کہ حضرت نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ لوگونکو جمع کرنیکو حکم فرمایا اور نہ صحابہ نے ملکر جمع کیا بلکہ بعد اونکے بہت پیچھے لوگوں نے کہ بعض اونکے فاضل تھے اور بعض صرف لکھنی جانتے تھے الگ الگ اونہوں نے اپنی یاد کے موافق اور جسقدر لوگوں سے سنا ایک جگہ جمع کر کے ایک کتاب بنائے سو اسلئے حدیث میں بہت اختلاف واقع ہوا اور سب احادیث ایک جگہ میں جمع نہ ہوئیں اور اسی جہت سے صحاح ستہ جو حدیث کی چھ کتابیں لوگوں میں مشہور ہیں اونکی آپسمیں بھی اختلاف بہت ہے اور اونمیں سب قول اور فعل حضرت کے جمع نہیں ہیں بلکہ اون چھ کتابوں کے سوا بہت سی کتابیں حدیث کی اور جیسے وہ چھ کتابیں معتبر ہیں ویسی وہ بھی معتبر ہیں جیسے مسند امام ابو حنیفہ رح اور موطا

امام محمد اور حجت امام محمد اور آثار امام محمد اور رزین اور طحاوی اور طبرانی وغیرہ
اور اس قدر جاننا بہت ضرور ہے کہ یہ چھ کتابیں جنہیں صحاح ستہ کہتے ہیں اون
میں سب حدیثیں صحیح نہیں ہیں بلکہ بعض حدیثیں ضعیف اور معلول بھی ہیں جیسا کہ
شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ فارسی کے مقدمہ میں لکہا ہے اور
امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں پکار کر بسم اللہ پڑھنے کے مسئلہ میں لکھدیا ہے
اور عبارت فتح القدیر کی یہ ہے لیس حدیث صریح فی جهر التسمية
الا و فی اسنادہ مقال عند اهل الحدیث ولهذا اعرض عنه
ارباب المسانید المشهورة فلم یخرج شیئا منها مع اشتمال
کتبهم علی احادیث ضعیفة **بیسواں سوال** حدیث میں
آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ میرے امت میں تہتر فرقے ہونگے اون
میں سے بہتر فرقہ ناری اور ایک ناجی اس سے معلوم ہوا کہ ہر فرقہ محمدی کہلاویگا
اور کلام اللہ اور احادیث رسول اللہ صلعم کو اپنی دلیل ٹہیراویگا سوا ب اوسکی
کیا وجہ ہے کہ ایک فرقہ ناجی اور باقی سب ناری باوجودیکہ ہر ایک اپنی دانست
میں کلام اللہ اور احادیث رسول اللہ کے موافق عمل کرنیکا دعوی رکھتا ہے
جواب پہلے جاننا چاہیے کہ ایک فرقہ سنت کا اور بہتر فرقے اور کہ
سو سب قرآن اور حدیث دلیل لاتے ہیں اور اپنے خیال میں اوسی پر عمل کر
باوجود اس بات کے کہ ایک گروہ اسمیں سے سنت وجماعت کا ناجی اور
باقی بہتر جہنمی اسکا سبب یہی ہے کہ اہلسنت وجماعت کا طریق یہ ہے کہ جو بات
ظاہر حدیث سے ثابت ہوئی اوس پر عمل واجب جانتے ہیں اگرچہ اوسکی حقیقت
کنہ عقل میں نہ آوے بلکہ اگر اونکی عقل یا خواہش نفسانی برخلاف اوس کے

حکم کرے تو بھی عقل اور خواہش کی پیروی نہیں کرتے سنت کا اتباع اپنے اوپر
لازم اور واجب جانتے ہیں اور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی امت جس بات پر
اتفاق کریں اسکو بجان و دل قبول کرتے ہیں اگرچہ اجماع اونکا کسی کی عقل یا
خواہش کے برخلاف ہو یا اوسکا دل اوس سے ناخوش ہو برخلاف اور گروہوں کے
جیسے رافضی خارجی معتزلہ کہ انکا یہ طریقہ ہے کہ جو قرآن و حدیث میں آیا ہے
اگر اونکے عقل کے موافق اور خواہش کے مطابق ہو تو جلدی سے اوسکو قبول کر
لیتے ہیں اور اگر مخالف ہو تو قرآن و حدیث کی تاویل کرتے ہیں ہرگز نہ اوسپر
اعتقاد کرتے نہ عمل میں لاتے ہیں بلکہ اپنی عقل ناقص اور نادانی اور خواہش نفسانی
کی پیروی کرکے جس بات کو اونکی عقل قبول اور خواہش اونکی پسند کرے اوسی پر اعتقاد
اور عمل رکھتے ہیں اور اوسپر قرآن یا حدیث سے تاویل کرکے ہو یا کسی حیلہ اور فریب
سے ہو دلیل لاتے ہیں اور اسیطرح اوس اجماع کو مانتے ہیں جو اونکی عقل اور
خواہش کے موافق ہو اور جو برخلاف ہو تو اوسکی تاویل کرتے ہیں اور کسی اہل
اجماع پر طعن و تشنیع کرتے ہیں اور خلاف پر اونکے دلیلیں ضعیف ہوں یا قوی
ظاہر ہوں یا تاویل سے ہوں گذرتے ہیں اسی واسطے اہل سنت و جماعت
اون لوگونکو اہل ہوا کہتے ہیں یعنے خواہش نفسانی کی پیروی کرنے والے چنانچہ
رافضیوں نے نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ آیہ
قرآن کے معنوں میں خواہش نفسانی کو دخل دیکر شیطان کے بہکانے سے سیاق
کلام اللہ پر لحاظ نہ کرکے اندھے بنکے حکم کیا کہ عورت کے دبر میں بھی دخول
کرنا جائز ہے اور معتزلہ عذاب قبر کی حقیقت سے جو اونکے عقل میں نہ آئی
باوجودیکہ احادیث صریح اور صحیح اوسمیں وارد ہیں منکر ہوگئے اہل سنت و

جماعت اسپر ایمان لاکر قائل ہوے اور اوسکی کیفیت کو علم آلہی پر چھوڑا کہ عقل
آدمی کی اوسکی دریافت سے عاجز ہے اور قوم رافضی حضرت ابو بکر رض کو خلیفہ
برحق نہیں جانتے ہیں باوجودیکہ اسکے تمام صحابی کا اونکی خلافت پر اجماع تھا لیکن
چونکہ اونکی خواہش کے مطابق نہ تھا اس اجماع کو نہیں مانتے ہیں اور حضرت صدیق کو اور جو اس
اجماع کے بانے اور مددگار تھے اونکو برا جانتے ہیں اور بد کہتے ہیں الغرض سوا اہلسنت و جماعت
کے کہ فرقہ اہل حق یہی ہے اور فرقوں نے شرع کے احکام میں اپنی عقل اور خواہش کو
دخل دیا اسواسطے وہ جہنمی ہوے نعوذ باللہ منہا اور سُنّی لوگوں نے سنت اور جماعت
کی پیروی کی اسلئے وہ جنتی ہوے اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْنَا مَعَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

اکیسواں سوال اس زمانہ میں اگر کسی گروہ کا حال بعینہ اون لوگوں
کا سا ہووے یعنے اپنی عقل اور اپنی سمجھ اور اپنی خواہش کو مسائل شرعیہ میں دخل دیویں اور
مجتہدین سلف کی تقلید اور پیروی نکریں اور علماء کے اجماع کو بلکہ تمام اہل اسلام
کے اتفاق کو نہ مانیں اور اوسکو حق نہ سمجھیں اور سواد اعظم یعنے بڑی جماعت کی
پیروی نکریں بلکہ اپنے رائے پر چلیں اور اوسکو رواج دیویں اور جو حدیث کہ اونکی
خواہش کے موافق ہو اوسپر تو عمل کریں اور جو برخلاف ہو اوسکو نہ مانیں یا
اوسکی تاویل کریں مثلاً جب وہ قوم کہیں کہ عمل ہمارا قرآن اور حدیث پر ہے
تب اونسے کہا جاوے کہ بہت سی حدیثوں میں صاف آیا ہے کہ مسلمانوں کے
اجماع کی پیروی کرو اور خلاف اوسکے ہرگز عمل میں نہ لاؤ بلکہ یوں ہی آیا ہے
کہ جس بات پر اکثر مسلمان اور بڑے جماعت ہوں اوسی کو لازم پکڑو
جو اوس کے خلاف کریگا جہنم میں پڑیگا جیسا کہ یہ حدیث مشکوۃ شریف
کے باب الاعتصام کے ۲۸ صفحہ میں موجود ہے عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَجْمَعُ اُمَّتِيْ عَلٰى ضَلَالَةٍ وَيَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ یعنی روایت ہے ابن عمر رضہ سے کہا فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیشک اللہ جمع نہیں کرتا میری امت کو گمراہی پر اور اللہ کا ہاتھ ہے جماعت پر اور جو کوئی جدا ہوا اوس سے جا پڑا وہ جہنم میں اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهُ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ اور اونہیں ابن عمر رضہ سے روایت ہے پیروی کرو بڑی جماعت کی سو مقرر یوں ہے کہ جو جدا ہوا جماعت سے وہ گر پڑا آگ میں و عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ رَوَاهُ اَحْمَدُ روایت ہے ابی ذر رضہ سے کہا کہ فرمایا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جسنے جدا کیا جماعت کو بالشت بھر بیشک نکالی اوسنے ڈوری اسلام کی یعنی گردن سے پھر تمام علماء بلکہ تمام امت کا اتفاق اسپر ہے کہ جسکا مرتبہ مجتہد کا نہو بلکہ اکثر علماؤں نے یوں لکھا ہے کہ اس زمانہ میں اگرچہ کسی کا مرتبہ اجتہاد کو پہونچے تو بھی اوسپر لازم ہے کہ ایک طریقہ ان چاروں مذہبوں سے اختیار کرلے ان چار کے خلاف نہ کرے اور کوئی نیا مذہب نکالے اور کسی مذہب کی پیروی سوا انکے نکرے چنانچہ اگلے سوال میں سہم الثبوت اور فتوی سے علماء حرمین شریفین کے اور فتوی سے مولانا محمد اسحاق اور مولانا عبدالعزیز اور شیخ عبدالحق دہلوی کے اور اشباہ و نظائر اور نہایۃ المراد وغیرہ کی تحریر سے ظاہر ہوگا سو تم اوسپر کیوں نہیں عمل کرتے ہو تب اوسکے جواب میں کہی

گفت صاحب بحر رائق در رسالہ زینیہ نقل الشیخ القاسم نے

الہمام و علی القاری فلو التزم احد مذہبا کابی حنیفۃ والشافعی رحمہما اللہ فیلزم الاستمرار علیہ فلا یقلد غیرہ فی مسئلۃ من المسائل ہکذا فی در المختار و قال الشیخ العالم الکامل المحدث الفقیہ المتفنی عبدالرؤف المناوی فی فیض القدیر شرح الجامع الصغیر یجب علینا اعتقاد ائمۃ الاربعۃ ولا یجوز تقلید الصحابۃ وکذا التابعین کما قالہ الامام الحرمین من کل من لم یدون مذہبہ فیمتنع تقلید غیر الاربعۃ

فی القضاء والفتیا لان مذاہب الاربعۃ انتشرت تحررت وقد نقل الامام الرازی رح اجماع المحققین علی منع العوام من تقلید اعیان الصحابۃ وغیرہم وہکذا قال الامام المحقق النووی فی شرح الاربعین وہکذا قال المجتہد محمد سالم و قال الحافظ الاجل جلال الدین السیوطی الرسالۃ ان لا من الناس قالوا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

چُپ رہجاویں کبھی اُس حدیث کی تاویل کریں کبھی اجماع پر طعن کریں اور کہیں کہ بہت
سے مسلمان تو تعزیہ داری اور شرک اور بدعت بھی کرتے ہیں کیا یہ سب بھی درست ہو جاویگا
نعوذ باللہ منہم کہاں افعال جہلا اور اہل بدعت اور اہل شرک اور کہاں اجماع علماء
الغرض علماء کے اجماع کو ایسی ایسی افعال مشرکین اور جہال کے ساتھ تشبیہ دیکر بہکا دیے
عوام کو علماء کے اجماع سے بد اعتقاد اور بدگمان کراوین اور کبھی اوس حدیث کو ضعیف
کہیں اور کبھی حدیث کے معنی اور کچھ اپنے دل سے ٹہیراکر کے عوام کو بہکا دیں دوسری مثال
یہ کہ جب اونکو کہا جاوے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو مسلمانوں میں فتنہ اور فساد
ڈالے اور اونکی جماعت میں تفرقہ ڈالے تو اوسکو قتل کرو وہ بہت بُرا شخص
ہے جیسا کہ اس مضمون کی حدیث اگلے سوالات کے جواب میں مذکور ہوئی سو تم
مسلمانوں کے گروہ میں فساد اور تفرقہ ڈالتے ہو اور اللہ تعالے نے تو
منافقوں کے حال میں یوں فرمایا ہے وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا
فِي الْاَرْضِ یعنی جب اونکو کہا جاتا ہے لوگوں میں فساد نہ ڈالو یہ بہت بُرا
کام ہے تو اوسکے جواب میں یوں تقریر ظاہر کرتے ہیں کہ ہم تو کلام اللہ اور احادیث
رسول اللہ کے موافق چلتے ہیں اور دوسروں کو چلاتے ہیں اور کہیں کہ ہم تو
سنوارتے ہیں اور منافقوں کی طرح اس آیت کی مضمون کو بیان کرتے ہیں قَالُوْا
اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ تو اس گروہ کے یوں کلام کرنیسے صاف ظاہر ہوا کہ اماموں
کو اور اونکے مقلدوں کو خصوصاً مقلدونکو امام اعظم رحمہ کے بجتے ہیں کہ وہ لوگ کلام
اللہ اور احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے برخلاف عمل کرتے ہیں سو جو تم
ہیں اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ یعنے مقرر وہ فساد
ڈالتے ہیں مگر اپنی نفسانیت اور جہالت کے سبب سے غور نہیں کرتے

اور بار آنے میں تو اب سوال کیا جاتا ہے کہ یہ گروہ جنکا احوال اور اقوال سابق
مذکور ہوا ہے بدعت شیطانی اور وساوس نفسانی ہیں مانند گروہ معتزلی اور رافضی
کے اور افعال اور اقوال ہیں مانند بہت سی فرقہ ضالہ اور گمراہ کے اور گفتگو اور
سوالات اور جوابات ہیں مانند منافقوں اور مشرکوں کی ہیں یا نہیں **الجواب**
واللہ اعلم بالصواب وہ گروہ برحسب سوال کے اور اللہ اعلم ہے اونکی حقیقت
حال سے بیشک وشبہ مثل معتزلہ اور رافضی وغیرہ کے احوال اور اعمال کے رو سے
بدعت اور ہوا میں پڑی ہوئی ہیں اور بہت سے فرقہ ضالہ ومضلہ کے مانند اقوال
اور افعال میں خود گمراہ اور لوگونکو گمراہ بنانیوالے ہیں اور مشرکوں ور منافقوں
کے مانند سوالات اور جوابات میں جھگڑے ڈالے ہیں سابق اسکے جوابوں میں
دلیلیں اونکی آیات اور احادیث اور اقوال اسلاف سے مذکور ہو چکے ہیں تکرار
اور ذکر بار بار کی حاجت نہیں ہے بلکہ جسکو ذرا بھی علم اور اوسکے دل میں
انصاف کچھ ہے تو اوسپر ظاہر و باہر ہے نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِہِمْ
وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِہِمْ وَمِنْ قَبِیْحَاتِ اَقْوَالِہِمْ وَقَبَائِحِ
اَحْوَالِہِمْ وَشَنَائِعِ اَفْعَالِہِمْ **بائیسواں سوال** کلام
اللہ اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق عمل کرنا ان چار
مذہبوں میں سے ایک کی تقلید اور پیروی کرنے سے جو تمام اہل اسلام کے
ملکوں میں محمدی ملت کے درمیان مروج اور مشہور ہے حاصل ہوتا ہے یا اون
کے خلاف نیا مذہب نکالنے سے اور کسیکو اونکے مقلد پر انکار کرنا پہنچتا ہے
یا نہیں **جواب** یہ چار مذہب جو مشہور ہیں انمیں سے ایک کی پیروی کرنیسے
کلام اللہ اور احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے موافق

۷۱

عمل کرنا حاصل ہوتا ہے اور کسی کو اون کے مقلد پر انکار درست نہیں ہے فتوی میں
علمای حرمین المعظمین زادہما اللہ شرفاً کی کتاب تجنیس و مزید سے منقول ہے ۔
فَاَبُوْحَنِیْفَۃَ وَمَالِکٌ وَشَافِعِیٌّ وَاَحْمَدُ کُلٌّ وَاحِدٍ مِّنْھُمْ مِنْ اَھْلِ
ذِکْرِ الَّذِیْنَ وَجَبَ سُؤَالُھُمْ وَاِتِّبَاعُھُمْ لِمَنْ لَمْ یَصِلْ اِلٰی
دَرَجَۃِ النَّظْرِ وَالْاِسْتِدْلَالِ فَاِذَا عَمِلَ اَحَدٌ مِّنَ الْمُقَلِّدِیْنَ
فِیْ طَھَارَتِہٖ اَوْصَلٰوتِہٖ اَوْفِیْ شَیْءٍ مِّمَّا جَرٰی بِہِ التَّکْلِیْفُ بِقَوْلِ
وَاحِدٍ مِّنْھُمْ مُقَلِّدًا لَّہٗ فَقَدْ اَدّٰی مَا عَلَیْہِ وَلَیْسَ لِاَحَدٍ مِّمَّنْ
ھُوَ فِیْ دَرَجَۃِ التَّقْلِیْدِ وَلَا الْمُجْتَھِدِ اَلْاِنْکَارُ عَلَیْہِ خلاصہ اسکا یہ ہے
کہ امام ابوحنیفہ اور مالک اور شافعی اور احمد رح ہر ایک انمیں سے ایسے
عالم تھے کہ جنسے دین کی باتیں سوال کرنی اور اونکی پیروی کرنی واجب ہے
اوس شخص کے حق میں کہ جو اجتہاد کے مرتبہ کو نہیں پہنچا ہے پہر جب کوئی
مقلد پیروی کرے انمیں سے ایک کی اپنی طہارت میں یا نماز میں یا اور کسی
امر شرعی میں تو ادا کیا اوسنی جو واجب تہا اسپر اور نہیں پہنچتا ہے کسیکو مقلد
ہو یا مجتہد انکار کرنا ویسے شخص پر اور مولانا محمد اسحاق دہلوی نے مایۃ مسائل
کے صفحہ ۱۰۶ میں مسائل کے جواب میں لکھا ہے اسکا ترجمہ یہ ہے چاروں مذہب
بدعت نہیں نہ سیئہ نہ حسنہ بلکہ پیروی ان مذہبوں کی عین پیروی سنت کی ہی کیونکہ
اختلاف ان چار مذہبوں کا اختلاف اصحاب کی جہت سے ہے ۔ اور
صحابہ کی پیروی کرنے میں حدیث اصحابی کالنجوم فبایہم اقتدیتم
اہتدیتم وارد ہے یعنی صحابہ میرے تاروں کی مانند ہیں تم جنکی اقتدار
کروگے ہدایت پاؤگے یا اختلاف چاروں مذہبوں کا بسبب اختلاف قیاس کے

ہے اور قیاس کا صحیح ہونا نصوں سے یعنی مضبوط دلیلوں سے ثابت ہے پس پیروی ان مذہبوں کی حقیقت میں پیروی نص کی ہے اور اختلاف ان مذہبوں کا اس سبب سے بھی ہے کہ کسی نے ظاہر حدیث پر عمل کیا اور کوئی اوسکی حقیقت اور غرض کو پہنچ گیا چنانچہ صحیح بخاری اور مسلم وغیرہ میں یہ حدیث ہے کہ جب حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگونکو بنی قریظہ کیطرف بھیجا فرمایا کہ نہ پڑھے تم کوئی تم میں سے عصر کی نماز مگر بنی قریظہ میں پھر بعضوں نے اون میں سے راہ نماز پڑھ لی یہ سمجھ کر کہ حضرت کو اس فرمانے سے منظور یہی تہا کہ کہیں راہ توقف نکریں نہ یہ کہ وقت کے آئے پر بھی نماز نہ پڑہیں اور بعضوں نے حدیث کے ظاہر لفظوں پر لحاظ کر کے راہ میں نماز نہ پڑھی یہانتک کہ بنی قریظہ میں پہونچ گئے پھر حضرت نے یہ بات سنی دونوں قسم کے لوگوں پر اعتراض نفرمایا اسی سبب سے عمل دونوں طور پر جائز ہوا اور یہی طور ہے چاروں مذہبوں کے اختلاف کا پس کیونکر بدعت ہوگی اور اوسی کتاب میں ہے ہرگز اونکے مقلد کو بدعتی کہنا درست نہیں کیونکہ تقلید اونکی تقلید حدیث شریف کی ہے ظاہر اور باطن کے اعتبار سے پس پیرو حدیث کو بدعتی کہنا گمراہی ہے اور باعث عذاب کا اور یہ عبارت بھی اوسمیں ہے فرض ونفل کی نماز اونکی مقلدوں کی البتہ مقبول ہوگی اور تقلید نہیں چھوڑی جاویگی کیونکہ تقلید اونہوں کی تقلید سنت کی ہے اور دلیلیں اسکی بہت سی کتابوں سے آگے مذکور ہونگی انشاء اللہ تعالی

تیئیسواں سوال اس زمانہ میں ان چار مذہبوں کو چھوڑ کر پانچواں طریق نکالنا یا کسی اور مذہب پر چلنا درست ہے یا باطل اور حرام

جواب اجماع علماء سے ثابت ہوا کہ ان چار مذہب

کے سوا پیروی کرنی کسی کی خصوصًا ایک نیا مذہب نکالکر اسکو رواج دینا بہت

سے عوام لوگونکو بلکہ خواص کو شک اور تردد اور تہلکہ میں ڈالتا ہے اور اس

جہت سے شریعت کا انتظام جاتا رہتا ہے اور دین میں فتنہ اور فساد پڑتا ہے

اسلئے اس زمانہ میں نیا مذہب پانچواں نکالنا اور اوسکو رواج دینا باطل اور

حرام ہے چنانچہ اکثر علمائے دین اور فضلائے نیک کردار نے اسکو اپنی کتابوں

میں لکھا ہے جیسا کہ مسلم الثبوت میں ہے أَجْمَعَ الْمُحَقِّقُونَ عَلٰى مَنْعِ

الْعَوَامِ مِنْ تَقْلِيْدِ الْأَعْيَانِ الصَّحَابَةِ رض بَلْ عَلَيْهِمْ اِتِّبَاعُ الَّذِيْنَ بَوَّبُوْا

فَهَذَّبُوْا وَنَقَّحُوْا وَجَمَعُوْا وَعَلَيْهِ بَنٰى ابْنُ الصَّلَاحِ مَنْعَ تَقْلِيْدِ غَيْرِ

الْأَرْبَعَةِ لِأَنَّ ذٰلِكَ لَمْ يُدْرَ فِيْ غَيْرِهِمْ اتفاق کیا محققوں نے منع کرنے پر عوام

کو تقلید کرنیسے صحابہ کی بلکہ اونپر واجب ہے پیروی کرنی اون مجتہدوں کی جنہوں نے

علم فقہ کو جمع کیا اور تفصیل کیا اور آراستہ اور خلاصہ بنایا اور اسی بات پر ابن الصلاح

نے بنا کیا کہ سوائے ان چار اماموں کے اور کسی کی تقلید منع کیجا دیگی اسواسطے

کہ یہ سب باتیں اور کسی مجتہد میں معلوم نہیں ہوئیں اور اشباہ میں ہے وَمَا

خَالَفَ الْأَئِمَّةَ الْأَرْبَعَةَ مُخَالِفٌ لِلْإِجْمَاعِ وَقَدْ صُرِّحَ فِي التَّحْرِيْرِ

أَنَّ الْإِجْمَاعَ انْعَقَدَ عَلٰى عَدَمِ الْعَمَلِ بِمَذْهَبٍ مُخَالِفٍ لِلْأَرْبَعَةِ لِانْضِبَاطِ

مَذَاهِبِهِمْ وَكَثْرَةِ اِتْبَاعِهِمْ اور جو حکم مخالف ہو ان چار مذہبوں کے

قول کا سو وہ اجماع کا مخالف ہے اور تصریح کیا ہے امام ابن ہمام نے تحریر میں

تمام علماء کا اجماع ہوا ہے عمل نکرنے پر اوس مذہب کے جو مخالف ہے ان چار

اماموں کے واسطے کہ ان اماموں کا مذہب ضبط و آراستہ ہوا ہے اور اونکی پیروی

کرنیوالے بڑی بڑی جماعت ہیں یعنی ان اماموں کے مقلدین سواد اعظم اور سب لوگ

فیض القدیر کا یا امام نووی کی شرح اربعین کا انکار کرے اور اسکا یا درمختار کا یا جامع العلوم کا شرح ہی کا یا شرح ملا علی قاری کی کوئی ان کتابوں یعنی اشباہ تقلید مسلمی کی تاکید سے موجود صاحبوں کی بھری ہوئی ہیں اور فقہ ہے اور کتب ہیں

یا ان کتابوں کی عبارت کو بدعت سیئہ بھی وہ بیشک مردود اور مطرود ہے اسکو اہل سنت و جماعت میں گننا نہ چاہئے۔ وہ مبتدع اور ضال ہے اور جاہل ہے اور جو کچھ علم رکھتا ہو تو فاسق ہے اور مغضوب علیہ اور

۴۷

اور بیشک ایک تحقیق کر دینی ادلہ کی عبارت کو ما قال علماء زمانہ صحیح و ان اللہ یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید اور جو کہا ہے کہ انکار کیا ہے علمائے یعنی مولوی عبد الخالق صاحب اور مولوی محمد اسحاق صاحب اور مولوی محمد حیات اور مولوی صدر الدین اور مولوی کرامت علی وغیرہ نے ان صاحبوں کی بیعت سے اور جو منقول کہا وہ بھی حق ہے اور تفسیر کشاف و بیضاوی میں کہا ہے جو حسن علی نے

چھٹا باب

ہیں اور سواد اعظم کی تبعیت کرنیکو حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا جب
فرمایا ہے تو پھر اس سے معلوم ہوا کہ جس نے ان چار اماموں سی ایک کی
پیروی نہیں کی تو وہ سواد اعظم سے دور رہا اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی حکم
کا مخالف بنا اور اونکی بیفرمانی کی بموجب مستحق جہنم کا ہو جیسا سابق مذکور ہوا
ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّہٗ
مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ یعنی پیروی کرو بڑی جماعت کی مسلمانوں کی کیونکہ جو شخص
دور رہیگا جماعت کی پیروی سے تو وہ پڑیگا جہنم میں اور نہایۃ المراد میں لکھا ہے
وَفِیْ زَمَانِنَا ھٰذَا قَدِ انْحَصَرَتْ صِحَّۃُ التَّقْلِیْدِ فِیْ ھٰذِہِ الْمَذَاھِبِ
الْاَرْبَعَۃِ فِی الْحُکْمِ الْمُتَّفَقِ عَلَیْہِ بَیْنَھُمْ وَفِی الْحُکْمِ الْمُخْتَلَفِ فِیْہِ اَیْضًا
قَالَ الْمَنَاوِیُّ فِیْ شَرْحِ جَامِعِ الصَّغِیْرِ وَلَا یَجُوْزُ الْیَوْمَ تَقْلِیْدُ غَیْرِ
الْاَئِمَّۃِ الْاَرْبَعَۃِ فِیْ قَضَاءٍ وَلَا اِفْتَاءٍ ہماری اس زمانہ میں منحصر ہوئی ہے
تقلید ان چار مذہب میں خواہ حکم متفق ہو خواہ حکم مختلف پھر ان چار میں سو سوا
اور کسی کی تقلید درست نہیں اور کہا ہی مناوی نے جامع صغیر کی شرح میں
جائز نہیں ہے اس زمانہ میں تقلید کرنی سوای ان چار اماموں کے نہ تو قضا میں
نہ فتوی میں یعنی نہ تو قاضی کو درست ہی ان کے مذہب کے سوا حکم کرنا اور نہ مفتی
کو جائز ہی فتوی دینا اور تفسیر احمدی میں ہی قَدْ وَقَعَ الْاِجْمَاعُ عَلٰی اَنَّ
الْاِتِّبَاعَ اِنَّمَا یَجُوْزُ لِلْاَرْبَعَۃِ فَلَا یَجُوْزُ الْاِتِّبَاعُ لِمَنْ حَدَثَ مُجْتَھِدًا
مُخَالِفًا لَّھُمْ بے شبہ واقع ہوا ہے اجماع اس بات پر کہ تقلید نہیں جائز ہی مگر ان
چار اماموں میں سے کسی ایک کی پھر جائز نہیں ہی پیروی کرنی اوس شخص
کو جو اس زمانہ میں نیا مجتہد ہوا اور وہ مخالف ہو ان چار اماموں کا

٧٥

سراج العلماء ضیاء الفقہاء
مفتی العدالۃ العالیۃ السلطانیۃ
سید محمد رحمت خان عفی عنہ

صحیح لاشک ولاشبهة فیه

اس جواب کا یہی کہ حنفی مذہبکو بہتر جاننا اور غالب جاننا اپنی مذہب کو اور اماموں کو مذہب پر ٹھیک اور درست ہی اور سب مسلمانوں کو بلکہ عالم علم مجتہد کو پیروی ایک مذہب کی چاروں میں ... اور جب حقیقت چاروں مذہبوں کی

اور اوسی تفسیر احمدی میں لکھا ہی والانصاف ان انحصار المذاهب
فی الاربعة واتباعهم فضل الٰهی وقبولیت عند الله تعالیٰ لا
مجال فیه للتوجیهات والادلة اور انصاف یہ ہی کہ منحصر ہونا مذہبوں
کا ان چار مذہب میں منحصر ہوئے پیروی انہیں جائز ہیں یہ افضل ہی اللہ تعالیٰ
کا اور مقبولیت ہی اسکی پھر اس بات میں دلیل اور توجیہ کو کچھ دخل نہیں ہے
اور شرح سفر السعادت کے ۴۸ صفحہ میں جو لکھا ہے اوسکا خلاصہ یہ ہی کہ دین
کے مجتہدوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں اور اونکی اصحاب کی روایتونکو
چنکر ناسخ کو منسوخ سے اور صحیح کو غیر صحیح سے جدا کرکے تحقیق اور تاویل فرما
کے آپسمیں اونکی موافقت اور مطابقت دیکر ایک مذہب مقرر کیا ہے عوام مسلمانوں
بلکہ عالموں کو اس زمانہ کی وہ قوت اور طاقت کہاں ہی۔ کہ یہ کام اونکی ہاتھ
سے نکلے انکی راہ یہی ہے کہ مجتہدوں کی پیروی کریں اور اونکے طریقہ پر
چلیں ترجمہ تمام ہوا اور بعضے علماء نے مولانا عبد العزیز قدس سرہ کی روایت
سے یوں لکھا ہے کہ چار مجتہدوں نے جو فرمایا ہے کہ جو کوئی ہمارے قول کو
برخلاف حدیث صحیح کے پاوے تو چاہئے کہ وہ حدیث پر عمل کرے کہ فی الحقیقت
ہمارا مذہب یہی ہے تو یہ کہنا اونکا ان کے زمانہ سے علاقہ رکھتا ہی کیونکہ
انکے بعد اجتہاد جاتا رہا تقلید لازم ہوئی اسلئے بعد انکے جتنے علماء گذری باوجود کہ
اونکو مسائل کے نکالنے کی قوت اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا علم
اور فقیہوں کے اختلاف کی شناسائی حاصل تہی پھر بھی وہ اجتہاد کے راہ نہ چلی
اسی واسطی کہ جیسی سمجھہ کی مضبوطی اور غور کی قوت اور دل کی ستھرائی اور قلب
کی روشنی اور بے طمعی اور نیت کی درستی اور خواہش نفسانی سے

دوری اور پرہیزگاری اور سلیقہ عربی زبان کی بوجہہ کا قدیم لغتوں کے موافق
اون مجتہدوں میں تھی اپنی ذات میں اونہوں نے بتائی اور ویسی تحقیقات اور
تلاش اور قوت مسائل کے نکالنے اونہیں حاصل ہوئی او مسئلوں کی نادرست
اور درست کرنے میں کوئی دوسری راہ سواے اون لوگوں کے مقرر کی ہوئی
میسر نہ آئی حکم کیا اجتہاد کے حرام ہونے اور چاروں اماموں کی تقلید کے
واجب ٹھیر جانے پر اور اللہ تعالے اونپر رحم کرے کہ اچھے طریقہ اور مضبوط
راہ پر چلے کہ جنمیں بہت باتیں نیک پائی جاتی ہیں اون میں سے ایک یہ ہے
کہ لوگوں کی سرشت میں یہ بات ٹھیری کہ ہر شخص اپنی سمجہہ پر نازاں ہوتا ہے اور
دوسرے کے کمال کو اگرچہ مجملاً اعتقاد رکھتا ہو پھر بسبب اسکے کہ اوس کے
دل میں ایک بات ٹھیر رہی ہے اچھی بات کو بھی ان کے قبول نہیں کرتا پھر
اپنی برابر کے لوگوں کے قول کا تو کیا ٹھکانا پس اس صورت میں اگر کوئی شخص
اجتہاد کی شرطیں حاصل کر کے خلاف اگلوں کے احکام جاری کرتا تو ہر کوئی
کیا ناقص اور کیا متوسط اپنی استعداد کے موافق ایک نئی راہ پر چلنے لگتا
اسمیں یہانتک اختلاف واقع ہوتا کہ جمعیت شریعت کے احکام کے عبادات
اور معاملات کے مقدمہ میں باقی نرہتی اور ٹوٹ جاتی اور امر معروف اور نہی
منکر کا دروازہ بند ہو جاتا چنانچہ جبتک چار مذہب پر لوگ مضبوط نہیں ہوے
تھے اور اونکی پیروی اختیار نہیں کی تھی ستر اور کئی فرقہ ہو گئے تھے اور
اونکے تابعدار باقی رہ گئے مگر بعد اسکے جب علماء نے ان چار مذہبوں
کو خوب ضبط کیا اور اونکے موافق احکام کو ہر طرف جاری فرمایا۔
اور ایک نیا مذہب بنانے کو باطل اور حرام ٹھیرایا تب ان چار

کے سوا دوسرا مذہب کسی نے نہ نکالا اور شاید کسی نے نکالا ہو تو بسبب اجماع
علمای دیندار کے اور مدد سے بادشاہ دین پناہ کے جاری اور رواج نہونے
پایا خلاصہ اوکی عبارت کا تمام ہوا اور فتوی میں علمائی حرمین شریفین کے
وَالْحَاصِلُ اَنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِعَاقِلٍ اَنْ يَّخْتَارَ فِي الدِّيْنِ طَرِيْقَةً اِلَّا مَا
ارْتَضَاهَا السَّلَفُ وَالْخَلَفُ وَتَوَاتَرَتْ رِوَايَتُهٗ وَحَصَلَ الْاِجْمَاعُ
فِي كُلِّ عَصْرٍ عَلٰى حَقِيَّةِ ذٰلِكَ وَلَمْ يُوْجَدْ مُتَّصِفٌ كَذٰلِكَ اِلَّا مَا اَجْمَعَ عَلَيْهِ
الْعُلَمَاءُ مِنْ حَقِيَّةِ الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ عَصْرًا بَعْدَ عَصْرٍ وَتَلَقَّتْهُمُ الْاُمَّةُ
بِالْقُبُوْلِ وَاَمَّا مَا لَمْ يُنْقَلْ مُتَوَاتِرًا اَوْ لَمْ يُجْمَعْ عَلٰى حَقِيَّتِهٖ وَلَمْ تَتَلَقَّهُ
الْاُمَّةُ كُلُّهَا بِالْقُبُوْلِ فَلَا يُلْتَفَتُ اِلَيْهِ وَلَا يُعَوَّلُ عَلَيْهِ حاصل یہ ہے
کہ لائق نہیں کسی عاقل کو کہ اختیار کرے دین میں کسی طریقہ کو مگر وہ طریقہ
کہ پسند کیا ہوا وسکو اگلے علماء اور پچھلے فضلا نے اور روایت اوس کی
تواتر سے نقل ہوئی ہوا اور حقیقت اوسکی اجماع سے علماء کے ہر زمانہ میں ثابت
ہوئی ہو اور ایسا کوئی مذہب نہیں پایا گیا مگر یہی چار مذہب کہ سب علمانے انکی
حقیقت پر اجماع کیا ہے اور تمام اُمت نے اونکو قبول کیا ہی اور جو مذہب
مسلمانوں نے یہی اوسکو قبول نہیں کیا ہے تو اوسکی طرف التفات اور اوسپر
اعتماد نہ کیا جاویگا یعنی ایسا مذہب تقلید کے قابل نہیں **چوبیسواں**
سوال جو کوئی اجتہاد کا رتبہ نرکھتا ہوا وسپر واجب ہی کہ کسی ایک
مجتہد کی ان چار مجتہدوں مشہوروں میں سے پیروی کرے یا اوسکو جائز
ہے کہ قرآن اور حدیث میں جیسا پاوے ویسا عمل کرے
جواب تقلید کرنی یعنی پیروی کرنی کسی امام کی اوسپر واجب

ساتواں باب بیان میں

ہے اور اوسکو قرآن اور حدیث پر عمل کرنا موافق اپنی سمجھ کے
درست نہیں لیکن یہ معلوم کر لینا ضرور ہے کہ مراد مجتہد سے وہ شخص
ہے کہ جسکے اجتہاد پر تمام علماء کا اتفاق ہو اور سب فاضلوں کے نزدیک
اجتہاد اوسکا مقبول ہو اور اوسکا مذہب نقل تواتر سے منقول ہو سو
ایسے یہی چار امام ہیں کہ مشہور ہیں اہل شرق اور غرب میں اور سب
اہل عجم اور عرب کا انکے اجتہاد پر اجماع ہے اور بہت سی علمائے کرام
اور اولیائے عظام کہ انکے بعد گزرے انہیں چار میں سے ایک کی تقلید
میں گذر گئے اور انکے سوا اور کسی مجتہد کی مذہب پر اجماع علما کا اور
اتفاق مسلمین کا نہیں ہی اور نہ کسی کا مذہب وہی ہے جیسا کہ تفصیل ان باتوں
کی جواب میں سوال سابق کے مذکور ہوئی نہ وہ شخص کہ خود دعوی اجتہاد کا
اعتقاد کرتا ہی یا بعضی جاہل یا بعضی فاضل خوشامد سے یا بعضی مرید یا شاگرد
تعظیم سے یا اپنے زعم سے اوسکو مجتہد کہتے ہوں تو ایسی کی تقلید ہرگز جائز نہیں
ہے دلیل اس حکم کی بہت سی کتابوں میں لکھی ہے اختصار کے واسطے چند
کتاب سے لکھا جاتا ہے کفایہ شرح ہدایہ کی کتاب الصوم میں ہے اَلْعَامِيُّ
اِذَا سَمِعَ حَدِيْثًا لَيْسَ لَهٗ اَنْ يَاْخُذَهٗ بِظَاهِرِهٖ لِجَوَازِ اَنْ يَكُوْنَ
مَصْرُوْفًا عَنْ ظَاهِرِهٖ اَوْ مَنْسُوْخًا بِخِلَافِ الْفَتْوٰى یعنی عامی جب سنے
کسی حدیث کو تو جائز نہیں کہ اس حدیث کے ظاہر سے جو سمجھا جاوے اسپر
عمل کرے کیونکہ ممکن ہے کہ ظاہر معنی اس کے مراد نہوں یا وہ منسوخ ہو
بخلاف فتوی کے یعنی حکم مجتہد کے کہ یہ شبہ اور گمان نہیں ہے بخلاف
کہ مجتہد خوب تحقیق کر کے حکم دیتا ہے اور اسی کفایہ کی کتاب الصوم

میں ہے اَنَّ الْمُفْتِیْ یَنْبَغِیْ اَنْ یَّکُوْنَ مِمَّنْ یُوْخَذُ مِنْہُ الْفِقْہُ وَ یُعْتَمَدُ عَلَیْہِ فِی الْبَلَدِ وَفِی الْفَتْوٰی وَاِذَا کَانَ الْمُفْتِیْ عَلٰی ھٰذِہِ الصِّفَۃِ فَعَلَی الْعَامِیِّ تَقْلِیْدُہٗ وَاِنْ کَانَ الْمُفْتِیْ اَخْطَأَ فِیْ ذٰلِکَ وَلَا یُعْتَبَرُ بِغَیْرِہٖ ھٰکَذَا رَوَی الْحَسَنُ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَابْنُ رُسْتُمَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَ بِشْرٌ عَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی یعنی لائق یہی ہے کہ مفتی ایسا شخص ہو کہ جس سے لوگ سب مسئلہ فقہ کا پوچھتی ہوں اور علم فقہ کا سیکھتے ہوں اور اوس شہر میں اوسکے فتوے پر اعتماد رکھتے ہوں اور مفتی جب اسطرح کا ہو تو پیروی پر پیروی اوسکی واجب ہے اگرچہ مفتی خطا ہی کرے اور عامی اوسکی پیروی کے سوا اور کچھ اعتبار نہ کرے یعنی جو مفتی اسطرح کا نہو تو اوسکی پیروی نہ کرے روائت کیا اس بات کو جس نے امام ابوحنیفہ رح سے اور ابن رستم نے امام محمد سے اور بشیر نے ابیوسف سے اور تقریر شرح تحریر میں ہے لَیْسَ لِلْعَامِیِّ الْاَخْذُ بِظَاھِرِ الْحَدِیْثِ لِجَوَازِ کَوْنِہٖ مَصْرُوْفًا عَنْ ظَاھِرِہٖ اَوْ مَنْسُوْخًا بَلْ عَلَیْہِ الرُّجُوْعُ اِلَی الْفُقَہَاءِ لِعَدَمِ الْاِھْتِدَاءِ فِیْ حَقِّہٖ اِلٰی مَعْرِفَۃِ صَحِیْحِ الْاَخْبَارِ وَسَقِیْمِھَا وَنَاسِخِھَا وَمَنْسُوْخِھَا فَاِذَا اعْتَمَدَ کَانَ تَارِکًا لِلْوَاجِبِ عَلَیْہِ یعنی عامیکو حدیث کے ظاہر کے موافق عمل کرنا درست نہیں ہے شاید اوسکے ظاہر معنی مراد نہوں یا وہ منسوخ ہو بلکہ کسی مجتہد کی پیروی کرنی اوسپر واجب ہے اسواسطے اوس عامی کو معلوم نہیں ہی کہ کونسی حدیث صحیح ہی اور کونسی غیر صحیح ہی اور کون ناسخ اور کون منسوخ ہی پھر ایسا شخص جب اپنی فہم پر اعتماد کرکے کسی حدیث پر عمل کرے تو اوسپر جو واجب ہی اوسکو چھوڑنیوالا ہوا یعنی اسواسطے کہ اللہ تعالی نے

من قال لا افعل بفتوى الائمة ولا اعمل بفتواهم فهو مردود على رسول الله صلى الله عليه وسلم واجماع الامة والنصوص فيلزمه التوبة والاستغفار وقبل ان لم يكن مجتهدا الحنفي عليه

فرمایا ہے فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی سوال کرو امور دینی کو جاننے والوں سے تم نہیں جانتے اور تحریر میں ابن ہمام کی اور تیسیر شرح میں اوسکی آیا ہے غَيْرُ الْمُجْتَهِدِ الْمُطْلَقِ يَلْزَمُهُ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ التَّقْلِيْدُ وَاِنْ كَانَ مُجْتَهِدًا فِيْ بَعْضِ الْمَسَائِلِ الْفِقْهِيَّةِ اَوْ بَعْضِ الْعُلُوْمِ یعنی جو کوئی مجتہد مستقل نہو اگرچہ بعضی مسئلہ فقہیہ میں یا بعضی علم میں وہ اجتہاد کی طاقت رکھتا ہو تو اوسکو ضروری ہے کہ کسی مجتہد کی تقلید کرے اور اشباہ میں ہے الْفَتْوٰى فِيْ حَقِّ الْجَاهِلِ بِمَنْزِلَةِ الْاِجْتِهَادِ فِيْ حَقِّ الْمُجْتَهِدِ یعنی مرد جاہل کہ اجتہاد کا مرتبہ نہیں رکھتا ہے اوسکو مجتہد کے فتوی پر عمل کرنا واجب ہے جیسا کہ مجتہد پر اپنے اجتہاد کے موافق عمل کرنا واجب ہے اور مولانا عبد العزیز مرحوم نے تفسیر میں سورہ بقر کی آیہ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا کی تفسیر میں لکھا ہے کہ کسانیکہ اطاعت آنہا بحکم خدا فرض است شش گروہ اند از انجملہ مجتہدین شریعت و شیوخ طریقت اند کہ حکم ایشاں بطریق واجب تخیر لازم امت است بر عوام زیرا کہ فہم اسرار شریعت و دقائق طریقت ایشاں میسر است فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ جن لوگوں کی اطاعت خدا کے حکم سے فرض ہے وہ چھ گروہ ہیں اونمیں سے ایک گروہ شریعت کے مجتہدیں اور طریقت کے مشائخ ہیں کہ حکم اونکا بھی بطریق واجب تخیر کے لازم ہے عوام امت پر اسواسطے کہ شریعت کے اسرار اور طریقت کے اطوار اونکو معلوم ہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے سوال کرو شریعت کے احکام کو عالموں سے اگر نہیں جانتے ہو تم اور مولانا شیخ عبد الحق نے شرح سفر السعادت کے ۲۰ صفحہ میں لکھا ہے و چوں وحدت وجود در مذہب قرار یافت اکنوں تابع مجتہد را رسد کہ چوں حدیث صحیح مخالف مذہب خود در نظر آید مذہب را بگزارد و عمل بحدیث کند یا نرسد درینجا اختلاف فی

واللہ اعلم بالصواب

تحقیق مذہب یہ ہے کہ تقلید کی کجاوے اصحاب کی اور تابعین کی نگر ابو حنیفہ کی تحقیق سو یوں ہے کہ جب عیسی علیہ السلام اوتریگے آسمان سے حکم جاری کرینگے ابو حنیفہ کے مذہب کے موافق اسی طرح ہے فصول ستہ میں یعنی حضرت خواجہ محمد پارسا

در روش پیشینیان و پسینیان رفتہ گویند کہ مقتدائے حقیقی پیغمبر خدای صلی اللہ
علیہ وسلم است و دیگران ہمہ تابع وی و چون بیقین معلوم شود کہ او فرمودہ است
در پے دیگر رفتن معقول نبود ایں طریقہ متقدمانست اما دیں روزگار پس ایں کار
صورت نہ بندد چہ مجتہدان دین احادیث و آثار را تتبع نمودہ و ناسخ را از منسوخ
و صحیح را از سقیم جدا ساختہ و تحقیق و تاویل فرمودہ و تطبیق و توفیق میان آنہا
دادہ مذہبی قرار دادہ اند عوام مسلمانان را بلکہ علمائے الیشانرا دریں روزگار
ایں قوت کجا است کہ ایں کار از دست الیشاں آید الیشاں را جز متابعت مجتہدان
کردن و در پے الیشاں رفتن سبیلے نبود و چارہ نے خلاصہ اسکا یہ ہے کہ
جب اجماع کے علمای سے یہ بات قرار پائی کہ ایک مذہب کو اختیار کرنا فرض
ہے تو پھر تابع کو کسی مجتہد کے پہونچتا ہے کہ جب کوئی حدیث صحیح اپنی مذہب
کے خلاف اوس کی نظر سے گزرے تو اپنے مذہب کو چھوڑے اور اوس حدیث
پر عمل کرے یا نہیں تو اسمیں درمیان متقدمین اور متاخرین کے اختلاف ہی متقدمین
یوں کہتے ہیں کہ پیشوای حقیقی تو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور دوسرے
سب تابع اونکے پھر جب یقین معلوم ہو جاوے کہ یہ کلام پیغمبر خدا صلے اللہ
علیہ وسلم کا ہے تو پھر دوسرے کی پیروی کرنی معقول نہیں ہی لیکن اس زمانہ
میں یہ کام بن نہیں پڑتا یعنی حدیث پر عمل کرنا نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ دین کے
مجتہدوں نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو اور اونکے اصحاب کے
حکموں کو چن کر ناسخ کو منسوخ سے اور صحیح کو غیر صحیح سے جدا کر کے تحقیق
اور تاویل فرمایا ہے پھر اون کی آپس میں موافقت اور مطابقت دے کر
ایک مذہب مقرر کیا عوام مسلمانوں بلکہ اس زمانہ کے عالموں کو وہ قوت

اور طاقت کہاں ہے کہ یہ کام ان کے ہاتھوں سے نکلے اونکی راہ یہی
ہے کہ مجتہدوں میں سے ایک کی پیروی کریں اور اون کے طریقہ پر چلیں
سوائے اسکے اور کچھ تدبیر اور سبیل نہیں ہے یعنے اس زمانہ کے لوگوں کو
اسقدر لیاقت نہیں ہے کہ اپنی تحقیق سے ناسخ کو منسوخ سے تمیز دیں اور
صحیح کو غیر صحیح سے فرق کریں اور حدیث مجمل کی تاویل کریں اور اگر دو حدیث
میں اختلاف ہو تطبیق یا ترجیح دیں اسواسطے کسیکو جائز نہیں ہے کہ حدیث میں جو
پاوے ویسا عمل میں لاوے بلکہ اوسے فرض ہے کہ کسی مجتہد کی تقلید کرکے
اور اپنی سمجھ کے موافق قرآن اور حدیث پر عمل نکرے اور فتوی میں علمائے
حرمین شریفین لکھا ہے اَلْاِجْمَاعُ قَدْ حَصَلَ عَلٰی حَقِّیَّۃِ الْمَذَاھِبِ
الْاَرْبَعَۃِ وَتَخَلَّفَ ذٰلِکَ فِیْمَا سِوَاھَا وَاِنَّ الْاُمَّۃَ جَمِیْعَھَا قَدْ
تَلَقَّتِ الْمَذَاھِبَ الْاَرْبَعَۃَ بِالْقُبُوْلِ وَلَمْ یَحْصُلْ لِغَیْرِھَا
وَقَدْ اَوْجَبَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مَنْ لَّمْ یَعْلَمْ طُرُقَ الْاِجْتِھَادِ
وَلَمْ یَعْلَمْ مَا کَانَ عَلَیْہِ الصَّدْرُ الْاَوَّلُ مِنَ الصَّحَابَۃِ مِنْ
اَقْوَالِھِمْ وَاَفْعَالِھِمْ اَنْ یَّسْئَلَ وَلَا یَعْمَلُ اِلَّا بِمَا یُفْتِیْہِ الْمُفْتِیْ
مِنَ الْاَئِمَّۃِ الْاَرْبَعَۃِ لِعَدَمِ الْمُجْتَھِدِ فِیْمَنْ سِوَاھُمْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی
فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اجماع علماء کا حق ہونے
پر ان چار مذہب کے ثابت ہوا ہے اور ان چار کے سوا اور کسی مذہب پر اجماع نہیں
ہوا اور بیشک سب امت نے ان چاروں کو قبول کیا ہے اور اون کے
غیر کو تسلیم نہیں کیا اور بیشک خدائے تعالٰے نے اس شخص پر کہ اجتہاد
کے طریقے کو نہ جانے اور جو کچھ صحابہ نے فرمایا ہے اور کیا ہے اسکو

۸۳

بھی نہ جانے یہی واجب کیا ہے کہ شرع کے حکموں کو سوال کرے اور عمل نہ
کرے مگر اوس چیز پر کہ فتوی دیوے کوئی مفتی مذہب سے ایک امام کے
ان چاروں اماموں سے ایک ویسے شخص کے حق میں سوائے اوسکے کچھہ دلیل نہیں ہے،
فرمایا ہے اللہ تعالے نے پس سوال کرو اہل علم سے اگر تم نہیں جانتے اور شیخ
عبدالحق دہلوی نے شرح سفر السعادۃ کے ۱۸ صفحہ میں لکھا ہے گفتہ است محقق
حنفیہ شیخ کمال الدین ہمام کہ ایں ترتیب کہ محدثین در صحت احادیث وتقدیم صحیح بخاری
ومسلم قرار دادہ اند تحکم است وجائز نیست در وی تقلید زیرا کہ اصحیت نیست
مگر از جہت اشتمال رواۃ بر شروطی کہ اعتبار کردہ اند آنرا بخاری ومسلم وشک
نیست کہ اجتماع شرائط راوی از حکم کردن بخاری ومسلم باں حزم نتوان
کرد چہ جائز است کہ در واقع خلاف آں باشد زیرا چہ تحقیق اخراج کردہ است
مسلم در کتاب خود از بسیاری رواۃ کہ سالم نیستند از جرح وہمچنیں در کتاب بخاری
جماعہ اند کہ تکلم کردہ شدہ است در ایشاں پس مدار کار در حق رواۃ بر اجتہاد علما
وصواب دید ایشاں باشد وہمچنیں در شروط صحت وضعف پس جائز است کہ
صحیح شود نزد ایشاں حدیثی در غیر کتابین کہ معارضہ کند مافی الکتابین را یا
راجح آمد برآں وحاصل ایں سخن آنست کہ اعتماد بر تصحیح وتنقید ائمہ مجتہدین واکابر سلف
است وچوں ایشاں حدیثی را تلقی بقبول کردہ وعمل بداں نمودند پس انکار
واعتراض بر ایشاں بتقلید علمائی محدثین کہ مشہور اند جائز نباشد وسر سام ایشاں
بحکم ایں جماعہ تحکم ومکابرہ است خلاصہ ترجمہ اسکا یہ ہی کہ محدث محقق ابن
ہمام نے کہا ہے کہ محدثوں نے جو ترتیب دی ہے کہ صحیح مسلم زیادہ صحیح
ہے اور کتابوں سے اور یہ دونوں مقدم ہیں اور کتابوں پر تو یہ کہنا

اونکا اونکے گمان سے ہے اور دعوی بے دلیل ہے اور کسی مجتہد کے مقلد اسبات
کی پیروی کرنی درست نہیں ہے اسواسطے کہ ان دونوں کتابوں کا صحیح ہونا نہیں
ہے مگر اس لحاظ سے کہ بخاری اور مسلم نے جس شرطوں کو کہ راویوں میں اعتبار
کی ہیں وہ سب شرطیں اونکی تلاش کے موافق ان حدیثوں کے راویوں میں
پائی گئی ہوں اور شک نہیں ہے اس بات میں کہ بخاری اور مسلم کے کہنے سے کہ
وہ سب شرطیں اون راویوں میں مجتمع تھیں یقین ہے نہیں ہو سکتا ہے کہ واقع
میں ایسا ہی ہو کیونکہ جائز ہے کہ حقیقت میں ویسا نہ ہو کیونکہ ہو سکتا ہے
کہ کسی راوی کے ظاہر حال کو دیکھ کر اونہوں نے مثلاً عادل سمجھا ہو اور
وہ راوی بعد تفتیش کے ویسا نہ نکلا ہو سو اسلئے کہ مسلم نے اپنی کتاب
میں بہت سے لوگوں سے روائت کی ہے کہ ان راویوں میں کچھ خلل اور
نقصان تھا اور ویسا ہی صحیح بخاری کا بھی حال ہے تو اب اعتماد راویوں
کے احوال میں علمائی مجتہدین کے فرمانے پر ہے اور اسی طرح حدیث کے صحیح ہونے
میں اور ضعیف ہونے میں بھی مجتہد کے قول کا اعتبار ہے یعنی مقلد کے حق میں
وہی راوی معتمد ہے کہ جسکو اوسکے مجتہد نے معتمد کہا ہو اور اوسکے حق میں وہی
حدیث صحیح ہے جسکو اوسکے امام نے صحیح فرمایا ہو تو پھر جائز ہے کہ کوئی حدیث
سوائے ان دو کتابوں کے اور کسی کتاب میں موجود ہو اوسکے امام کے نزدیک
صحیح اور معتبر ہو اون کتابوں کی حدیث کی نسبت یا غالب ہو اوسپر اور زیادہ معتبر
ہو اوس سے سو خلاصہ اس کلام کا یہ ہے کہ ہر حدیث کے صحیح ہونے
میں مجتہدوں کے قول پر اعتماد ہے محدثوں کے نہیں یعنے جو شخص جس
مجتہد کا مقلد ہو پھر اوسکے امام نے جس حدیث کو صحیح کہا ہو اوسکے

حق میں وہی حدیث صحیح ہے دوسرے کے قول پر اعتماد نہیں تو پھر جب کسی
مجتہد نے کوئی حدیث قبول کر لے اور اوسپر عمل فرمایا تو پھر حدیث سے
اون محدثون کے جو لوگ مین مشہور ہیں اعتراض کرنا مجتہد پر جائز نہیں ہے
اور مجتہد کو الزام دینا محدث کے قول سے بیجا محض اور دعوی بے دلیل ہی یعنی
جب کسی مجتہد نے ایک حدیث کو روائت کر کے اوسکے موافق عمل کیا تو اب
اوسکے مقابل میں اور کسی حدیث سے جسکو کسی محدث نے روائت کیا ہو اعتراض
کرنا جائز نہیں اور اوس حدیث کو چھوڑنا اور اوس مجتہد کی تقلید سے پھرنا اور
اوس کے مقابلے کی دوسری حدیث پر عمل کرنا درست نہیں ہے اور شرح سفر السعادة
کے ۳۰۲ صفحہ میں ہے نزد قدمای مجتہدین ائمہ وکبرای ایشان علمی وافر از حدیث
ومعرفت جرح وتعدیل وتنکیر وتعلیل وتطبیق وتاویل وناسخ ومنسوخ
بود کہ الزام ایشان بتقلید ومتابعت احکام واقوال علمائی متاخرین
از اہل حدیث نتوان کرد واز حیطہ ضبط وربط احکام مجتہدین نتوان عدول
کرد بر طبق کلامے کہ از شیخ ابن ہمام نقل یافت خلاصہ اوسکا یہ ہے کہ اگلے
مجتہدوں یعنی ان چار اماموں میں حدیث کا علم کامل تہا اور حدیث صحیح
اور ضعیف وغیرہ کی تمیز انمیں بڑی کامل تھے یعنی حدیثوں کا احاطہ اور تلاش
میں اور ہر حدیث کے حال دریافت کرنے میں جسقدر ان چار اماموں کو
علم اور امتیاز تہا ان محدثوں مشہوروں کے تئیں اسقدر نہ تو علم تہا نہ
امتیاز تہا تو پہر ان مجتہدوں کو الزام دینا جائز نہیں ہے قول سے ان
محدثوں کے اور حکم کرنے سے اون جماعت کی یعنی محدثون کو تحقیق کے
لحاظ سے اور اون کے جمع کے اعتبار سے مجتہدوں پر اعتراض کرنا

درست نہیں ہو سکتا ہے اور محدثوں کے قول کے اعتبار سے مجتہدوں
کی تقلید سے پھرنا درست نہیں ہے جیسا کہ ابن ہمام کی کلام سے منقول
ہوا اور حاصل ان دونوں عبارت شرح سفر السعادت کا یہ ہے کہ امام
ابن ہمام محدث نے کہا ہے کہ جس حدیث کو بخاری اور مسلم یا اور کوئی
محدث اونکی مانند نے صحیح کہا ہو یا اپنی کتاب میں داخل کیا ہو تو ہم حنفیوں
کو تقلید کرنی اوسکی درست نہیں اور اسی طرح جس حدیث کو اونہوں نے
ضعیف کہا ہو تو ہمکو پیروی کرنی اوسکی جائز نہیں ہے اسواسطے کہ
حدیث کی صحت اور ضعف راویوں کے حال کے لحاظ سے ہے اور بہت
سے راوی ہیں کہ اختلاف کیا ہے لوگوں نے اونمیں بعض محدثوں
نے اونکو عادل سمجھا ہے اور بعضے دوسرے نے اونہیں غیر عادل
ٹھیرایا ہے تو ہو سکتا ہے کہ جس راوی کو اون محدثوں نے
عادل کہا ہے وہ شخص ہمارے امام کی تحقیق میں غیر عادل ہو اور
اسی طرح جس راوی کو اونہوں نے غیر عادل گمان کیا ہے ہمارے
امام کی تلاش میں وہ عادل نکلا ہو پس اب اعتماد نہیں ہمکو مگر اس
چیز پر کہ ہمارے امام نے کہا ہے پھر جب کہ ہمارے امام نے ایک حدیث
کو قبول کر کے عمل فرمایا ہے تو ہمارے حق میں وہی حدیث واجب
العمل ہے اور دوسری حدیث اوسکے مخالف جسکو ان مشہور محدثوں نے
روایت کیا ہے اور اپنی کتابوں میں درج کیا ہے تو کسی کو مقلد ہو یا غیر
مقلد اوس حدیث سے امام پر اعتراض کرنا جائز نہیں ہے اور اونکے
مقلد کو اوس حدیث پر عمل کرنا اور اپنے امام کی تقلید سے رجوع کرنا

درست نہیں اور اوسی شرح سفر السعادت کے ۲۷ صفحہ میں لکھا ہے این چہار
تن از امامان دین و مقتدایان ملت اند کہ ضبط و ربط احادیث و اقوال
صحابہ و سلف و تطبیق و توفیق میان آنہا نمودہ و تفسیر و تاویل و بیان
ناسخ و منسوخ کردہ و غائت بذل مجہود دریں باب فرمودہ استنباط احکام
بقیاس و اجتہاد از نصوص کتاب و سنت نمودہ اند غیر مجتہد را جز تابع
ایشان بودن چارہ و سبیل نیست و مشائخ طریقت و بزرگان ایشان ہم
بریں مذہب بودہ اند یارب مگر آنہا نیکہ از ایشان بپایۂ اجتہاد رسیدہ
موافق یا مخالف ایشان برائے خود اجتہادے نمودہ باشند واللہ اعلم
خلاصہ اوسکا یہ ہے کہ یہ چار مجتہد دین کے امام اور ملت اسلام کے پیشوا
ہیں کہ اونہوں نے پیغمبر خدا کی حدیثوں کو اور اصحاب کے آثار کو جمع کیا
اور اون سب کے میان موافقت اور مطابقت دی اور بیان اور تاویل
فرماکر اور ناسخ کو منسوخ سے جدا کر بہت کوشش اور جانفشانی اور
مشقت حیرانی اوٹھاکر شرع کے حکموں کو اونکی دلیلوں سے چھکر خلاصہ ہر ایک
کا کیا ہے غیر مجتہد کو سوائے پیروی کرنے ان چار اماموں میں سے ایک
کی اور کچھہ تدبیر بن نہیں پڑتی ہے شریعت کے علماء اور طریقت کے اولیاء
بہی اسی مذہب پر تھے مگر ان لوگوں میں سے جسکا مرتبہ اجتہاد کو پہونچا
ہو تو وہ اپنے اجتہاد کے موافق چلا ہو خواہ ان چار اماموں کے موافق
ہو یا مخالف اور اسی طرح شرح سفر السعادت کے ۲۶ صفحہ میں ہے
و بالجملہ مذہب حق و طریق بمنزل وصول بمقصود و ابواب درآمد
خانہ دین چہار است ہر کہ رہے ازیں راہہائے و درے ازیں

درسہا اختیار نمودہ براہ دیگر رفتن و در دیگر در گرفتن عبث و بیادہ باشد۔ وکارخانہ
عمل را از ضبط و ربط بیروں افگندن و از راہ مصلحت بیروں افتادن ست
واگر قصد سلوک طریق ورع و احتیاط دارد ہم از مذہب واحد مختار روایتے کہ دلیلش
احسن واقوی ست وفائدہ اش اعم واتم و احتیاط کردن دران اکثر واوفر تو اختیار
کند و براہ رخصت و مساہلہ و حیلہ اندوزی نرود این طریقہ متاخرین است و شک نیست
کہ این طریقہ محکمہ و مضبوط ترست۔ ترجمہ: فی الحقیقت مذہب حق اور منزل مقصود
کی پہنچنے کی راہ اور دین کے گھر میں آنکلنے دروازوں میں سے ایک دروازے
کو اختیار کیا۔ تو پھر دوسری راہ چلنا اور دوسرے دروازہ میں وڑ آنا بے فائدہ
اور بیہودہ ہے اور عمل کے کارخانہ کو انتظام اور رونق سے بگاڑ دینا ہے اور
دین کی مصلحت اور خیال سے دور پڑنا ہے۔ اور جو کوئی چاہے کہ تقوی اور
احتیاط کو اختیار کرے تو ایک مذہب کو ان چار سے اختیار کر کے اس میں
جو روایت راجح اور غالب ہو اور دلیل اس کی زیادہ قوی ہو اور فائدہ اس کا
کامل ہو اور احتیاط اس میں زائد ہو۔ اسی کو اختیار کرے۔ اور اس
مذہب میں جو روایت ضعیف ہو یا رخصت کی ہو۔ اس کو بلا ضرورت
اختیار نہ کرے اور یہی طریقہ متاخرین علما کا ہے اور شک نہیں
ہے کہ یہ راہ بڑی سیدھی اور خوب مضبوط و ہموار ہے اور
اسی شرح سفر السعادت کے ۲۷ صفحہ میں ہے۔ قرار
داد علماء و مصلحت دید ایشاں در آخر زمان تعیین
و تحقیق مذہب است و ضبط و ربط کار دین و دنیا ہم دریں
صورت بود از اول مخیر است ہر کدام را کہ اختیار کند صورت

دارد. لیکن بعد از اختیار یکے بجانب دیگرے رفتن بے توہم سوظن و تفرق و تشتت در اعمال و احوال نخواہد بود. قرار داد. متاخرین علماء این ست فھو المختار فیہ الخیار اجماع اور اتفاق علما کا اور صواب دید ان کا اس زمانہ میں اس بات پر ہے۔ کہ ہر کوئی ان چار مذہبوں میں سے ایک کو اپنے حق میں معین اور خاص کر لیوے کیونکہ کاروبار کا انتظام اور خیریت اور دین و دنیا کی مصلحت اسی صورت میں ہے. ہر شخص ابتدائی حال میں اپنے مختار ہے کہ جس کو ان چار مذہبوں سے چاہے. اختیار کر لے لیکن ایک کو اختیار کرنے کے بعد پھر دوسرے مذہب پر چلنا بد اعتقادی اور بدگمانی سے خالی نہ ہوگا۔ اور عبادات اور معاملات کے باب میں تفرقہ اور انتشار اور اختلاف واقع ہوگا۔ علمائے متاخرین کا اتفاق اسی بات پر ہے۔ اور یہی بہتر اور مختار ہے اور خیریت اور مصلحت اسی میں ہے دوسرے میں نہیں اور اسی شرح سفر السعادت کی ۲۰ صفحہ میں ہے در اذہان بعضے مردم چناں در آمدہ کہ مذہب امام شافعی رح موافق احادیث است و سلوک طریقہ اقتدا و اتباع در مذہب ایشاں بیشتر است و مذہب امام ابوحنیفہ مبنی بر رای و اجتہاد است و مخالف احادیث ایں سخن غلط محض و جہل صریح است آخر نہ در اجتہاد حفظ کتاب اللہ و حفظ احادیث رسول اللہ و معرفت اقوال سلف شرط است و بی آن درست نے و چوں قیاس و اجتہاد ان امام عظیم الشان اقدم و اسبق و مقرر و مسلم تمامہ امت است ایں گمان را مجال نہ بود ما نا کہ سبب وقوع دریں ورطہ آن بود کہ بعض محدثین کہ در مذہب امام شافعی بودند در کتابہا کہ تصنیف کردند چنانچہ مصابیح

وشکوٰة و مانند آں دلائل مذہب خود را تتبع و تفحص نمودہ جمع کردند. و در احادیث مذہب حنفی براہ طعن و جرح رفتند و ایں ہا بی گوشہ تعصبی نخواہد بود. اکثر ایشاں با حنفیہ بے گوشہ تعصبی نباشند عفا اللہ عنہم و در نظر در کتب حنفیہ کہ در دیار عرب مشہور است باید انداخت تا حقیقت حال منکشف گردد و مواہب الرحمن کتابیست در ہیں مذہب شارح و التزام کردہ است کہ دلیل از آیات قرآن و احادیث صحیحہ بیارد و گفتہ اند کہ نزد وے رزم صندوقہا بود کہ احادیث مسموعہ خود را دراں ضبط کردہ و گفتہ اند کہ مشائخ او کہ از ایشاں استماع حدیث کردہ در رائی صحابہ کہ از ایشاں شنیدہ از تابعین سہ صد کس بودہ اند و آنہا کہ از وے مستند کردہ اند پانصد کس اند و مجموعہ اسناد وی در علم چہار ہزار کس اند و جمیع آن را بر ترغیب حروف تہجی جمع کردہ اند و چوں احادیث کہ امام شافعی بدان تمسک نمودہ امام ابوحنیفہ بدان تمسک نمودہ مردم گمان کردہ اند. کہ مذہب او مخالف احادیث اوست حالانکہ در ینجا احادیث دیگر است صحیح تر و قوی تر از ان کہ بدان اخذ و تمسک نمودہ و ایں معنی تفصیل بیان کردہ اثبات نمودہ اند اگر آن را ذکر کنیم سخن دراز گردد بالفعل آں مباحث موجود است طالب حق را باید کہ بدان رجوع کند و فی الحقیقت مذہب حنفی جامع معقول و منقول است و بانا کہ در اغلب اوقات احوال عادت کریمہ آن امام ہمام بود کہ در تفہیم و تبیین مذہب خود بجہت رعایت طبائع عامہ خلق کہ مجبول اند بر تطابق معقول و منقول تائید نقل بہ عقل اقتضا بر دلیل معقول کردے و بقصد تسلیہ و تشفیہ طباع الناس در کشف آں بیکو شیدے و الا اصل تمسک و استدلال او بکتاب و سنت و اقوال سلف بود و خود چہ صورت دارد کہ بی رجوع بکتاب و سنت و اجماع تمسک بقیاس کند حالانکہ

شرط عمل بداں علم آں اصول است و دلایل عقلی ایشاں در حقیقت برائے تایید و
ترجیح بعضی احادیث است بر بعضی بموافقت وے قیاس را ولابد از احادیث آنچه
موافق قیاس بود راجح است نه آنکه قیاس در مقابل نص کرده باشند و نیز علم
به صحت و ضعف احادیث در زمان متاخر بر خلاف زمان سابق است.
چه میتواند که حدیثی در زمان ایشاں صحیح باشد بسبب اجتماع شرائط صحت و قبول
در روات که واسطه بودند میان و حضرت پیغمبر خدا صلے الله علیه وسلم
پس ازاں جهت رواة دیگر که بعد ازاں آمدند. ضعفے پیدا شد. پس از
حکم متاخرین محدثین بضعف حدیثی لازم نیاید ضعف وے در زمان امام
ابوحنیفه رحمة الله علیه و این نکته ظاهر است و امام اعظم بجهت غایت امتیاز و فور فضل و کمال
مبسوط و محسود عالم بود و متاخرین شافعیه را چه گفته اند. که بعض متقدمین را نیز
بآنجناب حسد گونه بود و در حقیقت هر که فاضل تر محسود تر شاغیان را این
حال است امام شافعی رح را نه بینید که چه مدح و مدح اصحاب وے میکند
و میگویند الناس کلهم عیال ابی حنیفة و آنچنانکه تقلید و اتباع امام
ابوحنیفه باحادیث و اقوال صحابه است. دیگر آنست اصحاب ابوحنیفه رح همه متفق اند که
حدیث هر چند اسناد او ضعیف بود مقدم تر و اولی تر از قیاس اجتهاد است
و وے رض تا بجا ضرورت نه رسد عمل بقیاس نکند و عمل بحدیث باقسامه از دست
نهد امام شافعی بقیاس را بر چندیں از اقسام حدیث مقدم دارد و از اقسام
قیاس نیز جز بقیاس نه دیگر عمل نکند و قیاس تناسب و قیاس شبهی و قیاس
تردد ی همه نزد وے متروک و غیر معمول است و در چندیں مواضع
قیاس را باحادیث ترک نداده و امام شافعی عمل بقیاس کرده

اگر آنرا ذکر کنیم بدرازی کشد و ابوحنیفہ تقلید صحابی را در آنچہ صحابی باجتہاد خود گویند

واجب دانند و شافعی گوید یعنی ما و ایشاں در اجتہاد برابریم.

و ہمہ مجتہدانیم مجتہد را تقلید مجتہد دیگر نرسد۔ نقل ست کہ امام ابوحنیفہ رح فرمود کہ عجب از

مردم کہ مرا مجتہد مے گویند کہ وی فتوے برائے خود میدہد و حال آنکہ من ہرگز فتوے

ندہم مگر آنچہ ماثور راست و مروےست و امام حجت عبداللہ ابن مبارک کہ از وی رح نقل کردہ

کہ گفت آنچہ از حدیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آند فبالراس والعین و آنچہ

از صحابہ رسیدہ نیز اختیار کنیم و از گفتہ ایشاں نہ بر آئیم۔ و لیکن چوں چیزے

از تابعین بیاید ما و ایشاں برابریم با ایشاں مزاحمت مے کنیم و در تحقیق حق

بحث نمائیم خلاصہ ترجمہ اس کا یہ ہے بعضی لوگوں کی گمان میں ہے کہ مذہب

امام شافعی کا احادیث کے موافق ہے اور حدیث کی پیروی ان کے مذہب میں

زیادہ ہے اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کا مدار رائے اور اجتہاد پر ہے یہ کلام محض غلط

ہے اور صریح نادانی ہے کیونکہ کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ اور اقوال صحابہ کو

جاننا اور یاد رکھنا اجتہاد میں شرط ہے اور بغیر ان چیزوں کی اجتہاد درست نہیں ہے

اور جب کہ امام اعظم کا اجتہاد سب مجتہدوں کی اجتہاد پر مقدم ہے اور سابق ہے اور

سب علما اور مجتہدوں کی نزدیک ثابت ہے اور تمام امت کا مقبول ہے۔ تو پھر

یہ گمان فاسد کا محل نہیں ہے اور سبب اس گمان اور زعم کا یہ ہے۔ کہ بعضے

محدثین شافعی المذہب نے کتابیں حدیث کی جو تصنیف کی ہیں جیسا مصابیح اور

مشکوۃ اور اس کے مانند تو اپنی مذہب کی دلیلیں ڈھونڈ کر اور حدیثیں جو ان

کے مذہب کے موافق ہیں چن کر جمع کیا ہے اور جو حدیث کہ ابوحنیفہ

کے مذہب کے موافق ہے۔ اس پر طعن اور جرح کیا ہے

اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار

اور حقیقت میں یہ سب تعصب سے باہر نہ تھا اور اکثر ان لوگوں کی تعصب اور بغض
سے خالی نہیں تھے تو اس صورت میں چاہئے ۔ کہ حنفی مذہب کی کتابوں
میں جو عرب کے ملکوں میں مشہور ہیں نظر کی جاوے ۔ تاکہ حقیقت ظاہر ہو جاوے
کہ ہر مسئلہ حنفی مذہب کا موافق قرآن اور حدیث کے ہے ۔ جیسا کہ
مواہب الرحمن حنفی مذہب میں ایک کتاب ہے کہ شارح اس کا التزام کر کے ہر
مسئلہ کی دلیل کو قرآن اور احادیث صحیح سے لایا ہے اور منقول ہے کہ امام ابو حنیفہ
کی نزدیک کئی صندوق کتابیں حدیث کی تھیں ۔ کہ جن حدیثوں کو انہوں
نے اپنے استادوں سے سنا تھا ۔ ان کتابوں میں درج کیا تھا ۔
اور مروی ہے کہ استاد سب ان کے جن سے انہوں نے احادیث سنی
نہیں سوائے صحابہ کے تین سو تابعین تھے اور جن لوگوں نے کہ امام ہمام کی سند
کو رعایت کیا ہے پانچ سو تھے اور جیسا ایسا ہوا ۔ کہ امام شافعی رح جن حدیثوں
سے دلیل لاتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رح ان سے نہیں دلیل لاتے
تو لوگوں نے گمان کیا کہ امام اعظم کا مذہب حدیث کے خلاف ہے اور حال یہ ہے
کہ ان حدیثوں کے سوا اور بہت سی حدیثیں ہیں کہ ان کی بہ نسبت زیادہ صحیح
اور بہت قوی ہیں ۔ جن حدیثوں سے امام اعظم رح دلیل لاتے ہیں اور اس
بات کو لوگوں نے بالتفصیل بیان کیا ہے ۔ اگر ہم ان سب کو ذکر کریں تو
کلام دراز ہوتا ہے بالفعل بھی وہ سب احادیث موجود ہیں طالب کو چاہئے
کہ ان سب حدیثوں کی طرف رجوع لاوے تاکہ ان سب احادیث مخالف کو
دیکھ کر شک اور شبہ میں پڑے اور حقیقت میں مذہب حنفی جامع ہے
دلیل عقلی اور دلیل نقلی کو اور عادت امام اعظم رح کے

اکثر اوقات یوں تھی کہ اپنے مذہب کے بیان میں صرف دلیل عقلی ذکر فرماتے
اسلئے کہ اکثر آدمیوں کی طبیعت خوگر ہے اس بات پر کہ نقلی بات کو
عقلی دلیل سے تطبیق دیتے ہیں اور اگر کوئی امر نقلی ان کی عقل کے موافق
نہ ہو تو اس پر خوب اعتقاد نہیں لاتے۔ اس جہت سے امام اعظم رحمہ لوگوں
کی تسلی اور تشفی کی واسطے مسئلہ کی دلیل کو عقلی وجہ سے ظاہر کرتے تھے اور
حقیقت میں دلیل امام اعظم کی قرآن اور حدیث اور قول اصحاب سے تھی اور فی
الواقع ہر مجتہد پر واجب ہے کہ حکم کسی مسئلہ کا جب تک قرآن اور حدیث اور
اجماع میں پایا جاوے تب تک قیاس کی طرف رجوع کرنا درست نہیں ہے اور جب
کسی اس تین میں نہ ملے تو بالضرورت قیاس سے حکم کرے تو پھر ایسی امام کی طرف
کیوں کر گمان ہو کہ بغیر تلاش کرنے قرآن اور حدیث اور اجماع کے قیاس سے
حکم دیا ہو اور دوسری بات یہ ہے کہ عقلی دلیل امام کی حقیقت میں واسطے
ترجیح دینے بعض حدیث کو بعض پر تھی یعنی جب کہ دو حدیث میں اختلاف ہوتا
تھا اور ترجیح کسی کی کسی طور پر نہ ہوتی تھی۔ امام اعظم جس حدیث کو دلیل
عقلی کے ساتھ موافق پاتے اس کو غلبہ دیتے تھے اور یوں نہ تھا کہ حدیث کے
مقابل میں قیاس پر عمل کرتے نعوذ باللہ من ذلک اور تیسری بات
یہ ہے کہ حدیث کا صحیح اور ضعیف ہونا اگلے زمانہ میں اور پچھلے زمانہ میں
مختلف ہے بہت سی حدیثیں ہیں کہ متقدمین کے نزدیک صحیح ہیں اور متاخرین
کے نزدیک ضعیف اور یہ ہو سکتا ہے کہ جتنے راوی کے درمیان امام
اعظم کے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے سب میں شرطیں صحت کی
مجتمع تھیں اس واسطے وہ حدیث صحیح ہوئی۔ پھر ان کے زمانے کے

بعد راوی سب دوسرے ہوئے۔ اور واسطہ زیادہ ہوا تب پہلی زمانہ کی مجتہدوں
کے نزدیک وہی حدیث ضعیف ٹھہری اس واسطے کہ ان محدثوں سے پیغمبر خدا
صلے اللہ علیہ وسلم تک واسطے بہت ہوئے یعنی راوی سب اس حدیث کی ان
لوگوں اور حضرت کے درمیان آگے سے زیادہ ہوتے اور ان سب راویوں میں
شرطیں صحت کی پائی نہیں گئیں۔ اس لئے محدثوں نے اس حدیث کو ضعیف کہا۔
اپنے زعم کے موافق پھر اگر کسی محدث نے جو امام اعظم کے پیچھے تھے کسی کو ضعیف کہا
ہو تو اس سے لازم نہیں آتا ہے کہ امام اعظم کے زمانہ میں بھی وہ حدیث ضعیف
تھی۔ اور جبکہ امام اعظم کو حدیث کا کمال امتیاز تھا۔ اور بڑا فضل وعلم تھا۔ اکثر
لوگ اس پر حسد لیجاتے تھے متاخرین شافعیہ کو کیا کہیے بلکہ متقدمین کو بھی اس
جناب کے ساتھ حسد تھا۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ جو کوئی بڑا فاضل ہوتا ہے
تو ایک عالم کا محسود ہو جاتا ہے تعجب ہے کہ شافعیوں کا تو یہ حال ہے اور پیشوا انکی
امام شافعی رح کو دیکھا چاہئے۔ کہ کس قدر تعریف امام اعظم اور ان کے اصحاب
کی کرتے ہیں اور کہتے ہیں الناس عیال علی فقہ ابیحنیفۃ یعنی لوگ
اعتماد کرنے والے ہیں ابوحنیفہ کی فقہ پر اور تابع اور پیرو ہیں ان کے اور امام اعظم
کے جس قدر تابعداری اور پیروی احادیث اور اقوال صحابہ کے تھے
دوسرے مجتہدوں کی نہ تھی اور اصحاب ابوحنیفہ کے سب متفق ہیں اس بات
پر کہ حدیث ہر چند ضعیف بھی ہو تو قیاس پر مقدم ہے اور امام اعظم رح کا تو یہ
طور تھا۔ کہ جب تک ممکن ہوتا تو حدیث کو ہاتھ سے نہیں چھوڑتے تھے۔
آخر کو ضرورت کے وقت میں جب کوئی حدیث معتبر نہ ملتی۔ تب لاچار
قیاس پر عمل کرتے۔ اور امام شافعی رح بہت سے

حدیث کی اقسام پر قیاس کو ترجیح دیتے ہیں اور امام اعظم صحابی کی تقلید کو جس
بات میں صحابی نے اپنے اجتہاد سے کہا ہو واجب جانتے ہیں اور شافعی کہتے ہیں کہ
ہم اور صحابی برابر ہیں وہ بھی مجتہد تھے اور ہم بھی مجتہد ہیں۔ اور مجتہد
کو تقلید کرنی دوسری مجتہد کی جائز نہیں ہے۔ اور امام محبت عبد اللہ ابن
مبارک نے امام اعظم رحمۃ اللہ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا ہے امام اعظم رح
نے کہ جو کچھ حدیث میں آیا ہے اس کو بسر و چشم ہم قبول کرتے ہیں اور جو کچھ
کہ اصحاب سے مروی ہوا ہے اس کو بھی ہم اختیار کرتے ہیں اور اسے باہر
نہیں آتے ہیں لیکن جو کچھ کہ تابعین سے منقول ہے تو ہم اور وہ برابر ہیں پھر
بھی تحقیق کرینگے اور حق کو تلاش کرینگے۔

چھبیسواں سوال

جواب
سے سوال سابق کے ظاہر ہوا کہ جس کا مرتبہ اجتہاد نہ ہو تو ان چاروں اماموں
میں سے ایک کی تقلید اس پر واجب ہے اور اگر اس کو کوئی حدیث اس کی
امام کے مذہب کے مخالف پہنچے۔ تو اس شخص کو اس پر عمل کرنا جائز نہیں
ہے باوجود اس کے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا ہے اترکوا قولی بخبر
الرسول صلے اللہ علیہ وسلم یعنی جب کوئی حدیث ہمارے قول کے خلاف پاؤ
تو اس پر عمل کرو ہماری قول کو چھوڑ دو۔ اور اسی طرح سے اور اماموں نے بھی فرمایا
ہے تو پھر وہ شخص اگر حدیث پر عمل نہ کرے تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی قول
پر بھی عمل نہ کیا اور امام کے حکم پر بھی نہ چلا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہر ایک صحابی جیسے حدیث سنتے تھے
عمل کرتے تھے یعنی صحابی مجتہد ہو یا عامی ہر ایک پر بھی واجب تھا کہ
جو حضرت فرماتے اپنی اپنی سمجھ کے موافق عمل میں لاتے اور اس کا فرق نہیں تھا

کہ جو کوئی مجتہد ہوتا تو وہ حضرت کے فرمانے کی موافق اور اپنی درایت کے مطابق عمل کر لیتا۔ اور جو کوئی مجتہد نہ ہوتا حضرت کی قول کو چھوڑ کر اور کسی صحابی جو مجتہد تھے۔ مثلاً ابوبکر یا عمر انکی تقلید کرتا تو پھر اس میں کیا سری کہ اس زمانہ میں اگر کوئی شخص غیر مجتہد جب کوئی حدیث معتبر کتاب میں پاوے یا کوئی معتمد عالم سے سنے تو اس کو اس پر عمل کرنا جائز نہ ہووے بلکہ کسی مجتہد کی تقلید اس پر واجب ہو

جواب باللہ التوفیق ومنہ التحقیق پہلے جاننا چاہئے۔ کہ کوئی حکم حدیث کی رو سے جو کسی کے حق میں ثابت ہوتا ہے تو اس میں تین چیز ضروری ہیں یعنی ہر شخص جب تک تین چیز کو نہ جانے تب تک کوئی حکم کسی حدیث سے اس کے حق میں ثابت نہیں ہوتا پہلا جانے کہ یہ کلام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ دوسرا جانے کہ مراد اس حدیث سے کیا ہے یعنی اس کلام سے جو غرض ہے اس کو سمجھے۔ تیسرا جانے کہ یہ حکم ہم پر ہے یعنی اس حکم میں ہم بھی داخل ہیں دوسروں کے واسطے خاص نہیں ہے۔ کیونکہ اگر کوئی ان تین باتوں سے ایک بات کو نہ جانیگا تو اس کے حق میں وہ ثابت نہ ہوگا مثلاً اگر حضرت کی کلام ہونے میں شک ہو جیسا کہ کوئی حدیث فاسق یا کافر سے سنے تو وہ حکم ثابت نہیں ہوتا ہے اور ایسا ہی اگر کسی حدیث کے مراد کو نہ سمجھے جیسا کہ حدیث مجمل تو جب تک مراد اس کی نہ سمجھیگا تو کیا عمل کریگا۔ اور ایسے طرح سے جب جانے کہ یہ مجھ پر نہیں ہے بلکہ دوسروں کے حق میں ہے جیسا حکم منسوخ کہ اگلے مسلمانوں کے حق میں تھا۔ تو وہ حکم بھی ثابت نہیں ہوتا ہے جب یہ بات معلوم ہوئی تو جانو کہ حضرت پیغمبر علیہ السلام جب کسی کو خطاب کرکے کوئی حکم فرماتے تھے۔ تو اس شخص کے حق میں یہ تینوں باتیں پائی جاتی تھیں پہلا امر تو ظاہر ہے کہ جب کسی مسلمان نے حضرت کی زبان سے کوئی حکم سنا تو بے شبہ جانا کہ یہ

حکم رسول خدا کا ہے اور دوسرا امر یہی پایا جاتا ہے اسواسطے کہ حضرت علیہ السلام ہر ایک کو اس کی سمجھ کے موافق حکم فرماتے تھے کہ کسی طرح سے اس کو شبہ نہ رہتا تھا جیسا مشہور ہے کہ حضرت نے خود فرمایا ہے کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ یعنی لوگوں سے بات اس اندازے پر کرو کہ انکے دریافت میں آجاوے پھر اگر کوئی شخص لائق اور ذہین ہوتا ہے تو اس کو اجمال اور کنایہ سے فرماتے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو سب حال اس کے خوب واضح کر کے ارشاد کرتے کہ اس کو کچھ شبہ نہ رہتا۔ جیسا کہ مشکوٰۃ شریف کے کتاب العلم میں ہے عَنْ اَنَسٍ رض قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ اَعَادَهَا ثَلٰثًا حَتّٰى تُفْهَمَ عَنْهُ یعنی انس رض نے کہا ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم جب کوئی بات فرماتے تو تین بار ارشاد کرتے۔ تاکہ بے شبہ خوب سمجھ جاوے۔ اور اگر کوئی کلام مبہم ہوتا تو وہ شخص مخاطب اپنے حال کے قرینے سے یا حضرت کے حال سے یا اور بعض لوگوں کے حال سے یا اپنے سوال کے قرینے سے یا حضرت کی کلام کے سیاق سے یا اور لوگوں کی گفتگو کی رو سے حضرت کی مراد سمجھ لیتا جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ مثال اس کے آگے مذکور ہوگی اور بعضا کلام ظاہر کے خلاف ہوتا تھا۔ کہ ہر کوئی اس کے کنہ کو نہیں پہنچتا تھا۔ بلکہ وہ صحابی بھی کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں اکثر حاضر رہتے تھے اور حضرت کی عادات سے خوب واقف تھے۔ اور آپ کی صحبت کی تاثیر کی سبب ان کے دل میں صفائی اور روشنی ہوگئی تھی کہ سخن کی تہ کو پہنچتے تھے اور حضرت کی مراد اور غرض کو خوب دریافت کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حال تھا اور نہ ہوتا کیواسطے اسکے

99

مثال آگے مذکور ہوگی اور اگر کلام ایسا مبہم ہوتا کہ مخاطب کسی طرح سے بھی نہ
پوچھتا تو وہ ثانیاً پوچھتا جیسا کہ بہت سی حدیث میں آیا ہے کہ حضرت نے اولاً ایک بات
فرمائی پھر کسی صحابی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ اس سے کیا مراد ہے. حاصل کلام
یہ ہے کہ بعضا کلام حضرت کا مبہم اور خلاف ظاہر ہوتا تھا. پر مخاطب اسکی مراد
کو کسی ایک طور سے سمجھ لیتا. اور ان باتوں کی تفصیل اور ہر ایک کی مثل لکھنے میں
کلام دراز ہوگا. اس واسطے یہاں مجمل لکھا گیا انشاء اللہ تعالیٰ تیسرے طور کے بیان میں
بطور نمونہ کے حال اور مثال اس کا معلوم ہوگا. اور تیسرا امر یعنی اس بات کو
جاننا کہ یہ حکم ہم پر ہے یہ بھی اس شخص کے حق میں حاصل ہوتا تھا
اس لئے کہ جب حضرت نے اس کو خطاب کرکے حکم فرمایا تو ظاہر ہے. کہ اس کے
حق میں ہے اگر دوسرے پر خاص ہوتا تو اس کو کیوں فرماتے پھر بعد حضرت کے
ان باتوں تینوں کا جاننا بہت دشوار ہوا اسواسطے کہ پہلا امر یعنی یقین
کرنا کہ یہ حدیث شریف ہے اور یقین اس کو کہتے ہیں کہ بغیر شبہ اور بدوں
تردد کے کسی چیز کو جاننا اور حدیث میں یقین حاصل ہونیکی دو صورت ہیں ایک
تو یہ کہ اپنے کان سے حضرت کی زبان مبارک سے سنے اور بعد انتقال حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے یہ صورت اختیار سے جاتی رہی اور دوسری صورت یہ کہ
خبر تواتر سے سنے اور اسکی صورت یہ ہے کہ نقل کرنے والے اس حدیث کے
ہر زمانے میں اس قدر آدمی ہوں کہ عقل ہرگز تجویز نہ کرے کہ اتنی لوگ سب کے سب
جھوٹھ کہتے ہیں اور خبر تواتر میں یہ بھی ضرور ہے کہ ابتدا سے انتہا تک ہر زمانہ
میں اور ہر طبقے میں اسقدر راوی ہوں کہ ایک دوسرے سی برابر سنتے چلے
آتے ہوں اور ایسی ہی نقل کو تواتر کہتے ہیں. اور ایسی حدیث کو

متواتر اور حدیث متواتر میں ہر ایک راوی کا حال تحقیق کرنا اور ہر ایک
کی عدالت اور صداقت کو ثابت کرنا ضروری نہیں ہے ہر ایسی روایت سے اس حدیث میں
یقین حاصل ہوتا ہے کیونکہ عادت جاری ہے کہ جب کسی بات کو اسقدر آدمی نقل
کرتے ہیں تو سنتے ہی ہر ایک کو یقین آجاتا ہے مثال اسکی بغداد کسی شہر کا نام
اور سکندر کسی بادشاہ کا نام ہے۔ اور اسی طرح سے قرآن شریف کی کلام خدا ہونے
پر ہم لوگوں کو جو یقین ہے تو اس کا سبب سوائے اس کے نہیں ہے کہ نقل متواتر
سے ثابت ہے کہ حضرت عمؐ نے اسکو خدا تعالیٰ کا کلام فرمایا ہے پھر جب حضرت کے پہلے
صورت متعدد رہی تو یقین حاصل ہونیکے لئے ایک صورت تواتر کی باقی رہی پھر اگر
اتنے راوی اس حدیث کی نہ ہوں تو ہرگز یقین حاصل نہ ہوگا تو اب ہر حدیث میں اس طرح
کا یقین حاصل ہونا متعذر ہے کیونکہ حدیث متواتر بہت تھوڑی ہے اس واسطے اللہ
تعالےٰ نے گمان غالب کو یقین کے قائم مقام فرمایا ہے یعنی جب کسی کو گمان غالب
ہو کہ یہ کلام پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے تو وہ حدیث اس شخص کے حق
میں ثابت ہوگی اور گمان غالب جبھی حاصل ہوتا ہے کہ اسکی راوی کا حال خوب
دریافت کرے جیسا کہ مشکوٰۃ کے کتاب العلم میں ہے وعن ابن سیرین رض
قَالَ اِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِيْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَاْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ رواہ مسلم
روایت ہے ابن سیرین سے کہا کہ یہ علم دین ہے یعنی قرآن اور حدیث اور دین اور
اسلام سے خوب نگاہ کرو کس شخص سے سیکھتے ہو دین اپنا یہ کلام اشارہ ہے
اہتمام اور احتیاط کرنے کی طرف دریافت کرنے میں احوال راوی کے یعنی حدیث
کے راوی کو خوب تحقیق کیا چاہئے کہ پرہیزگار دیانتدار راست گو عقلمند
ہو اور نہ لیا چاہئے حدیث کو ہر کسی سے جو کوئی روایت کرے خصوصاً صاحب غرض جو

نیا مذہب نکالنے والے جدا طریقہ رواج دینے والے ہوں کیونکہ وہ اپنا مذہب رواج اپنے
کے واسطے بہت سی باتیں دین میں افترا کرینگے اور جھوٹی حدیثیں لوگوں کو سنا دینگے
یہ خلاصہ ترجمہ شرح فارسی مشکوٰۃ کا ہے پھر جب کسی کو راوی کی عدالت اور
صداقت اور حفاظت پر یقین ہوگا تو اسکے حق میں اس کلام کے حدیث ہونیکا گمان غالب
حاصل ہوگا کیونکہ جب کوئی اپنے افعال میں عادل اور اقوال میں صادق ہوتا ہے تو
ظاہر حال سے اس کے یہ سمجھا جاتا ہے کہ حدیث کی روایت میں وہ سچا ہوگا کیونکہ
جھوٹ کہنا حرام ہے خصوصاً پیغمبر علیہ السلام پر جھوٹ بات کو افترا کرنا بڑا گناہ ہے
اس لئے ایسے شخص کی روایت پر گمان غالب ہوتا ہے۔ لیکن یقین حاصل نہیں
ہوتا ہے۔ اس لئے کہ یقین جب حاصل ہووے کہ کسی طرح کا شبہ اور احتمال باقی نہ رہے اور
حال یہ ہے کہ عقل کے نزدیک ایسے شخص کا بھی کاذب ہونا جائز ہے اس واسطے
کہ ہم تو صرف اس کے ظاہر حال پر مطلع ہوسکتے ہیں اور اس کی نیت اور ارادے
اور عقائد پر تو خدا تعالےٰ ہی واقف ہے کیونکہ بعضے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں
کہ اگرچہ ظاہر میں نیک کار خوش اطوار ہیں لیکن باطن میں منافق اور دین میں
مفسد جیسا کہ اگلے زمانہ میں وضاع گزرے ہیں اور بعضے آدمی ایسے بھی
ہوتے ہیں کہ اگرچہ ظاہر اور باطن میں نیک ہیں۔ لیکن کسی سبب سے یا اپنے
زعم میں کسی ضرورت کی جہت سے کہتے ہیں۔ اور اپنے اعتقاد میں اس کو
دین داری کہتے ہیں جیسا کہ مولانا عبد العزیز رح نے رسالہ اصول الحدیث
میں لکھا ہے کہ نوح ابن عصمت کہ فاضل اور فقیہ تھا۔ قرآن کی سورتوں
کی فضیلت میں اس نے بہت سی حدیثوں کو وضع کر کے رواج دیا تھا۔
اور مشہور کیا تھا پھر جب اس کو لوگوں نے پکڑا اور سند اس کی مانگی۔ اور سخت

تنگ کیا تب لاچار ہو کر اقرار کیا کہ میں نے ان حدیثوں کو بنایا ہے۔ اور شیخ میری خبر تھی
کیونکہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ قرآن کی طرف کم متوجہ ہیں اور دوسرے علوم کی طرف
مثل تواریخ اور فقہ کی زیادہ مشغول رہتے ہیں تو لوگوں کو رغبت دلانے کے واسطے
یہ حدیثیں بنائیں تاکہ ثواب کی رغبت سے یا کسی اور دنیاوی مطلب کے طمع سے
اگر قرآن پڑھیں اور بیشتر تلاوت میں مشغول رہیں اور سورتیں یاد کریں اور
اسی طرح سے بعضے واعظ اچھے کام میں رغبت دلانے کے واسطے۔ یا برے کام سے
ڈرانے کے لیے حدیث ضعیف بلکہ حدیثیں وضعی بھی کہتے ہیں باوجودیکہ جھوٹ
بات کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا ہر صورت اور ہر تقدیر میں حرام
ہے اور راوی میں ایک امر اور بھی ضرور ہے کہ فہم اور ضبط اور حفظ یعنی
جو کچھ اس نے سنا ہو خوب سمجھتا اور ضبط کرتا اور یاد رکھتا ہو۔ اگر اس کے
فہم میں نقصان یا احاطہ میں قصور یا قوت حافظہ میں کچھ خلل ہوگا تو اس کی
روایت میں بھی نقصان ہوگا پھر جانو کہ راوی کی عدالت اور صداقت اور حفاظت
پر یقین حاصل ہونیکا دو طریق ہے اول یہ کہ اس کی صحبت میں ایک مدت
دراز رہ کر خوب افعال اور اقوال اس کی دریافت کرے دوسرا یہ ہے کہ غائبانہ
اس کا حال مفصلا تواتر سے معلوم کرے یعنی اس قدر لوگ اس کی عدالت اور
صداقت اور حفاظت کو بیان کرے۔ کہ ہرگز عقل تجویز نہ کرے۔ کہ یہ سب کے
سب اس کی جھوٹ تعریف کرتے ہیں۔ تو اس صورت میں اس کی عدالت اور
صداقت اور حفاظت پر یقین ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر درمیان اس کے اور
حضرت علیہ السلام کے ایک راوی ہو فقط اسی کا حال ان دو صورت
میں سے ایک طور سے یقین حاصل کرے اور اگر ایک واسطے سے زیادہ

ہو تو پچھلے راوی کا حال ان دونوں طریق سے معلوم ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کے اوپر کے راویوں کا حال جو فوت ہو گئے ہیں روایت سے دریافت ہونا ممکن نہیں ہے صرف تواتر سے معلوم ہو سکتا ہے۔ الغرض جب سب راویوں کی عدالت اور صداقت اور حفاظت پر کمال یقین حاصل ہو گا تو اس حدیث پر گمان غالب ہو گا اور کسی راوی کے ان سب حالات پر یقین کلی حاصل نہ ہو بلکہ اگر کسی طرح کا بھی اس کے حال میں شبہ واقع ہو جیسے کہ اگر کوئی راوی مجہول الحال یعنی وہ سب صفات جو راوی میں شرط ہیں کچھ معلوم نہ ہو تو اس حدیث میں یقین کا تو کیا ذکر ہے گمان غالب بھی حاصل نہ ہو گا اور یقین یا گمان غالب جب تک کسی حدیث پر نہ ہو تو اسکو روایت کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ مشکوٰۃ کے کتاب العلم میں ہے، عن ابن عباس رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّقُوا الْحَدِيْثَ عَنِّيْ اِلَّا مَا عَلِمْتُمْ الخ یعنی پرہیز کرو تم حدیث کی روایت کرنے کو مجھ سے مگر جس حدیث کو کہ یقین جانو کہ وہ مجھ سے ہے آخر تک اور مشکوٰۃ کے باب الاعتصام بالکتاب والسنہ میں ہے عن ابی ہریرۃ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ یعنی بس ہے مرد کو جھوٹا ہونے میں اس قدر کہ حدیث کرے جو کچھ سنے۔ یعنی اگر کوئی کسی طرح کا جھوٹ نہ کہے لیکن جو کچھ لوگوں سے سنے بے تحقیق کئی ہوئی اس کو روایت کرے تو اسی قدر بس ہے جھوٹ کہنے کو تو معلوم کیا چاہئے۔ کہ جب آدمی بے تحقیق کسی بات کے نقل کرنے میں دروغ گو بنتا ہے تو کوئی حدیث بے تحقیق اور بدون علم کی روایت کرنے میں اس کا کیا حال ہو گا۔ پھر اس زمانہ میں بھی اگر کوئی چاہے کہ کسی حدیث کو خود تحقیق کرے تو اس پر واجب اور ضرور ہے کہ اپنے استاد یعنی جس سے اس حدیث کو سنا اس سے لے کر جتنے راوی گزرے ہیں۔ ہر ایک کا

حال الگ الگ کما حقہ اسی طور سے کہ سابق مذکور ہوا بخوب دریافت کرے پھر
جب ہر ایک راوی کا حال بالتفصیل یعنی عدالت اور صداقت اور حفاظت ہر ایک کی
یقین سے معلوم ہو جاوے۔ تب وہ حدیث اس کے حق میں ثابت ہوگی۔ اور اگر
ایک راوی کے حال میں بھی شبہ گزریگا۔ یعنی اگر کسی راوی کی عدالت یا صداقت یا فہم
یا ضبط یا حفظ میں یقین نہوگا۔ تو اس حدیث میں بھی شبہ ہوگا۔ اور اس کے حق
میں وہ حدیث ثابت نہ ہوگی۔ پھر اس زمانہ میں سب راویوں کا حال دریافت
کرنا نہایت مشکل بلکہ متعذر ہے۔ کیونکہ کس قدر لوگ گزرے ہیں۔ کہ انکا احوال خبر
متواتر سے توکیا معلوم ہوگا۔ ہم ہی اور مشہور نہیں ہے۔ اور سابق مذکور ہوا کہ
راویوں کے حال کو بالیقین جاننا ضرور ہے۔ اور یقین سے جاننے کی دو ہی
صورت ہے۔ یا تو خود مدت دراز اسکی صحبت میں رہے یا خبر متواتر سے سنی۔ اور بعضی
لوگوں سے اس کا حال سنا یا کسی کتاب تواریخ میں دیکھنا کفایت نہیں کرتا۔ پھر جب
یہ معلوم ہوا تو جانو کہ کسی حدیث کو فقط کسی کتاب معتبر میں دیکھنا۔ یا صرف
کسی عالم متبحر سے سننا کسی کے حق میں کافی نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کی حق میں
ثابت ہونا موقوف اس بات پر ہے۔ کہ وہ شخص خود اپنی تحقیق سے احوال سب راویوں
کا بالیقین معلوم کرے۔ اور ان دونوں صورتوں میں راویوں کا حال کچھ ثابت نہ ہو۔ اور
بالفرض اگر ثابت ہوا ہو تو اس شخص کے حق میں ثابت ہوا۔ کہ جس نے اس کتاب کو جمع
کیا تھا یا خود یاد رکھا تھا۔ طالب کے حق میں تو یہ ضرور ہے۔ کہ سب کا احوال
خود تحقیق کرے اور تواتر سے سنے۔ تب اس کے حق میں ثابت ہوگا۔ اور اس
مقام کے بیان اور تحقیق سے کوئی یہ نہ سمجھے اور نہ کہے۔ کہ اس تقدیر میں کسی کتاب
حدیث بلکہ کسی حدیث پر اعتماد نہ رہا۔ اور سب میں شک اور شبہ پڑ گیا۔ سو جواب

اس کا یہ ہی۔ کہ فرق ہی درمیان تحقیق اور تقلید کی یعنی کسی حدیث کے پانے کا دو
طریق ہے۔ ایک یہ کہ طالب آپ تلاش کر کے ثابت کرے۔ دوسرا یہ کہ کسی عالم
محقق کی پیروی کری۔ خواہ اسکی زبان سے سنکر یا اس کی زبان میں دیکھکر اور سابق جو
مذکور ہوا تحقیق کری اور تقلید کی صورت دوسری ہی۔ پہر اگر ایک شخص نے کسی عالم محقق
پر اعتماد کر کے اسکی کتاب میں ایک حدیث پائی۔ اس کو مان لیا۔ تو حقیقت میں
اس حدیث کی نسبت اس کے مصنف کی تقلید ہوئی۔ اور اس عالم کی طرف پیروی
ٹہیری۔ اپنی کچہ تحقیق نہ ہوئی۔ پہر اس زمانہ میں جو شخص آرزو رکہی۔ کہ تقلید کسی مجتہد
کی نہ کری۔ بلکہ خود آپ جو حدیث میں پائی۔ عمل کرے۔ تو یہ ہوس اس کی ہرگز حاصل
نہ ہوگی۔ کیونکہ کوئی حدیث حاصل کرنی میں اسکو کسی عالم کی تقلید کرنی ضرور ہوگی
اور کسی کتاب کی پیروی ناچار کرنی پڑی گی۔ تو جس سے بہاگیگا۔ آخر کو اسی میں
جا گریگا۔ اور دوسری بات یہ ہی۔ کہ بالفرض اگر کسی غیر مجتہد نی کسی عالم کی تقلید کر کی
اس کی کتاب پر اعتماد کر لیا۔ اور تقلید کی لحاظ سی حدیث پر اس کتاب پر اعتماد کیا لیکن
حدیث کی مراد کو سمجہنی کے واسطی اور اس سے حکم نکالنی کیلئی جو سب شرطیں
جو ضرور ہیں جو کہ آگی مذکور ہوگئیں کہاں سے حاصل کریگا۔ آخر کو گہبرا گہبرا لاچار
ہو کی اس حدیث کی مراد کو سمجہنی اور حکم نکالنی میں اسکو کسی عالم مجتہد کی تقلید
کرنی ضرور ہوگی۔ تو حقیقت میں پہر انتہا اور ٹہکانا اس کا تقلید کی طرف رجوع کریگا۔ تو
پہر ابتدا ہی سی اس نے کیوں نہیں اپنے اوپر تقلید کسی مجتہد کی واجب کی لی۔ اور افسوس صد
افسوس ہے۔ اسکی حال پر کہ جو شخص امام اعظم پر مجتہد مقدم اختیار کری اور مار رکہا اور پہر
آخر میں دوسری عالم کی کہ جن کو نسبت شاگردی کی ہی آنحضرت رح کے ساتھ
نہیں ہی۔ تقلید کری۔ خدا ہم کو اپنی پناہ میں رکہے۔ ایسی حماقت اور ضلالت سی

اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ نے جو فرمایا ہی اتر کوا قولی بخبر الرسول صلعم تو اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ تم جب کسی حدیث اپنی تحقیق سے پاؤ تو ہماری قول کو جو ہم نے اپنے اجتہاد سے کہا ہے۔ اس کو چھوڑ دو۔ پھر جو قول ان کا کسی آیت یا حدیث یا اجماع کے موافق ہو۔ تو وہ حقیقت میں ان کا قول نہیں ہے۔ بلکہ حکم خدا اور رسول کا ہے۔ اسکو چھوڑنے کی کچھ معنی نہیں ہیں۔ پس جو حکم اجتہادی امام کا ہے۔ اس کی نسبت امام نے یہ فرمایا ہے لیکن یہ کلام امام کا حکم عام ہر خاص و عام کے حق میں نہیں ہے۔ کیونکہ اگر عام ہوتا۔ تو یوں فرماتے اترکوا قولی کل من سمع خبر الرسول یعنی جو کوئی حدیث سنے تو چھوڑ دے ہماری قول کو بلکہ یہ حکم امام کا خطاب خاص ہے۔ اپنی شاگردوں کے لئے کہ جن کا مرتبہ حدیث کی تحقیق کا تہا۔ اور ان کو لیاقت اور قدرت حدیث پر عمل کرنیکی تہی۔ جیسے امام ابو یوسف اور امام محمد اور امام زفر وغیرہ اسواسطے کہ حدیث پر عمل کرینگے۔ واسطے ایک شرط جو سابق مذکور ہوئی۔ اس کے سوا اور بہی بہت سے شرطیں ہیں۔ کہ آگے مذکور ہونگی۔ اور ان شرطوں کا پایا جانا عوام میں غیر ممکن ہے بلکہ اس زمانہ کی عالموں میں بہی متعذر ہے۔ لیکن خدا تعالے قادر ہے۔ کہ کسیکو وہ مرتبہ اپنے فضل سے عنایت کرے جیسا کہ جواب سابق میں شرح سفر السعادت سے منقول ہوا پھر اگر کوئی اس مقام کو دیکھکر شبہ کرے۔ اور کہے۔ کہ جب مقلد کو حدیث پر عمل کرنا درست نہیں ہے۔ تو پھر سابق کے مسئلوں میں حدیثوں سے کیوں تم دلیل لائے ہو۔ تو جواب اس کا یہ ہے۔ کہ ہم نے ان مسئلوں کو کہ سابق ذکر کیا ہے۔ اس سب کو ہمارے امام نے قرآن اور حدیث سے استنباط کیا۔ اور فقہ کی کتابوں میں ثابت ہوا ہے۔ لیکن جب کہ بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ فلانا مسئلہ فقہ کا غلط ہے۔ حدیث سے ثابت نہیں ہے اس واسطے ہم نے ان مسئلوں کی دلیل کو حدیثوں سے

جن جن کتابوں سے پایا۔ بیان کیا تاکہ عوام کو ان مسئلوں میں شبہ نہ پڑے۔ اور جو

مسئلہ کہ امام سے ثابت ہوا ہے۔ صرف ان کی دلیل کو بیان کرنا مقلد کے حق میں ممنوع

نہیں ہے۔ اس کے بعد یہ جانو۔ کہ اگر کوئی حنفی کسی حدیث کو اس کتاب میں پاوے

کہ جمع کرنے والا اس کا حنفی نہ ہو جیسا کہ مشکوٰۃ اور بلوغ المرام وغیرہ تو دو حال

سے خالی نہیں ہے۔ یا تو امام اعظم کے قول کے موافق ہوگی یا مخالف۔ اگر موافق ہوتے

تو کچھ کلام نہیں۔ اور اگر مخالف ہوئی۔ تو اس حدیث پر عمل کرنا حقیقت میں اس

عمل کے بہ نسبت اسکے مصنف کی تقلید کرلی ہوتی۔ اور امام اعظم کی تقلید سے منہ پھیرنا

حالانکہ اس قول مخالف کی ترجیح کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اسواسطے کہ امام اعظم کا بھی

البتہ کسی آیت یا دوسری حدیث یا اجماع سے ثابت ہے۔ صراحتاً یا ضمناً ہو۔ اور یہ

گمان نہیں ہو سکتا ہے۔ کہ حدیث صحیح غیر منسوخ معلوم ہوتی۔ امام نے اپنے قیاس سے

کہا ہو۔ کیونکہ قیاس پر عمل کرنا جب جائز ہوتا ہے۔ کہ قرآن اور حدیث اور اجماع میں پایا

نہ جاوے۔ اور یہ شبہ بھی محض بیجا ہے۔ کہ امام کو اس حدیث کی خبر نہیں پہنچی تھی۔

اس واسطے کہ اس زمانہ میں بہت سی صحابی موجود تھے۔ اور وہ زمانہ تابعین کا تھا۔ اور

لوگ حدیثوں کو صرف زبانی یاد رکھتے تھے۔ اور بڑی بھولنے کی عالموں میں اکثر چرچا اس

کا رہتا تھا۔ تو اگر وہ حدیث صحیح غیر منسوخ ہوتی۔ اور حضرت صلے اللہ

علیہ سلم کا بھی عمل اس پر ہوتا۔ تو ظاہر یہی ہے۔ کہ وہ حدیث البتہ مشہور ہوتی

اور لوگوں کے عمل میں آتی۔ پھر صرف یہ گمان اور شبہ کر کے امام اعظم کی

تقلید سے بھاگنا اور دوسری محدث کی طرف دوڑنا دین میں کھیل کرنا ہے نعوذ باللہ

منہ بلکہ ظاہر اور غالب یہی ہے۔ کہ ترجیح امام اعظم کے قول کو ہی اس واسطے کہ امام

اعظم کا زمانہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھا۔ وہ اس زمانہ میں تھے۔ کہ جس کے

خیریت کی گواہی حضرت علیہ السلام نے دی ہے۔ کیونکہ وہ تابعین سے تھے۔ اور بیس صحابی سے ان کو ملاقات ہوئی۔ اور سات صحابی سے انہوں نے حدیث روایت کی جیسا کہ در مختار کے خطبہ میں لکھا ہے۔ اور انہوں نے سو تابعین سے حدیث کو سنا اور کئی صندوق حدیثوں کی کتابوں کے ان کے پاس تھے جیسا کہ شرح سفر السعادت کے خطبہ میں مرقوم ہوا ہے۔ پھر ظاہر یہی ہے۔ کہ جس قدر ان کو حدیث صحیح پہنچی تھی اور جتنی ان کو حدیث کی تحقیق حاصل ہوئی تھی۔ باقی مجتہدوں کو اور حدیث کی کتاب جمع کرنیوالوں کو جو ان کے بعد ہوئے۔ ایک کو بھی یہ بات حاصل نہ تھی پھر جو حدیث کسی مخالف کی کتاب میں ہوگی۔ تو وہ حدیث وضعی ہوگی یا ضعیف یا منسوخ یا ماول کسی تاویل کرکے جیسا کہ جواب سابق میں تفصیل اسکی شرح سفر السعادت سے مذکور ہوئی چنانچہ امام اعظم کے بعد ہزاروں علما اور فضلا نے جو امام اعظم کی مسائل اور دلائل کو حدیث کی کتابوں سے ملایا۔ تو اگر کبھی کسی حدیث کو انکی مذہب کے خلاف پایا۔ تو آخر بعد تحقیق کی یوں معلوم ہوا کہ وہ حدیث وضعی تھی یا ضعیف یا منسوخ یا ماول یا اس کے مقابل میں دوسری حدیث زیادہ قوی ہے جیسا کہ آمین بالجہر کی اور رفع یدین کی حدیث کا بیان سابق مذکور ہو چکا ہے۔ اور اسی طرح سے جتنی حدیث مخالف ہے سب کا یہی حال ہے۔ تفصیل اس کی فقہ کی بڑی کتابوں میں ہے جیسا فتح القدیر اور بحر الرائق اور مواہب الرحمٰن اور تبیین الحقائق اور کافی اور شرح ہدایہ اور تخریج الہدایہ وغیرہ جسکو اس بات میں شبہ یا تردد ہو۔ تو اگر وہ کچھ علم رکھتا ہے۔ تو چاہئے کہ وہ فقہ اور اصول کی کتابیں دیکھے۔ اور اگر وہ شخص جاہل ہے۔ تو اس کے حق میں اسی قدر کافی ہے۔ کہ بیشمار علما اور بیحساب اولیا ان کے مقلد تھے اور مرتے دم تک انہیں کی پیروی کرتے رہے۔ اور تمام جہان کے مسلمانوں میں تخمیناً تین حصے حنفی

ہونگی۔ اور ایک حصہ اور مذہب والی۔ اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی اصل سکان دین اور شریعت کا ہی۔ حاکم اور قاضی اور مفتی وہاں کے امام اعظم کے مذہب کے موافق احکام شرع کو جاری کرتی ہیں۔ اور پہلا امر یعنی یقین کرنا کہ یہ کلام حدیث ہی۔ جیسا اس میں راوی کی عدالت اور صداقت اور محافظت تحقیق کرنی ضرور ہی۔ ایک اور امر بھی ضرور ہی اور وہ یہ ہی کہ معلوم کرنا اس کا کہ راوی نے آیا حضرت کی قول کو بالفاظہ اور بعبارتہ یعنی بدوں تغیر اسکی لفظوں میں نقل کیا ہی۔ یا اپنی سمجھ کی موافق مطلب اس کا اپنی عبارت میں ادا کیا ہی۔ اگر اول ہے۔ تو مقبول ہے اور اگر ثانی ہی تو دو حال سے خالی نہیں۔ اگر راوی مجتہد ہی تو مقبول ہی اور نہیں تو مردود۔ کیونکہ اکثر کلام حضرت کا جوامع الکلم ہی یعنی لفظ تھوڑی اور معنی بہت اور بعضا کلام مبہم یا خلاف ظاہر پھر مجتہد ہی تو البتہ حضرت کی مراد کو سمجھ سکتا ہی۔ اور غیر مجتہد ان سب معانی کو ضبط نہ کر سکیگا۔ اور غرض حضرت کی نہ سمجھیگا۔ تو پھر اکثر غلطی میں پڑ جاویگا۔ اس لئے اسکی روایت پر اعتماد نہیں۔ جیسا کہ مشکواۃ کی کتاب العلم میں ہے۔

وعن ابن مسعود رض قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فحفظھا ووعاھا واداھا فرب حامل فقہ غیر فقیہ ورب حامل فقہ الی من ھو افقہ منہ الحدیث

ترو تازگی دیوی خدا اس بندی کو جس نے سنا ہماری کلام کو پھر یاد کیا اس کو جیسا سنا اور نگاہ رکھا اس کو اور پہنچایا اس کو لوگوں کو آخر تک وعن ابن مسعود رض

قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول نضر اللہ امرءا سمع منا شیئا فبلغہ کما سمعہ فرب مبلغ اوعی لہ من سامع

یعنی تازگی بخشے خدا اس مرد کو جس نے سنا مجھ سے کوئی کلام پھر پہنچایا اس کو جیسا سنا تھا سو بہت پہنچائی گئی زیادہ یاد رکھنے والے ہوتی ہیں سننے والوں سے اور مشکواۃ کے

دسواں باب

شرح میں شیخ عبدالحق دہلوی نے لکھا ہے خلاصہ اس کا یہ ہے۔ کہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ حدیث کو بلفظہ روایت کرنا چاہئے۔ اور نقل بالمعنی میں علما کا اختلاف ہے۔ لیکن مختار یہ ہے کہ اگر راوی کلمات کی موارد کو اور عبارت کے استعمال کو اور الفاظ کے مقامات کو اور کلمات کی محاورات کو اور نکات کو اور اشارت اور مقتضیات کو خوب جانتا ہو اور کمال حذاقت اور لیاقت رکھتا ہو۔ تو جائز ہے۔ اور بغیر اس کے تو درست نہیں۔ اس کے بعد دوسرا امر یعنی اس حدیث کی مراد کو سمجھنا بہت امر پر موقوف ہے اس مقام میں بطریق مثال کی چند امور ذکر کئے جاتے ہیں۔ اور وہ شرطیں کہ جن کا مضمون دقیق ہے اور عوام کو ان کا سمجھنا دشوار ہو۔ یہاں ذکر نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس کو اصول فقہ اور اصول حدیث کی کتابوں پر حوالہ کیا گیا۔ پہلا یہ کہ اگر وہ شخص عربی ہو۔ تو چاہئے۔ کہ اہل فصاحت اور بلاغت سے ہو۔ اور اپنی زباندانی میں مہارت تام اور مشق کامل رکھتا ہو۔ اور اگر عربی سے ایسا ماہر نہ ہو۔ یا عجمی ہو۔ تو علم صرف اور نحو اور لغت اور بلاغت کی قواعد کی خوب ضبط رکھے۔ اور اصطلاحات اور محاورات اور استعمالات خوب جانے۔ تاکہ لفظی معنے کو اولا سمجھے جیسا کہ مائۃ المسائل میں ہے حافظ ابن حجر نے فتح المبین میں لکھا ہے اَلْبِدْعَۃُ مُنْقَسِمَۃٌ اِلَی الْاَحْکَامِ الْخَمْسَۃِ لِاَنَّھَا اِذَا عُرِضَتْ عَلَی الْقَوَاعِدِ الشَّرْعِیَّۃِ لَمْ تَخْلُ عَنْ وَاحِدٍ مِّنْ تِلْکَ الْاَحْکَامِ فَمِنَ الْبِدَعِ الْوَاجِبَۃِ عَلَی الْکِفَایَۃِ الْاِشْتِغَالُ بِالْعُلُوْمِ الْعَرَبِیَّۃِ الْوَاجِبَۃِ الْمُتَوَقِّفِ عَلَیْھَا فَھْمُ الْکِتَابِ کَالصَّرْفِ وَالنَّحْوِ وَاللُّغَۃِ وَالْمَعَانِیْ وَالْبَیَانِ یعنی بدعت کی پانچ قسم ہے۔ حرام۔ مکروہ۔ واجب۔ مستحب مباح کیونکہ جب اسکو نسبت کیا جاوے قواعد شرعیہ کیطرف تب خالی نہ ہوگا ایک

ان پانچ احکام سے پہر بدعت واجب علی الکفایہ کی قسم سے ہے سیکھنا علوم عربیہ کو جو موقوف ہیں اس پر سمجھنا قرآن کا جیسا صرف نحو لغت معانی بیان اور ایسا ہی سمجھنا حدیث کا بھی موقوف ہے۔ ان سب علموں پر اور مائۃ المسائل میں ہے قَالَ الْقَسْطَلَانِیُّ فِیْ شَرْحِ الْبُخَارِیِّ فِیْ بَیَانِ اَحْوَالِ اَبِی الْاَسْوَدِ حَاتِمِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سُفْیَانَ الدُّؤَلِیِّ وَھُوَ اَوَّلُ مَنْ تَکَلَّمَ فِی النَّحْوِ بَعْدَ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ کہا قسطلانی نے شرح بخاری میں احوال میں ابی الاسود حاتم کے کہ وہ شخص پہلا ان لوگوں کا ہے۔ کہ جس نے بعد حضرت علی کے نحو میں کلام کیا۔ یعنی سب کے پہلے تو حضرت علی نے علم نحو کو تصنیف فرمایا۔ پہر ان کے بعد اور لوگوں کی بہ نسبت اول ابی الاسود نے نحو کو جمع کیا۔ اور اسی مائۃ المسائل میں ہے وفی الدر المنثور عن ابی بکر محمد بن القاسم الانباری فی کتاب الوقف وابن عساکر فی تاریخہ عن ابی ملیکۃ قَالَ اَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَلَّا یَقْرَءَ النَّاسُ اِلَّا عَالِمٌ بِاللُّغَۃِ وَاَمَرَ اَبَا الْاَسْوَدِ بِوَضْعِ النَّحْوِ تفسیر درمنثور میں ہے۔ ابی بکر محمد ابن ابی القاسم رح سے کتاب الوقف میں اور ابن عساکر سے کتاب تاریخ میں ابی ابن ملیکہ سے۔ کہ کہا حکم کیا عمر رضی نے۔ کہ قرآن نہ پڑہاوی آدمیوں کو مگر جو شخص کہ عالم ہو علم لغت کا۔ اور حکم کیا۔ انہوں نے ابی الاسود کو تصنیف کرنیکا علم نحو کی۔ اور کہا حافظ ابن حجر نے فتح المبین میں پانچویں حدیث کی شرح میں وَاَمَّا مَا لَا یُنَافِیْ ذٰلِكَ بِاَنْ یَّشْھَدَ لَہٗ شَیْءٌ مِّنْ اَدِلَّۃِ الشَّرْعِ فَلِذٰلِكَ فَلَیْسَ یُرَدُّ عَلٰی فَاعِلِہٖ بَلْ ھُوَ مَقْبُوْلٌ مِّنْہُ کَاسْتِخْرَاجِ عُلُوْمِ اللُّغَۃِ وَالنَّحْوِ وَالْمَعَانِیْ وَالْبَیَانِ فَذٰلِكَ کُلُّہٗ مَعْلُوْمٌ حُسْنُہٗ ظَاھِرٌ فَائِدَتُہٗ مُعِیْنٌ عَلٰی مَعْرِفَۃِ کِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَفَھْمِ مَعَانِیْ کِتَابِہٖ وَسُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلعم فَیَکُوْنُ مَامُوْرًا بِہٖ کَوَضْعِ الْمَذَاھِبِ وَتَدْوِیْنِہَا فَاِنَّہٗ مَقْبُوْلٌ مِّنْ فَاعِلِہٖ مُثَابٌ وَّمُعْتَمَدٌ عَلَیْہِ خَلَا

یہ ہے۔ جو بدعت کہ کسی دلیل شرع کی موافق ہو۔ تو وہ مردود نہیں ہے۔ بلکہ مقبول ہے۔ جیساکہ علم لغت نحو معانی بیان کہ حسن اس امت کا معلوم اور فائدہ اس کا ظاہر اور کلام اللہ کی دریافت اور قرآن اور حدیث کی معنی سمجھیں۔ پر مددگار ہے تو یہ سب ہی شرع میں مقبول ہے۔ اور اسی طرح سے سب مذہب کو معین اور مقرر کرنا اور اس کو جمع کرنا شرع مقبول ہے۔ اور فاعل کو اس کے آخرت میں ثواب اور دنیا میں تعریف ہے پھر اس کے بعد مراد اور غرض حضرت علیہ السلام کی سمجھنے میں اور بہت سی چیزیں بھی ضرور ہیں۔ منجملہ ان شروط کی یہ ہے۔ کہ کلام کی سیاق کو دریافت کرے یعنی اسکی رویہ اور روش کو بخوبی سمجھے۔ اس واسطے بہت سی الفاظ حدیث اور قرآن کے ہیں۔ کہ اگر صرف اسی ایک جملے میں نظر کیجئے تو ایک معنی سمجھی جاتے ہیں۔ اور اگر سیاق اور سباق کی طرف لحاظ کیجئے تو مراد اس کلام کا اور سمجھی جاتی ہے۔ جیساکہ مشکوٰۃ کی باب تیمم میں ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے۔ کہ کہا جابر نے نکلے ہم لوگ کسی سفر میں پھر ہم لوگوں میں سے ایک مرد کا سر پتھر سے ٹوٹا۔ اور بعد اسکی اسکو احتلام ہوا۔ اب اس نے اپنی ہمراہیوں سے پوچھا کہ آیا تم جانتے ہو۔ کہ تیمم ہمارے واسطے درست ہی ہوگا انہوں نے کہا کہ تیری واسطے تیمم درست نہیں۔ اس واسطے کہ تیری پاس پانی موجود ہے اور خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا اگر تم پانی نہ پاؤ۔ تو تیمم کرو۔ الغرض لوگوں نے صرف اسی آیت پر نظر کرکے کہا کہ تیمم تجھکو درست نہیں تب لاچار ہو کر اس نے غسل کیا۔ پھر پانی اس کے زخم میں سرایت کر گیا۔ آخر وہ مر گیا۔ جابر رضی اللہ کہتی ہیں۔ کہ جب ہم سب حضرت علیہ السلام کی نزدیک پہنچی اور حضرت نے اس قصہ کو سنا۔ تو فرمایا قَتَلُوهُ قَتَلَهُمُ اللّٰهُ أَلَا سَأَلُوا إِذَا لَمْ يَعْلَمُوا فَإِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالُ یعنی فتویٰ دینی والی نے اس کو ہلاک کیا خدا تعالے اس کو مارے

چونکہ انہوں نے بے علم کے فتوی دیا اس واسطے حضرت نے ان کو بد دعا دی۔ اور فرمایا
اگر تم علم نہیں رکھتے تھے تو کس واسطے علماء سے نہیں پوچھا تھا۔ کہ نہیں ہے۔
دوا نادانی اور نارسائی کی۔ مگر سوال کرنا اور پوچھنا عالم سے خلاصہ اس قصہ کا یہ ہے
کہ ان لوگوں نے صرف اس آیت کو ملاحظہ کر کے حکم دیا۔ اور آیت کے آگے اور پیچھے کو نظر
نہ کیا۔ کہ اللہ تعالی پہلے اسکے کیا فرماتا ہے وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ۔ یعنی
اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو۔ اور پیچھے اسکے کیا فرماتا ہے مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ
حَرَجٍ یعنی خدا تعالی ارادہ نہیں کرتا ہے کہ کوئی حکم تم پر کرے۔ کہ اس میں تم پر سختی اور تنگی
ہو۔ پس کلام سابق اور لاحق سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ مراد اس آیت سے یعنی
فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً سے یہ ہے۔ کہ تم کو پانی کے استعمال کی قدرت نہ ہو۔ تو اس تقدیر پر
تیمم درست ہی تو معلوم ہوا۔ کہ اس شخص زخمی کی حق میں تیمم درست تھا۔ اور
اسی واسطے حضرت ناخوش ہوکر ان کو بد دعا دی نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خدا بچاوے ایسی نادانی سے کہ حضرت علیہ السلام
کی بد دعا میں پڑیں اس حدیث سے کئی فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا یہ کہ
بعضا کلام اللہ تعالی کا اگلی یا پچھلی بات سے علاقہ رکھتا ہے۔ کہ جب تک اس کو
نہ ملائے تو مراد اس کی نہیں سمجھی جاتی۔ دوسرا یہ کہ اگر کسی کو علم اور قدرت قرآن
کے مطلب سمجھنے کا نہ ہو اگرچہ لفظی معنی سمجھتا ہو بلکہ اگرچہ اہل زبان ہی ہو۔ لیکن پکے
ساتھ ہی اس کو قرآن سے اپنی سمجھ کے موافق مسئلہ دینا درست نہیں ہے تیسرا
یہ کہ جس کو قابلیت قرآن کی مراد سمجھنے کی نہ ہو تو وہ کسی عالم سے پوچھے۔ اور اپنی رائے
اور اپنی عقل ناقص کو قرآن میں دخل نہ دیوے چوتھا یہ ہی کہ اگر کوئی حکم کسی کو غلط مسئلہ
بتاوے۔ اور اسمیں کچھ گناہ ہو تو وہ گناہ مسئلہ بتانیوالی پر پڑتا ہے پانچواں یہ کہ جو کوئی ایسا

کریگا۔ تو وہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ناخوشی اور دعائی بد میں پڑیگا

اور ظاہر ہے۔ کہ جب وہ حضرت کی بد دعا میں پڑا تب عذاب الٰہی بہی متور

گرفتار ہوا نعوذ باللہ من غضب اللہ ومن سخط رسول اللہ صلعم اور مشکوٰۃ کی

کتاب العلم میں لکھا ہے اور یہ حدیث عمرو بن شعیب کی طویل ہے۔ جس قدر یہاں کار

ہے فَمَا عَلِمْتُمْ مِنْهُ فَقُولُوا وَمَا جَهِلْتُمْ فَكِلُوهُ إِلَىٰ عَالِمِهِ یعنی حضرت علیہ

السلام نے فرمایا ہے جو بات قرآن کی جانو تو کہو اور جو نہ جانو۔ اس کو اس کے

عالموں کی طرف سونپو۔ اور اسی کتاب میں ہے عن ابی ھریرۃ رض قال

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أُفْتِيَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَانَ إِثْمُهُ عَلَىٰ مَنْ أَفْتَاهُ

یعنی جو کوئی فتویٰ دیا جاوی۔ بدون علم کے۔ تو گناہ اس کا اس پر ہے۔ جس نے اسکو

فتویٰ دیا۔ اب خوب غور کی سمجھا جاوی کہ اصحاب حضرت کی اہل زبان تہی۔ قرآن اور

حدیث کو خوب سمجھتی تہی۔ کیونکہ انہیں کی زبان کے موافق قرآن اور حدیث وارد ہوا تہا

باوجود اس کے جو لوگ کہ علم اور فہم کامل رکہتی تہی۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو مسئلہ

نکالنی کو۔ اور فتویٰ دینی کو منع کیا۔ اور پیروی کرنی کسی عالم کی ارشاد کیا۔ پہر جو شخص کہ نحو

اور صرف نحو بلاغت کی قواعد سے بہی واقفیت رکہتا ہو۔ اور لغت عربی کو بخوبی جانتا

ہو۔ اور اصطلاحات و استعمالات پر بہی مطلع نہ ہو۔ اور دینی علوم کہ قرآن اور حدیث کو

سمجھنے کے واسطے ضرور ہیں۔ ان سے تو محض ہی ناواقف ہو۔ صرف ترجمہ قرآن اور

حدیث کا پڑھا ہو۔ تو ایسی کو فتویٰ دینا اور حدیث سے مسئلہ نکالنا بے شبہ

حرام ہے۔ اور جب کہ صحابی باوجود ہم زبان اور ہم صحبت ہونے کے حضرت علیہ السلام

کی بد دعا میں آ گئی۔ تو پہر ایسی لوگ کہ انکو زبان عربی میں بہی کچھ دخل نہ ہو۔ تو کیا

عجب ہی کہ حضرت کی لعنت میں پڑجاویں۔ نعوذ باللہ منہا۔ بلکہ ایسا شخص خود گمراہ ہو

میں پر کر گمراہ ہے ہیں۔ دوسروں کو بھی ڈالیگا جیسا کہ مشکوۃ کے کتاب العلم میں ہے

عن عبد اللہ بن عمرو رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لا

یقبض العلم انتزاعا ینتزعہ من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی

اذا لم یبق عالما اتخذ الناس رؤوسا جھالا فسئلوا فافتوا بغیر علم

فضلوا واضلوا خلاصہ ترجمہ اس مقام کا یہ ہے۔ کہ آخر زمانہ میں علما

نہیں رہینگے۔ اس وقت لوگ جاہلوں سے مسئلہ پوچھینگے تب وے جاہل بدون علم

کے فتوی دینگے۔ پھر وہ آپ گمراہ ہونگے۔ اور دوسروں کو بھی گمراہ کرینگے۔ نعوذ باللہ منہا پھر

جانو کہ قرآن کی بہت سی آیتیں ہیں کہ مراد انکی سمجھنی موقوف ہے اگلی یا پچھلی بات پر اور اکثر

ایسا ہی موقع ہوتا ہے۔ کہ راوی صرف ایک یا دو جملے حدیث کے نقل کرتا ہے اور کلام سابق

کو یا سخن لاحق کو چھوڑ دیتا ہے۔ یا اس سبب سے کہ باقی کو بھول گیا یا اس جہت سے کہ

کہ اس راوی نے اسیقدر سنا تھا۔ لیکن جب اس روایت کو دوسرے راویوں

کی روایت سے ملایا جاتا ہے تب معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کے ماقبل یا مابعد یہ جملہ

بھی ہے تو اگر کوئی صرف حدیث کی اسی ٹکڑے پر نظر کرے تو ایک مراد سمجھی

جاتی ہے۔ لیکن جب کلام سابق کو یا کلام لاحق کو لحاظ کیا جاوے تو ظاہر ہوتا ہے

کہ یہ مراد نہیں ہے بلکہ مراد اس کلام کی دوسری ہے جیسا کہ یہ حدیث مشہور

اکثر حدیث اور فقہ کی کتابوں میں ہے انما الاعمال بالنیات تو اس کلام کا ظاہر یہی

ہی سمجھا جاتا ہے کہ ہر عمل موقوف ہے نیت پر یعنی حکم دنیاوی اور حکم اخروی موقوف

ہے نیت پر اگر کسی عمل میں نیت پائی جاوے تو وہ عمل صحیح ہوتا ہے اور ثواب بھی

ملتا ہے اور اگر نیت پائی نہ جاوے تو عمل باطل ہے یعنی نصیحت اور نہ ثواب جیسا کہ امام

شافعی رح اس حدیث کی معنی یہی کہتے ہیں مثلاً اگر وضو میں نیت نکرے تو وضو

صحیح نہیں ہے۔ اور ثواب بھی نہیں ہے اور اس سے نماز بھی درست نہیں ہے
بلکہ دوسری بار وضو نیت کی ساتھ کرنا فرض ہی۔ اور امام اعظم رح اس حدیث کے
معنے یوں فرماتے ہیں کہ جزا اس عمل کی موقوف نیت پر ہی۔ یعنی حکم اخروی ہر عمل
کا موقوف نیت پر ہے یعنی اگر نیت ہو کہ یہ کام خدا کی رضا کے واسطے کرتی ہیں
تو انہیں ثواب ہے۔ اگر خدا کی خوشنودی کی نیت نہ ہو تو ثواب نہیں ہی مثلاً وضو
میں اگر فرمانبرداری خدا کی نیت ہو تو ثواب ہی اور اگر ایسا نہ ہو برابر ہے کہ اصلا نیت نہ ہو جیسا
کہ کوئی تالاب میں بے قصد گر پڑا اور وضو کی اعضا کا غسل اور مسح ہو گیا۔ یا نیت کسی اور امر
کے کیا ہو جیسا ٹھنڈا ہونا یا ماندگی کو رفع کرنا یا بدن کا میل دہونا یا غیر اس کا
اس میں ثواب نہیں لیکن وضو درست ہی۔ نماز اس وضو سے جائز ہے دوسری بار
وضو کرنیکی ضرورت نہیں ہے جیسا اس حدیث کو پچھلی کلام سے کہ بعد اس عبارت کی ہے
ملایا جاتا ہو تب صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو امام اعظم نے فرمایا ہے حق ہے
کیونکہ پیچھے اس کے یہ مضمون ہے۔ کہ ہر مرد کے واسطے وہ چیز ہے جو نیت کریگا
پھر جس نے ہجرت میں خدا اور رسول کی رضامندی کی نیت کی۔ تو اس کو وہی
ہے یعنی ثواب ہے اور جس نے ہجرت میں دنیا کی نیت کی تو اس کو وہی دنیا
ہے یعنی کچھ ثواب نہیں۔ جیسا کہ مشکوٰۃ کی پہلی حدیث میں ہے

عَنْ عُمَرَ الْخَطَّابِ رض قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا
الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِئٍ مَا نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ ہِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَاِلٰی رَسُوْلِہٖ
فَہِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَمَنْ کَانَتْ ہِجْرَتُہٗ اِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُہَا
اَوِ امْرَأَۃٍ یَتَزَوَّجُہَا فَہِجْرَتُہٗ اِلٰی مَا ہَاجَرَ اِلَیْہِ

متفق علیہ۔ ترجمہ اس کا موافق شیخ عبد الحق دہلوی کے

ی یہ ہے۔ کہ کوئی عمل بے نیت کی معتبر نہیں ہے ہر ایک مرد کو ثواب مگر جو کچھ کہ
نیت کیا ہو اس نے پہر جو شخص کہ ہجرت اسکی خدا اور رسول خدا کی طرف ہو یعنی جو اسو س
رسول کی رضامندی کی نیت ہو۔ تو پہر اسکی ہجرت خدا اور خدا ہی کی طرف ہے
یعنی ثواب بہت ہی اور جو شخص کہ ہجرت اسکی دنیا کی طرف ہو تاکہ وہ اسکو پاوے
یا کسی عورت کی طرف تاکہ اسکو نکاح کرے۔ تو پہر اسکی ہجرت اسی کی طرف ہے
جس کی طرف ہجرت کی یعنی کچھ ثواب نہیں۔ ترجمہ تمام ہوا پہر قرینہ سے اس کچھ
عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مراد اس حدیث انما الاعمال بالنیات سے
وہی ہے جو امام اعظم فرماتے ہیں۔ کیونکہ حضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ کہ جس کے
ہجرت للہ اور للرسول ہو۔ تو اس کو ثواب ہے اور اگر للہ اور للرسول نہ ہو تو ثواب نہیں
پہر اگر حدیث انما الاعمال بالنیات کے معنی یہ ہوتے۔ کہ کوئی عمل بے نیت کی
صحیح نہیں۔ تو آپ یوں فرماتے کہ من کان ہجرتہ الی الدنیا فبطلت
او قال یعلج ثانیا یعنی جس نے ہجرت کی دنیا کی واسطے تو باطل ہوئی ہجرت اسکی
یا یوں فرماتے۔ کہ دوسری بار ہجرت کرے۔ اسواسطے کہ ہجرت اسوقت میں فرض تہی
اور منجملہ اس کے یہ ہے کہ مورد یعنی محل حدیث کا جانی۔ کیونکہ سبب حکم بلحاظ محل کے تلف
ہو جاتی ہیں پہر بعضی حدیث محل خاص میں وارد ہے حالانکہ حدیث کی عبارتیں
اس محل خاص کا کچھ بیان نہیں ہوتا۔ تو اس صورت میں اس حدیث کی مراد سمجھنے کی
واسطے اس کے مورد کا جاننا ضرور ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے عن ابی سعید
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ یعنی
نہیں واجب غسل مگر منی نکلنے سے اب ظاہر اس حدیث سے یہی سمجھا جاتا
ہے۔ کہ اگر دخول پایا جاوے۔ اور انزال نہ ہو۔ تو غسل واجب نہیں جیسا کہ

کہ بعض آدمیوں نے صرف اس حدیث کے ظاہر کی طرف نظر کر کے یہی سمجھا تھا لیکن حقیقت میں مورد اس حدیث کا احتلام ہے۔ یعنی اگر کوئی خواب میں اپنے جماع کو دیکھے۔ تو غسل اس پر واجب نہیں ہوتا جب تک کے انزال نہ پایا جاوے بخلاف جماع حقیقی کے کہ اگر آلت کا سر بھی داخل ہو تو غسل واجب ہے اگرچہ انزال نہ ہو جیسا کہ مشکوٰۃ کی باب الغسل میں ہے۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّمَا الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ فِي الْاِحْتِلَامِ یعنی یہ حکم کہ بغیر انزال کے غسل واجب نہیں۔ اگرچہ مطابق ہے۔ لیکن احتلام کی صورت میں وارد اور بعضے محدثوں نے جو محل اس حدیث کا معلوم نہیں کیا ہے۔ تو کہا ہے کہ یہ حکم یعنی جماع بغیر انزال کے غسل واجب ہوتا ابتدائے اسلام میں تھا۔ پھر منسوخ ہوا۔ اور منجملہ اسکی جاننا اس بات کو کہ راوی اس حدیث کا ابتدا ہی اس قصہ کی حضرت کی حضور میں حاضر تھا۔ یا درمیان میں آیا۔ یا آخر میں کیونکہ بسبب اختلاف راویوں کے احادیث کی روایت میں بڑا اختلاف ہوتا ہے۔ تو جو راوی ابتدا سے انتہا تک حاضر ہوگا اس کی روایت پر اعتماد ہوگا۔ اور اسکی حدیث سے مراد اور حکم شرعی معلوم ہوگا۔ اور جو راوی ابتدا سے انتہا تک حاضر نہ ہو تو اسکی روایت میں اکثر خلل اور نقصان ہوگا۔ اور حضرت کی مراد ایسی حدیث سے سمجھی نہیں جاویگی۔ جیسا کہ تیسیر الوصول کے فروع تلبیہ میں ہے عن ابن جبیرؓ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ عَجِبْتُ لِاخْتِلَافِ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي اِهْلَالِهٖ حِيْنَ اَوْجَبَ فَقَالَ اَوْجَبَ فَقَالَ اِنِّي لَاَعْلَمُ النَّاسِ بِذٰلِكَ اِنَّهَا اِنَّمَا كَانَتْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّةً وَاحِدَةً فَمِنْ هُنَالِكَ اخْتَلَفُوْا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجًّا فَلَمَّا صَلّٰى فِي الْمَسْجِدِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْهِ اَوْجَبَ فِي مَجْلِسِهٖ فَاَهَلَّ

بالحج حین فرغ من رکعتیه فسمع ذلك منه اقوام فحفظته عنه ثم
رکب فلما استقلت به ناقته اهل وادرك ذلك منه اقوام وذلك
ان الناس انما کانوا یأتون ارسالا فسمعوه حین استقلت به ناقته
یهل فقالوا انما اهل حین استقلت به ناقته ثم مضى فلما علا
شرف البیداء اهل وادرك ذلك منه اقوام فقالوا انما اهل حین علا
شرف البیداء وایم الله لقد اوجب فی مصلاه واهل حین استقلت به ناقته
واهل حین علا علی شرف البیداء اخرجه ابوداود خلاصہ ترجمہ اس کا یہ ہی کہ ابن جبیر رض
سے روایت ہی کہ انہوں نے کہا ابن عباس رض کو کہ تعجب ہوتا ہیں اصحاب کے اختلاف سے
کہ حضرت نے کس وقت تلبیہ کو شروع کیا تب ابن عباس نے فرمایا کہ میں سب لوگوں سے
اس امر میں خوب واقف ہوں حضرت نے ایکبار حج کیا تھا یعنی حج متعدد نہ تھا کہ ہر ایک
ایک ایک طور سے کیا ہو اور ہر ایک اصحابی ایک ایک حال کو دیکھ کر حکایت کرتے
ہوں بلکہ سبب اختلاف کا یہ ہے کہ نکلے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حج کے
ارادے سے پہر جب مسجد میں ذوالحلیفہ کی پہنچے تو دو رکعت نماز پڑہی تھی کے بعد
پہلا تلبیہ کیا. پہر سنا. اس کو لوگوں نے اور اس کو اپنی طرح یاد رکہا. اور روایت
کیا. پہر اس کے بعد آپ سوار ہوئے. اور جب اونٹ نے حضرت کو اٹھایا تب تلبیہ فرمایا
اور اسکو دوسری لوگوں نے سنا. اور ویسی ہی یاد رکہا اور ویسی ہی اسکو نقل کیا. اسکی بعد
جب حضرت بلندی پر چڑہے بھی تلبیہ کیا. اور اسکو تیسری قوم نے سنا سو اسی کو یاد رکہا اور حکایت
کیا اور یہ اس واسطے تہا کہ لوگ حضرت کی پاس جماعت متفرق آتی تہی جیسا جس نے
جس وقت سنا. ویسا ہی نقل کیا. تمام ہوا. خلاصہ اس کا یہ ہے جو شخص ابتدا سے حضرت
کی ساتہ رہتا جیسے ابن عباس رض وہی حقیقت حال پر مطلع رہیں.

اور روایتا اسکی ٹھیک ہی۔ اور منجملہ اس کے یہ ہی۔ کہ اگر کوئی حدیث جواب میں کسی سوال کے واقع ہو۔ تو ضرور ہی۔ کہ سائل کے لفظوں میں تامل کیا جاوی۔ اسواسطی کہ جواب موافق سوال کے ہوتا ہی۔ پہر بعضی حدیث ایسی ہے۔ کہ اگر صرف اس حدیث کے تئیں نظر کیجاوی۔ تو ایک مطلب سمجھا جاتا ہی اور اگر سوال کو لحاظ کیا جاوی۔ تو دوسری مراد معلوم ہوتی ہی جیسا کہ تیسیر الوصول کے باب حج النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں لکھا ہے

أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَفَضْتُ قَبْلَ اَنْ اَحْلِقَ فَقَالَ اِحْلِقْ وَلَا حَرَجَ فَجَاءَهُ آخَرُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ذَبَحْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِيَ قَالَ اِرْمِ وَلَا حَرَجَ

الحدیث خلاصہ اس کا یہ ہی۔ کہ آیا حضرت کی پاس ایک مرد موسم حج میں پہر کہا اسنے یا رسول اللہ افاضہ کیا میں نے سر منڈانی کی پہلے فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سر منڈا اور کچھ حرج نہیں۔ پہر دوسرا مرد حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پاس آیا۔ اور کہا یا رسول اللہ ذبح کیا میں نے رمی کی پہلی۔ فرمایا رمی کر اور کچھ حرج نہیں اب ظاہر سی اس حدیث کی معلوم ہوتا ہے۔ کہ حج کے افعال کو بی ترتیب یعنی مقدم کو موخر موخر کو مقدم کرلیں کچھ گناہ اور فدیہ نہیں ہوتا ہے۔ خواہ قصداً ہو خواہ بہول کر خواہ نادانستگی سی ہو جیسا کہ بعض لوگ ایسا ہی سمجھتی ہیں۔ لیکن سائل کے لفظ کی طرف اگر نظر کیجاوی۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ حکم صرف بہول سی اور نادانستگی کی حالت میں ہی اور بالقصد کی تقدیر میں نہیں جیسا کہ سواسی لفظ میں ہی کہ صحیح المسلم میں لکھا ہے روایت سی ابن عمر بن العاص کی

وَقَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ فَطَفِقَ نَاسٌ يَسْأَلُونَهُ فَقَالَ الْقَائِلُ مِنْهُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِنِّيْ لَمْ اَكُنْ اَشْعُرُ اَنَّ الرَّمْيَ قَبْلَ النَّحْرِ فَنَحَرْتُ قَبْلَ الرَّمْيِ فَقَالَ اِرْمِ وَلَا حَرَجَ قَالَ فَمَا سَمِعْتُهُ يُسْأَلُ يَوْمَئِذٍ

عَنْ اَمْرٍ مِمَّا يَنْسَى الْمَرْءُ اَوْ يَجْهَلُ مِنْ تَقْدِيْمِ بَعْضِ الْاَمْرِ قَبْلَ بَعْضٍ وَّ اَشْبَاهِهَا لَا
قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ قَالَ اِفْعَلُوْا ذٰلِكَ وَلَا حَرَجَ الحدیث خلاصہ یہ کہ لوگ سوال
کرتے تھے رسول خدا صلعم سے سو پوچھا ایک نے یا رسول اللہ کہ مجھ خبر نہ تھی کہ رمی پہلی ذبح کے
ہے سو میں نے ذبح کیا پہلی رمی کی پھر حضرت نے فرمایا رمی کرو اور کچھ حرج نہیں جب کوئی
حضرت سے سوال کیا تھا۔ کہ کسی مردنے بھول کر کسی انجان ہو کر کوئی کام کیا۔ یعنی پہلے کو پیچھے
اور پیچھے کو پہلے تب حضرت فرماتے تھے کہ کرو۔ اور کچھ حرج نہیں اور منجملہ اس کے یہ ہے
کہ سمجھے کہ یہ حکم علی الاطلاق ہے۔ یا حکایت کسی حال کی۔ کیونکہ راوی کبھی سمجھتا ہے
کہ یہ حکم ہر حال میں ہے اور ویسی ہی روایت کرتا ہے۔ باوجود اس بات
کے کہ واقع میں حضرت نے بطور قضیے کے کسی کا حال فرمایا ہے۔ اور ظاہر الفاظ
سے حدیث کی یہ نہیں معلوم ہوتا ہے پھر جو عبارت حدیث پر نظر کریگا۔ تو بڑی
غلطی میں پڑیگا۔ جبتک کہ قصہ اس حدیث کا نہ جانے اور قصہ حدیثوں کا تتمہ حدیثوں میں
اکثر موجود نہیں ہوتا۔ بلکہ کتب سیر اور شروح حدیث اور فقہ میں مرقوم ہوتا ہے جیسا کہ مشکوٰۃ
کی باب البکاء علی المیت میں دو حدیث ہیں کہ ان دونوں کی ذکر کرتے ہیں بہت
طول ہوتا ہے۔ اس واسطے صرف مثال کیلئے خلاصہ ان دونوں حدیثوں کا مختصر
کر کے لکھا گیا۔ جب عایشہ کی نزدیک ذکر کیا گیا۔ کہ عبد اللہ بن عمر رض کہتے ہیں اِنَّ
الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ عَلَيْهِ یعنی مردہ عذاب کیا جاتا ہے بسبب رونے زندہ کے
اس پر عایشہ رضہ نے فرمایا۔ کہ خدا مغفرت کرے عبد اللہ کی خبردار ہو۔ کہ عبد اللہ نے قصداً
جھوٹ نہیں کہا۔ لیکن بھول گیا جو حضرت سے سنا یا خطا اسکی سمجھ میں واقع ہوئی سو
تفصیل یہ ہے کہ ایکبار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گزرے۔ ایک یہودیہ کی قبر کی سامنے کہ
اس پر کوئی روتا تھا۔ تب حضرت نے فرمایا۔ کہ یہ لوگ اس پر روتے ہیں اور حال اسکا یہ ہے

کی جاتی ہے اپنی قبر میں اور ایک روایت میں اس قدر زیادہ ہے کہ حضرت عائشہ نے
فرمایا کہ کافی ہے تم کو قرآن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰی یعنی
کوئی نفس اٹھاویگا دوسری کی بوجھ کو یعنی ایک کا گناہ دوسری پر نہ پڑیگا سو رونا
اور نوحہ کرنا یہ گناہ زندہ کا ہے مردی پر کیوں پڑیگا۔ اور منجملہ اسکی یہ ہے کہ تمام
آیات احکامی قرآن کی اسکی معنی اور تاویل کے ساتھ خوب معلوم اور یاد ہو کیونکہ
بہت سی حدیثیں ظاہر میں آیت قرآن کی خلاف ہیں تو اس پر عمل جائز نہیں مگر جب
معلوم ہو کہ وہ حدیث متواتر ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ پہلی آیت اسکی ناسخ ہوتی
ہے یا قرائن سے اور علامات اور تاویلات سے تطبیق ان دونوں کے درمیان ہو سکی
یا اس حدیث کی ترجیح اور قوت دوسری کسی طور سے تحقیق اور ثابت ہو تو
البتہ ایسی حدیث پر عمل ہوگا۔ لیکن اس بات کی تحقیق کے واسطے بہت علم درکار
ہے کہ اس مقام میں گنجائش اس کی نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ توضیح کے
فصل النسخ میں اور تفسیر احمدی کے خطبے میں لکھا ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم
یَکْثُرُ لَکُمُ الْاَحَادِیْثُ مِنْ بَعْدِیْ فَاِذَا رُوِیَ لَکُمُ الْحَدِیْثُ فَاعْرِضُوْہُ عَلٰی
کِتَابِ اللّٰہِ فَاِنْ وَافَقَہٗ فَاقْبَلُوْہُ وَاِنْ خَالَفَہٗ فَرُدُّوْہُ یعنی بہت حدیثیں روایت
کیجاویںگی تمہاری واسطے ہماری انتقال کی بعد سو جب روایت کیجاوی تمہاری
واسطے کوئی حدیث تو پیش کرو اسکو کلام اللہ پر پھر اگر اسکو موافق قرآن مجید کے پاؤ
تو قبول کرو اور مخالف پاؤ تو رد کرو یہ حدیث اصول کی کتابوں میں منقول اور
بعضی حدیث کی کتابوں میں مروی ہے اور بعضی محدثوں کی نزدیک یہ حدیث ثابت
نہیں لیکن مضمون اس حدیث کا دوسری مقاموں سے بھی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ
نور الانوار کی کتب سنت میں ہے رَوَتْ فَاطِمَۃُ بِنْتُ قَیْسٍ اَنَّ زَوْجَہَا طَلَّقَہَا ثَلٰثًا

وَلَمْ یَعْرِضْ لَہَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُکْنیٰ وَّلَا نَفَقَۃً فَقَالَہٗ
عُمَرُ رض وَقَالَ لَا نَدَعُ کِتَابَ رَبِّنَا وَسُنَّۃَ نَبِیِّنَا بِقَوْلِ امْرَءَۃٍ اَصَدَقَتْ
اَمْ کَذَبَتْ اَمْ حَفِظَتْ اَمْ نَسِیَتْ یعنی روایت کی فاطمہ بنت قیس نے کہ اسکی
شوہر نے اسکو تین طلاق دی اور رسول خدا صلعم نے اسکی حدیث کی نفقہ وغیرہ کی
حکم نہیں فرمایا تہا پہر عمر رض نے اسکی روایت کو رد کیا اور کہا نچہوڑینگے ہم کتاب
پروردگار کو اور نہ سنت رسول خدا کو روایت سے ایک عورت کی کہ نہیں معلوم
کرتی ہیں ہم سچ کہا اس نے یا جہوٹ اور یاد رکہا ہے اس نے یا بہول گئی اور منجملہ اسکی
یہ ہی کہ احکام اجماعیہ سی بہی واقف ہوا سواسطے کہ احکام شرع کی دلیل صرف قرآن اور
حدیث ہی نہیں بلکہ اجماع بہی حجت ہی جیسا کہ مشکوٰۃ کی کتاب العلم میں ہے وعن عبداللہ
ابن عمرو رض قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم العلم ثلاثۃ اٰیۃ محکمۃ او
سنۃ قائمۃ او فریضۃ عادلۃ یعنی اصول شریعت کا تین ہی پہلا آیہ محکم یعنی کتاب اللہ کہ
جس سے حکم ظاہر ہو. دوسرا سنت قائمہ یعنی حدیث کہ سند قائمہ سے ثابت ہی
تیسرا فریضہ عادلہ یعنی جو دلیل کہ برابر ہی قرآن اور حدیث کی تو پہر تینوں واجب العمل
ہیں اور یہ ارشاد ہی اجماع کا اور قیاس کی طرف اور بعضی حدیث کی ظاہر معنی بالاجماع
متروک ہیں. یعنی بالاجماع سب علما کی ثابت ہوا کہ اس حدیث کے ظاہر معنی برادہ
نہیں بلکہ تاویل اس کی دوسری ہے. پہر صورت میں اس حدیث کی ظاہر معنی پر
عمل کرنا خلاف اجماع ہوتا ہے اور اجماع کا خلاف کرنا حرام ہے. اور باطل تر اور اجماع کو حق
نہ جاننا کفر اور ضلالت ہی جیسا کفایہ شرح کی کتاب الصوم میں ہے. وَالْحَدِیْثُ الْوَارِدُ
فِیْ بَیَانِ اَنَّ النَّبِیَّ عم قَالَ اَلْغِیْبَۃُ تُفْطِرُ الصِّیَامَ وَھُوَ مَا قَالَ بِالْاِجْمَاعِ وَ
الْفَتْوٰی بِخِلَافِ الْاِجْمَاعِ غَیْرُ مُعْتَبَرٍ یعنی قول پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کا

کہ غیبت روزہ کو توڑتی نہیں بالاجماع ماول ہے اور تاویل اس کی یہ ہے کہ غیبت سے روزہ کی فضیلت جاتی رہتی ہے۔ فتوے دینا خلاف اجماع کی باطل ہے اور اسی واسطے اگر کسی روزہ دار نے کسی کی غیبت کی پھر اس نے اس حدیث کی ظاہر معنی کو اعتبار کرکی سمجھا کہ روزہ اس کا ٹوٹا پھر اس نے قصداً کھانا کھالیا۔ تو اس صورت میں قضا اور کفارہ دونوں اس پر واجب ہیں اور حدیث میں پانی کا عذر اسکی حق مقبول نہیں ہے۔ کیونکہ بالاجماع اس حدیث کی ظاہر معنی مراد نہیں جیسا کہ کفایہ کی اسی مقام میں ہے فَظَنَّ اَنَّ الْغِیْبَۃَ فَطَّرَتْہُ فَاَکَلَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَعَلَیْہِ الْقَضَاءُ وَالْکَفَّارَۃُ وَاِنْ اعْتَمَدَ حَدِیْثًا اَوْ فَتْوٰی لِاَنَّ ھٰذَا الظَّنَّ وَالْفَتْوٰی فِیْ غَیْرِ مَوْضِعِہٖ یعنی کسی روزہ دار نے کسی کی غیبت کی پھر گمان کیا کہ اس غیبت نے اس کے روزہ کو توڑا پھر سمجھ کر کھانا کھایا۔ تو اس صورت میں قضا اور کفارہ دونوں اس پر واجب ہیں خواہ کسی حدیث پر اعتماد کرکے روزہ ٹوٹا ہو یا کسی عالم کا فتوی پاکر کھایا ہو اسواسطے کہ یہ گمان اور فتوی بیمحل ہے۔ تو اب معلوم ہوا کہ جو کوئی مسائل اجماعیہ سے واقف نہ ہو اور وہ حدیث کہ بالاجماع ماول ہے اسکی ظاہر پر عمل کریگا۔ تو حرام اور سخت گناہ اور خرابی میں پڑیگا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بعضے حدیث کی معنی کا احتمال رکھی تو ایک معنی کو ترجیح دیوی دوسری اور منجملہ اسکی یہ ہے کہ جو حدیث دو معنی کا احتمال رکھی تو ایک معنی کو ترجیح دیوی دوسری دلیلوں سے اسواسطے کہ بہت ایسی حدیث ہوتی ہی کہ ظاہر عبارت سے اسکی دو معنی متخالف سمجھی جاتی ہیں تو جب تک اس حدیث کو قرآن سے یا دوسری حدیثوں سے تطبیق نہ دیویں تو ہرگز مراد اس حدیث کی نہیں سمجھی جاتی ہے۔ تو جو کوئی صرف ایک حدیث کی طرف لحاظ کریگا۔ تو سخت خبط اور اضطراب میں پڑے گا۔ جیسا کہ حدیث ہے مشکوۃ کے باب القراۃ فی

الصلوٰۃ میں لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَءْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ اس عبارت کے دو معنے ہو سکتے ہیں ایک معنی تو یہ ہیں کہ نہیں جائز ہے نماز اس شخص کی جو نہیں پڑھتا ہے سورہ فاتحہ کو اور اس طور کی عبارت اور معنے دوسری حدیث میں بھی آئے ہیں جیسا کہ لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَا وُضُوْءَ لَہٗ یعنی نہیں جائز نماز اس شخص کی جس کو وضو نہیں ہے جیسا کہ امام شافعی اس کے معنے یہی کہتے ہیں۔ اور دوسرے معنے یہ ہیں کہ نہیں ہے فضیلت اور کمال نماز میں اس شخص کی کہ نہیں پڑھتا ہے وہ سورہ فاتحہ کو اور اسی طرح کی عبارت اور معنے دوسری حدیث میں بھی آئے ہیں جیسا کہ لَا صَلٰوۃَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّا فِی الْمَسْجِدِ یعنی نہیں کامل ہے نماز مسجد کے ہمسایہ کی مگر مسجد میں اور اسی طور پر دوسری حدیث ہے لَا صَلٰوۃَ بِحَضْرَۃِ الطَّعَامِ یعنی نماز کامل نہیں ہے جس وقت کہ کھانا سامنے ہو اور دل بھی راغب ہو پس جبکہ اس حدیث نے دو معنے کا احتمال رکھا۔ اور کچھ قرینہ حدیث کی عبارت میں کسی معنی کی ترجیح کا نہیں ہے۔ تب ضرور پڑا کہ اس حدیث کو قرآن اور دوسری حدیثوں سے ملایا جاوے۔ تو بعد ملانے کے ظاہر ہوا کہ مراد اس حدیث سے یہی ہے نہیں کمال ہے نماز کا بدوں سورہ فاتحہ کے یعنی بی سورہ فاتحہ کی نماز ادا ہوتی ہے لیکن کامل نہیں بلکہ ناقص اور یہی ہے مذہب ابو حنیفہ کا موافق اس آیت شریف کے فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ یعنی جس قدر تم کو آسان ہو قرآن سے اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ کوئی سورہ معین نہیں۔ اور ایسی ہی حدیث مشکوٰۃ میں ہے۔ کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی کو نماز تعلیم کرنے کے وقت فرمایا ہے فَاقْرَءْ مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ اور دوسری حدیث تیسیر الوصول کی کتاب التفسیر میں ہے ثَلٰثُ اٰیَاتٍ یَقْرَءُ بِهِنَّ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلٰوتِہٖ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ ثَلٰثِ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ

یعنی تین آیتیں کہ جو پڑھے تم میں سے کوئی اس کو نماز میں اپنی تو بہتر ہے اس کے حق میں تین اونٹنی حاملہ ہونے سے. تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تین آیہ جس سورہ سے ہو نماز میں پڑھنی کافی ہے. اور جاننا چاہئے. کہ یہ حکم امام اور منفرد کے حق میں ہے اور مقتدی کو قرائت حرام ہے. الغرض اس حدیث کے پہلے معنوں پر عمل کیا جاوے تو قرآن اور دوسری حدیثوں سے تطبیق ہوتی ہے اور اگر پہلے معنوں پر عمل کیا جاوے تو قرآن اور دوسری حدیثوں کی خلاف ہوتا ہے. خلاصہ یہ ہے. کہ جب تک اس حدیث کو قرآن اور دوسری حدیثوں سے ملایا نہ جاوے تو مراد ہرگز اس حدیث کی سمجھی نہیں جاتی ہے اور منجملہ اس کے معلوم کرنا وجہ ترجیح کو یعنی اگر دو حدیث آپس میں متعارض ہوں تو دریافت کرنا کہ غالب کون ہے. اور عمل کرنا کس پر صحیح ہے اور ترجیح بہت سببوں سے ہوتی ہے. ہر ایک کی تفصیل اور ہر ایک کا بیان بہت دراز ہے. یہاں نمونہ کے واسطے چند چیزیں مذکور ہوتی ہیں. کہ کبھی ترجیح بعضی حدیث کو بسبب موافقت کلام اللہ کی ہوتی ہے. یعنی دو حدیث میں اختلاف ہو. تو قرآن جس حدیث سے موافق ہو وہ راجح ہے اور کبھی واسطے توافق حدیث متواتر یا مشہور کی اور کبھی اس جہت سے کہ ایک حدیث بعض وقت میں وارد ہے اور دوسری اکثر احوال میں اور کبھی اس جہت سے کہ ایک حدیث کی راوی فقیہ اور مجتہد تھے. یا وہ جو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے بیشتر حاضر رہتے تھے. تو ان کی روایت دوسروں کی نسبت غالب ہے. اور کبھی بجہت تقدم اور تاخر کے یعنی حدیث موخر راجح ہے. کیونکہ موخر ناسخ مقدم کی ہے. جیسا کہ مسئلہ آمین کہنے کا بعد سورہ فاتحہ کے کہ اس کے اخفا میں بھی حدیث وارد ہے اور جہر میں بھی مروی ہے. پھر یہ حدیث اخفا کی اتنی وجہ سے غالب ہے. اول یہ کہ حدیث جہر کی بعض وقت میں وارد تھی

١٢٧

یعنی امت کو تعلیم کیلئے تو لوگ جانتے ہیں کہ فاتحہ کے بعد آمین کہنا چاہئے۔ جیسا کہ
مروی ہے کہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں کبھی آواز بلند کر کی قرأة
فرماتے تھے۔ تاکہ لوگ قرأت کی مقدار کو معلوم کرلیں یعنی کس قدر ہر رکعت میں کس قدر قرآن
پڑھنا چاہئے جیسا کہ تیسیر الوصول کے فصل الصلواة الظہر یا عصر میں ہے عن ابی قتادة
اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَءُ فِي الظُّهْرِ فِي الْاُوْلَيَيْنِ بِاُمِّ الْكِتَابِ
وَسُوْرَتَيْنِ وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُخْرَيَيْنِ بِاُمِّ الْكِتَابِ وَيُسْمِعُنَا الْاٰيَةَ اَحْيَانًا وَعَنِ
الْبَرَاءِ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ
فَنَسْمَعُ مِنْهُ الْاٰيَةَ بَعْدَ الْاٰيَةِ مِنْ لُقْمَانَ وَالذَّارِيَاتِ اور بخلاف حدیث اخفا کی
کہ وہ مطلق احوال اور اکثر اوقات میں تھی۔ تو اس واسطے حدیث اخفا کی غالب ہے
جیسا کہ ملا علی قاری محدث نے شرح مختصر وقایہ میں لکھا ہے۔ اَنَّ الْجَهْرَ بِهَا فِيْ بَعْضِ
الْاَحْيَانِ لِلتَّعْلِيْمِ فِعْلًا كَمَا وَرَدَ وَكَانَ يُسْمِعُنَا الْاٰيَةَ اَحْيَانًا لَيْكُوْنَ سُنَّةً
مُسْتَمِرَّةً وَاِلَّا لَمَا تَرَكَ عُمَرُ وَعَلِيٌّ وَابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اور کافی میں ہے
وَالْجَهْرُ الْمَرْوِيُّ عَلٰى اَنَّهٗ كَانَ اِتِّفَاقًا لَا قَصْدًا اَوْ كَانَ لِلتَّعْلِيْمِ النَّاسَ
اَنَّ الْاِمَامَ يُؤَمِّنُ كَمَا يُؤَمِّنُ الْقَوْمُ دوسری وجہ یہ ہے کہ اخفا کی راوی عمر بن الخطاب
اور علی ابن ابی طالب اور عبد اللہ ابن مسعود رض اور ان کی مانند ہیں جیسا کہ لمعاة التنقیح
اور شرح سفر السعادت میں ہے۔ اور یہ راوی بہ نسبت جہر کے بڑی فاضل ہیں اور قاعدہ ہے
کہ جس حدیث کا راوی بڑا فقیہ اور فاضل ہو۔ تو دوسری حدیث پر جس کا راوی ویسا نہ
ہو غالب ہے۔ جیسا کہ اصول کی کتابوں میں ہے۔ اور یہاں رفع یدین کے
مسئلہ میں مذکور ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ خصوصاً رعایت اور مذاہب عمر رضی اللہ عنہ
کا کہ حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے امت کو فرمایا ہے کہ ہمارے

بعد پیروی کر ابوبکر اور عمر کی جیسا کہ مشکوٰۃ کے باب العلم المناقب میں ہے عن ابن
مسعود رض اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ
وَّعُمَرَ اور حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے علی رض کے شان میں فرمایا ہے
کہ میں گھر ہوں علم کا اور علی دروازہ ہے اس کا جیسا کہ مشکوٰۃ کے باب المناقب علے
میں ہے اَنَا دَارُ الْحِکْمَۃِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا اور علی الخصوص عبد اللہ بن مسعود رض کو حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے۔ امت کو کہ دین کے امر میں جو عبد اللہ بن مسعود تم کو کہے۔ اس کو سچ جانو۔
جیسا کہ مشکوٰۃ کے اسی باب میں ہے وَمَا حَدَّثَکُمْ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَصَدِّقُوْہُ پھر جیسا
راوی اخفائی آمین کی عمر بن الخطاب اور علی ابن ابی طالب اور عبد اللہ بن
مسعود ٹھیرے اور یہ تینوں صحابی جلیل القدر عظیم الشان ہیں۔ اور عمل
بھی ان کا یہی تھا۔ تو بے شک اخفا راجح ہے۔ اور پیروی اس کی واجب
اور تیسری وجہ یہ ہے۔ کہ آیت قرآن کی حدیث اخفا کے موافق ہے اس واسطے
کہ قرآن میں آیا ہے اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَۃً اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ
دعا کرو تم خدا تعالے سے عاجزی اور پوشیدگی سے۔ بیشک خدا دوست نہیں
رکھتا ہے حد سے گزرنیوالے کو یعنی جسنے دعا میں عاجزی اور اخفا کو حد کیا۔ تو جو
عاجزی اور اخفا نہ کرے اس پر رحم نہیں رکھتا ہے اور اللہ تعالے نے فرمایا ہے اُذْکُرْ
رَبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَۃً وَّدُوْنَ الْجَھْرِ مِنَ الْقَوْلِ یاد کرو اپنے پروردگار
کو اپنے دل میں عاجزی اور ڈر سے بلند آواز کرکے نہیں۔ اور تیسیر الوصول
کے باب التفسیر میں ہے قَالَ الصَّحَابَۃُ اَقَرِیْبٌ رَبُّنَا فَنُنَاجِیْہِ اَمْ بَعِیْدٌ فَنُنَادِیْہِ
فَنَزَلَتْ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ پوچھا اصحاب نے
پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کہ پروردگار ہمارا نزدیک ہے۔ تو چپکے دعا کریں یا دور ہے

تو شور سے پکاریں تب نازل ہوئی یہ آیت جب پوچھیں تجھسے میرے بندے میرا حال کہ
تو کہہ کہ بے شبہ میں نزدیک ہوں۔ پھر ان تین آیتوں سے معلوم ہوا۔ کہ ہر دعا میں
اخفا واجب ہے مگر جس دعا میں جہر کرنا اس کا دلیل یقینی اور اجماع سے اور بے اختلاف
کے ثابت ہو تو البتہ وہاں جہر جائز ہے جیسا کہ حج کے تلبیہ وغیرہ میں اور چونکہ لفظ آمین
کا بھی دعا ہے کیونکہ معنی اس کے ہیں قبول کر اور جہر اس کا دلیل یقینی سے اور اجماع سے
ہرگز ثابت نہ ہوا۔ بلکہ حدیث میں تعارض واقع ہوا۔ تو حدیث اخفا کی جو کلام اللہ کے
موافق ہے راجح ہوئی۔ جیسا کہ نہایہ میں ہے وَاحْتَجَّ اَصْحَابُنَا بِاَنَّ التَّامِيْنَ
دُعَاءٌ فَاِنَّ مَعْنَاهُ اَللّٰهُمَّ اَجِبْ وَالسَّبِيْلُ فِي الْاَدْعِيَةِ الْمُخَافَتَةُ عَلٰى مَا قَالَ
اللّٰهُ تَعَالٰى اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ اور
عنایہ اور کافی میں بھی یہی ہے۔ لیکن عبارت میں کچھ اختلاف ہے طوالت کی خوف سے
نہیں لکھا گیا اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ حدیث جہر کی جو وائل بن حجر سے مروی ہے
ضعیف ہی جیسا کہ یحییٰ بن معین نے کہ سردار ہی محدثین کا اور شیخ اور استاد ہیں
امام محمد بخاری کے جن کا حال تیسیر الوصول کے خطبے میں لکھا ہے ضعیف کہا۔ اور اس
وجہ کو امام زیلعی نے تبیین الحقائق میں لکھا ہے قَالَ الشَّافِعِيُّ يَجْهَرُ بِهَا عِنْدَ الْجَهْرِ
بِالْقِرَاءَةِ لِحَدِيْثِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ
اٰمِيْنَ وَمَدَّ بِهَا صَوْتَهُ وَمَا رَوَاهُ ضَعَّفَهُ يَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ فَلَا يُعَارِضُ
حُجَّةً اور محقق ابن الہمام صاحب فتح القدیر نے اس حدیث کو معلول کہا ہے چنانچہ
اس بات کو شیخ عبد الحق دہلوی نے لمعات التنقیح میں اور شرح سفر السعادت میں
نقل کیا ہے اور پانچویں وجہ یہ ہے۔ کہ جو آمین کا مقدم اور اخفا اس کا مؤخر ہے یعنی حدیث
اخفا راجح ہے حدیث جہر پر اس واسطے کہ جہر منسوخ ہے جیسا کہ کفایہ اور وقایہ اور بنایہ

میں ہے قال عبد اللہ بن مسعود رضہ ترك الناس الجهر بالتامين وما تركوا
الا بعلمهم بالنسخ فرمایا ہے عبد اللہ بن مسعود رضہ نے کہ لوگوں نے آمین شور سے کہنا چھوڑ
دیا ہے اور نہ چھوڑا اسے مگر جب یقین حاصل ہوا ان سب کو ان سب کی منسوخیت
کا اور جیسا کہ مسئلہ رفع یدین کا کہ عدم رفع اور رفع دونوں میں حدیث وارد ہے لیکن عدم
رفع کی حدیث کو بہت وجہ سے غلبہ ہے۔ وجہ اول یہ ہے کہ حدیث عدم رفع کی راوی زیادہ
معتمد اور معتبر بڑے فقیہ اور بڑے فاضل ہیں جیسا کہ عبد اللہ بن مسعود رضہ کہ حضرت صلعم
کے سفر اور حضر میں ملازم رہتے تھے۔ اور حضرت صلعم کی احوال پر کمال مطلع تھے اور اسواسطے حضرت صلعم
نے فرمایا ہے کہ دین کے امر میں جو عبد اللہ بن مسعود کہے اس کی پیروی کرو۔ اور اصحاب
عشرہ مبشرہ یعنی دس صحابی جن کو پیغمبر خدا صلعم نے بہشت کی خوشخبری دی ہے۔ اور
اصحاب بدری کہ خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کو جنت کی بشارت دی ہے اور یہ
سب صحابی حضرت کی صحبت میں اکثر حاضر رہا کرتے۔ اور حضرت کی مجلس
میں خصوصاً نماز کے وقت حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بہت نزدیک رہتے تھے اور
حضرت صلعم کے احوال پر خوب واقف تھے۔ بخلاف حدیث رفع کے راوی کہ اس مرتبہ
میں نہ تھے تو بیشبہ حدیث عدم رفع کی راجح ہے۔ جیسا کہ فتح القدیر اور لمعات التنقیح
میں ہے ولعلما ان الاثار عن الصحابة والطرق عن النبي صلعم كثيرة جدا
والكلام المحقق بعد ذلك كله ثبوت رواية كل من الامرين عنه
عليه السلام فيحتاج الى الترجيح لقيام التعارض ويترجح ما صرنا اليه بانه
كانت اقوال مباحة في الصلوة وافعال من جنس هذا الرفع وقد علم
نسخها فلا يبعد ان يكون هو ايضا مشمولا بالنسخ خصوصا وقد ثبت
ما يعارضه ثبوتا لا مرد له وكذا بافضلية الرواة من رجل الله

فَقَدْ حَدَّثَ مَنْ لَا يُحْصٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رض وَهُوَ عَالِمٌ بِشَرَائِعِ الْاِسْلَامِ وَحُدُوْدِهٖ وَمُتَفَقِّدٌ لِاَحْوَالِ النَّبِيِّ صلعم مُلَازِمٌ لَهٗ فِيْ اِقَامَتِهٖ وَاَسْفَارِهٖ فَيَكُوْنُ لِلْاَخْذِ بِهٖ عِنْدَ التَّعَارُضِ اَوْلٰى مِنْ اَفْرَادٍ مُقَابِلِهٖ اور نہایہ اور عنایہ اور ذخیرۃ العقبے میں ہے وَرُوَاةُ اَخْبَارِنَا اَلْبَدْرِيُّوْنَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صلعم الَّذِيْنَ كَانُوْا يَلُوْنَ النَّبِيَّ صلعم فِي الصَّلٰوةِ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَوَائِلُ بْنُ حُجْرٍ كَانُوْا يَقُوْمُوْنَ اَبْعَدَ مِنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاَخْذُ بِقَوْلِ الْاَقْرَبِ اَوْلٰى وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رض اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ الْعَشَرَةَ الَّذِيْنَ بَشَّرَهُمُ النَّبِيُّ صلعم بِالْجَنَّةِ لَمْ يَكُوْنُوْا يَرْفَعُوْنَ اَيْدِيَهُمْ اِلَّا عِنْدَ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ بعض صحابی نے حضرت کی رفع یدین کو روایت کیا اور بعضی نے عدم رفع۔ یعنی ارسال کو روایت کیا۔ لیکن قول حضرت کا عدم رفع کے موافق ہے۔ اور رفع کے مخالف اور قاعدہ ہے کہ جب حضرت کی دو قول مروی ہوں۔ تو جو فعل اس کے موافق ہو تو اس فعل کو غلبہ ہے جیسا کہ کفایہ اور کافی اور نہایہ میں ہے لِاَنَّهٗ لَمَّا تَعَارَضَتْ رِوَايَتَا فِعْلِهٖ وَجَبَ الْمَصِيْرُ اِلٰى قَوْلِهٖ وَهُوَ الْحَدِيْثُ الْمَشْهُوْرُ لَا تُرْفَعُ الْاَيْدِيْ اِلَّا فِيْ سَبْعِ مَوَاطِنَ عِنْدَ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَقُنُوْتِ الْوِتْرِ وَتَكْبِيْرَةِ الْعِيْدَيْنِ وَالْاَرْبَعَةِ فِي الْحَجِّ اور یہی حدیث طحاوی اور طبرانی اور مسند امام ابو حنیفہ حدیث کی کتابوں میں ہے اور ہدایہ اور فتح القدیر اور عنایہ اور تبیین الحقائق میں بھی ہے۔ لیکن عبارتیں ان کتابوں کی کچھ کچھ اختلاف ہے اور مضمون سب کا ایک ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ رفع یدین صرف حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ثابت ہوا ہے۔ قول اور حکم سے ثابت نہیں ہے۔ بلکہ قول حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا عدم رفع میں وارد ہے اور قاعدہ ہے۔ کہ جب حضرت کے فعل اور قول میں اختلاف

۱۳۲

ہے اور یہ جان لیتے ہیں۔ کہ یہ مسنون ہے اور یہ نہیں جانتے کہ بہت سی حدیثیں ان کتابوں میں مختلف اور مضطرب اور منسوخ ہیں۔ اور ہرگز یہ ثابت نہیں۔ کہ یہ کتاب والے کون کونسی حدیث پر عمل کرتے تھے۔ اور کون کون حدیثوں کو فقط روایت کیا ہے اور یہ بھی عقیدہ ان کا محدثوں کے نزدیک

ظاہر ہو تو قول کو ترجیح ہے۔ جیسا کہ اصول کی کتابوں میں ہے اَلْقَوْلُ مُقَدَّمٌ عَلَى الْفِعْلِ اور دوسرے مقام میں ہے حِكَايَةُ الْفِعْلِ لَا تَعُمُّ اور خصوصاً جبکہ منع حضرت کا وارد ہوا یعنی حضرت نے لوگوں کو نماز میں رفع یدین کرنے کو منع فرمایا ہو تو بیشک حدیث عدم رفع کی غالب ہوئی جیسا کہ اوپر حدیث مذکور ہو چکی ہے لَا تُرْفَعُ اِلَّا فِيْ سَبْعِ مَوَاطِنَ اور دوسری حدیث نہایہ میں ہے وَحِيْنَ رَاٰى النَّبِيُّ صلعم اَقْوَامًا يَرْفَعُوْنَ اَيْدِيَهُمْ فِي الصَّلٰوةِ عِنْدَ الرُّكُوْعِ وَعِنْدَ رَفْعِ الرَّاْسِ مِنَ الرُّكُوْعِ فَقَالَ مَالِيْ اَرَاكُمْ رَافِعِيْ اَيْدِيْكُمْ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ اُسْكُنُوْا فِي الصَّلٰوةِ اور یہی حدیث بحر الرائق اور تبیین الحقائق اور شرح مختصر وقایہ میں بھی ہے۔ لیکن عبارت میں کچھ اختلاف ہے اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ رفع یدین متقدم ہے یعنی ابتدائے اسلام میں تھا پھر منسوخ ہوا۔ تو ضرور عدم رفع کی حدیث راجح ہوئی جیسا کہ کفایہ اور عنایہ اور کافی اور نہایہ اور شرح سفر السعادت میں ہے مَا رَوَاهُ مَحْمُوْلٌ عَلَى الْاِبْتِدَاءِ اَيْ اَنَّهٗ كَانَ ثُمَّ نُسِخَ عَنِ ابْنِ الزُّبَيْرِ رض اَنَّهٗ رَاٰى رَجُلًا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الصَّلٰوةِ عِنْدَ الرُّكُوْعِ فَقَالَ مَهْ اِنَّ هٰذَا شَيْءٌ فَعَلَهُ النَّبِيُّ صلعم ثُمَّ تَرَكَهٗ اور کافی اور نہایہ اور کفایہ اور شرح سفر السعادت میں ہے قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رض رَفَعَ النَّبِيُّ صلعم فَرَفَعْنَاهُ وَتَرَكَهٗ فَتَرَكْنَاهُ الخ رفع یدین کا منسوخ ہونا بہت سی کتابوں سے ثابت ہے۔ جیسا ہدایہ اور فتح القدیر اور نور الانوار و ترجمہ مشکوٰۃ شیخ عبد الحق رح اور کفایہ اور عنایہ اور کافی اور نہایہ اور شرح سفر السعادت۔ لیکن طوالت کی خوف سے ہر ایک کی عبارت جداگانہ نہیں لکھی گئی اور تغیر امر یعنی جانتا کہ ہم اس امر میں داخل ہیں۔ اور اس بات کو بھی جاننا بہت کچھ چیز کے جاننے پر موقوف ہے اس مقام میں مثال کے واسطے تھوڑا ذکر

کیا جاتا ہے منجملہ اس کے یہ ہے کہ جانے کہ یہ حدیث مکلف کے حق میں ہے۔ یا خاص
بعضے گروہ کے حق میں کیونکہ بہت سے احکام بلحاظ اشخاص کے مختلف ہوتے ہیں ایک
کے حق میں دوسری کے حق میں نادرست جب وہ اس بات کو جانیگا تب سمجھیگا۔ کہ
خود کس حکم میں ہے۔ اور اسکے حق میں کیا حکم کیا اور اگر یہ فرق نہ جانیگا۔ تو بڑی گمراہی
میں پڑیگا جیسا کہ تیسیر الوصول کے باب القبلۃ والمباشرۃ میں ہے وعن ابی ھریرۃ
قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُبَاشَرَۃِ لِلصَّائِمِ فَرَخَّصَ
لَہٗ فَأَتَاہُ اٰخَرُ فَسَأَلَ فَنَهَاہُ وَکَانَ الَّذِیْ رَخَّصَ لَہٗ شَیْخًا کَبِیْرًا وَالَّذِیْ نَھَاہُ
شَابًّا اخرجہ ابو داؤد یعنی ابو ہریرہ رضنے کہا۔ کہ سوال کیا ایک مرد نے حضرت رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ روزہ دار کو مباشرت یعنی لگانا اپنی بدن کو عورت کے بدن سے
درست ہی یا نہیں آپ نے اس کے واسطے درست رکھا پھر دوسری نے بھی ایسا ہی سوال کیا
سو اسکو حضرت نے منع فرمایا تو شخص کے واسطے درست رکھا تھا۔ وہ بڑا بوڑھا تھا
اور جس کو منع کیا وہ جوان تھا۔ اور منجملہ اس کے یہ بھی کہ جانے کہ یہ حکم خاص ایک
شخص معین کی حق میں تھا۔ یا عام تھا سب کے لئے جو مکلف ہوں کیونکہ بعضا حکم کسی
سبب سے یا کسی مصلحت کی رو سے حضرت علیہ السلام ایک شخص خاص کے حق میں
درست رکھتے تھے اور دوسرے کے حق میں نادرست اور حضرت کی بعد سب مکلف
کے حق میں برابر ہے جیسا کہ تیسیر الوصول کے باب وجوب الصلوۃ میں ہے عن عبد اللّٰہ
بْنِ فُضَالَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ
فِیْمَا عَلَّمَنِیْ حَافِظْ عَلَی الصَّلٰوۃِ الْخَمْسِ قَالَ قُلْتُ اِنَّ ھٰذِہِ السَّاعَاتِ لِیْ فِیْھَا
اَشْغَالٌ فَمُرْنِیْ بِاَمْرٍ جَامِعٍ اِذَا اَنَا فَعَلْتُہٗ اَجْزَأَنِیْ فَقَالَ حَافِظْ عَلَی الْعَصْرَیْنِ وَمَا
کَانَتْ مِنْ لُغَتِنَا فَقُلْتُ مَا الْعَصْرَانِ قَالَ صَلٰوۃٌ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ

وصلوٰة قبل غروبہا اخرجہ ابو داؤد عبد اللہ بن فضالہ لی روایت کیا ہے

اپنے باپ سے کہا اس نے تعلیم کیا مجھ کو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اور جس بات کو

کہ حضرت نے ہم کو سکھلایا ان میں سے ایک یہ تھا کہ حفاظت کر پانچ وقت کی نماز کو

پھر کہا اس نے کہ عرض کیا میں نے کہ ان سب وقت میں میرے واسطے بہت کام رہتا ہے سو

مجھکو حکم کیجئے۔ ایسی ایک عبادت کا کہ جب میں اس کو کر لوں تو کفایت کرے مجھکو

فرمایا حضرت نے کہ حفاظت کر عصرین کی اور لفظ عصرین کا میری لغت میں نہ تھا اسواسطے

مین نے اس کو نہ سمجھا پھر میں نے پوچھا تب فرمایا حضرت نے کہ نماز پہلی طلوع آفتاب کی

اور نماز پہلی غروب کی اور نہ سمجھا اس کے یہ جانے کہ حدیث کونسی شہر والوں کے حق

میں وارد ہے اس واسطے کہ بہت احکام الٰہی باعتبار شہروں کی مختلف ہوتی ہیں

اور حدیث کی عبارت سے اس شہر کا ذکر کچھ نہیں ہوتا ہے جب وہ شخص اس بات کو

جانیگا تب سمجھیگا کہ یہ حکم ہمرے یا دوسری پر اور اگر یہ فرق نہ جانے گا۔ تو سخت

خرابی میں پڑیگا جیسا کہ مشکوٰۃ کے باب آداب الخلاء میں ہے عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ رض قَالَ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَیْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَۃَ

وَلَا تَسْتَدْبِرُوْھَا وَلٰکِنْ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ یعنی جب تم پاخانہ میں آؤ

تو قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ نہ کرو لیکن پچھم یا پورب کی طرف منہ کرو تو یہ حکم

مدینہ والوں کی حق میں اور ان مانند انکی ہی اسواسطے کہ مدینہ مطہرہ اوتر مکہ معظمہ کے ہے

تو جب پچھم یا پورب کی طرف منہ کریگا۔ تو قبلہ کی جانب میں منہ نہ ہوگا جیسا کہ

تیسیر الوصول کی باب طلب الاستنجا میں ہے قولہ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا اَلْخِطَابُ لِاَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ

وَلِمَنْ قِبْلَتُہٗ عَلٰی ذٰلِکَ وَاَمَّا مَنْ کَانَ قِبْلَتُہٗ اِلَی الشَّرْقِ وَالْغَرْبِ فَلَا

یَسْتَقْبِلُھُمَا ۔ یعنی قول حضرت کا شرقوا او غربوا حکم ہے اہل مدینہ کی لئے اور جو لوگ کہ قبلہ

ان کا اسی جانب میں ہے اور جس کا قبلہ مشرق یا مغرب کی جانب ہو ان کے حق میں یہ حکم نہیں ہے اور جیسا کہ تیسیر الوصول کی فصل استقبال القبلہ میں ہے عن ابی ہریرہ رضی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَۃٌ اخرجہ الترمذی یعنی درمیان پورب اور پچھم کی قبلہ ہی تو یہ حکم ہی اہل مدینہ اور شل ان کی واسطے ہی اور منجملہ ان کی یہ ہے کہ اس حدیث کی مجلس کو جانی کیونکہ بعضا حکم بسبب اختلاف مجلس کے مختلف ہوتا ہے جیسا کہ ایک حدیث کو لوگوں میں مشہور ہی اور فتاوی حمادیہ میں بھی ہے اَکْرِمُوا الْخُبْزَ فَاِنَّہَا مِنْ بَرَکَاتِ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ یعنی روٹی کی تعظیم کرو کیونکہ برکت ہے آسمان اور زمین کے ہے یعنی روٹی جب آوی تو انتظار سالن کا نہ کرو۔ تو یہ حکم گھر کے کھانی میں ہے ضیافت میں نہیں کیونکہ ضیافت میں صاحب خانہ کی اذن کی انتظاری کری۔ جیسا کہ اسی فتاوی حمادیہ کی کتاب الاستحسان میں ہے وَہٰذَا فِی بَیْتِہٖ وَاَمَّا فِی الضِّیَافَۃِ فَلْیَنْتَظِرِ الْاِذْنَ تو جس کو مورد اس حدیث کا معلوم نہ ہوگا تو ضیافت کی مجلس میں لوگونکی عادت ہی کہ پہلے روٹی لاتنے ہیں تو وہ شخص پہلے روٹی ہی کھونسنی لگیگا اور سالن کے لئے شور مچانی لگیگا اور میزبان کو اضطرار میں ڈالیگا۔ اور دوسرے مہمانوں کو انتظاری اور تاخیر میں پہنچائیگا جیسا کہ اس طرح کی خرابیاں اکثر مجلسوں میں واقع ہوتی ہیں نعوذ باللہ منہم اور منجملہ اس کے جانتا کہ یہ حدیث کس وقت میں وارد ہوئی تھی کیونکہ بہت سی حدیثیں ہیں کہ حکم ان کا ابتدائی اسلام میں تھا پھر وہ منسوخ ہوا تو جب منسوخیت کو معلوم کریگا۔ تب جانیگا کہ ہم اس حکم میں داخل نہیں جیسا کہ مشکوٰۃ کے کتاب الایمان میں ہے نَہَاہُمْ عَنْ اَرْبَعٍ الْحَنْتَمِ وَالدُّبَّاءِ وَالنَّقِیْرِ وَالْمُزَفَّتِ یہ چار نام ان برتنوں کے ہیں۔ کہ جن میں شراب رکھتی تھی سو جب شراب حرام ہوئی

تو ان برتنوں کا استعمال بھی حرام ہوتا ہے تاکہ لوگوں کو شراب کی یاد نہ پڑے اور نفرت
اس کی نذر ہے اور کمال نفرت اور اجتناب آجاوے اور جب لوگ خوب شرع کے حکم پر
مضبوط ہوئی۔ تو یہ حکم منسوخ ہوا اور منجملہ اس کے یہ جاننا کہ وہ حدیث مطلق احوال
میں وارد ہے یا کسی عذر کی حالت میں واقع ہے کیونکہ بہت سی حدیثیں ہیں کہ عبارت
ان کی مطلق ہے اور حقیقت میں مورد ان کا حالت عذر ہے اور جس شخص کو
عذر نہ ہو اس کے حق میں وہ ہی حکم نہیں ہے تو جب تک اس بات کو نہ سمجھیگا نہ
جانیگا کہ یہ حکم پہ ہے یا دوسرے پر جیسا کہ مشکوٰۃ کی باب صفۃ الصلوٰۃ میں ہے
(عن مالك ابن الحويرث رض رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فاذا
كان فی وتر من صلوته لم ینهض حتی یستوی قاعدا
رواہ البخاری روایت ہے مالک بن حویرث سے کہ دیکھا اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کو نماز پڑھتے تھے پھر جب ہوتے حضرت طاق رکعت میں یعنی ایک رکعت کو یا تین
رکعت کے بعد تو نہ اٹھتے یہاں تک کہ بیٹھ جاتے سیدھے اور شیخ عبدالحق دہلوی نے اسکی ترجمہ
میں لکھا ہے کہ بیٹھنا حضرت کا سبب عذر کی اور حاجت کی تھا جس طرح بیماری
اور ضعف اور کبرسن وغیرہ اور جس کسی کو اس کی حاجت اور ضرورت نہ ہو تو اسکے حق
میں وہ سنت نہیں انتہیٰ ہدایہ اور فتح القدیر اور بحر الرائق میں بھی ایسا ہی مذکور ہے
خلاصہ اس مطلب کا یہ ہوا کہ قرآن اور حدیث سے حکم نکالنے کے واسطے بہت سے امور
ضرور ہیں مگر تفصیل ان کی اس مقام میں نہیں ہو سکتی ہے۔ اس واسطے
صرف مثال کے لئے چند باتیں کہ ہر عوام اور خواص اس کو بے تکلف سمجھیں
یہاں بیان کی گئیں اور ان کے سوا اور شرطیں بھی ضرور ہیں۔ کہ ان
کے مضمون کو بھی سمجھنا ہر ایک عوام کو دشوار ہے۔ جیسا کہ فقہ اور اصول

حدیث کی کتابوں میں مفصل اور مصرح ہی اور ان سب شرطوں کا اس زمانہ میں
پایا جانا سخت مشکل اور بہت دشوار ہی بلکہ متعذر اور محال ہے چنانچہ سابق جو
شرطیں بطور نمونہ کی مذکور ہوئی ہیں اس کے مضامین میں غور کرنے سے صاف ظاہر
ہوتا ہے اس واسطے اس زمانہ میں بلکہ زمانہ دراز سے سب عالموں نے بخوبی دریافت کیا
کہ قرآن اور حدیث سے بالاستقلال حکم نکالنا نہیں ہو سکتا ہی کیونکہ ہر حدیث کو ثابت
کرنا اور اسکے راویوں کا حال دریافت کرنا اور صحیح اور حسن اور ضعیف وغریب کو
تحقیق کرنا اور مجمل اور ماول اور ناسخ و منسوخ کو تمیز دینا اور ہر ایک
کی غرض اور مراد کو پہنچنا بالاستقلال یعنی صرف اپنی تلاش اور جستجو سے
حاصل نہ ہو سکیگا۔ بلکہ آخر کو لاچار ہو کر پشیمان بن کر ان سب شرطوں کو حاصل
کرنیکے لئے کسی محدث یا مجتہد یا فقیہ کی تقلید کرنی پڑیگی تو ابتدا سے تقلید
کسی مجتہد کی اپنے اوپر کرنی ہے اور اسیواسطے سب علماء نے اجماع کیا اس بات
پر کہ جس مجتہد کے اجتہاد پر تمام علماء کا اتفاق ہوا اور سب فاضلوں کے نزدیک
اس کا اجتہاد مقبول ہوا اور مذہب اس کا نقل تواتر سے منقول ہوا اور مسائل اور قواعد
اسکے مذہب کے بخوبی مفصلاً مروی ہوں تو ایسے کی تقلید درست ہے پھر کوئی
مجتہد ان اوصاف کی ساتھ سوائے ان چار امام کے پایا نہیں گیا۔ اور کوئی مذہب
ان اوصاف کی ساتھ سوائے ان چار مذہب کے ثابت نہیں ہوا۔ اس واسطے
سب علماء اور تمامی فضلا کا اجماع اس بات پر ہوا ہی کہ ان چار مذہب میں سے ایک
مذہب کی پیروی کرنی واجب ہے اور ان کے سوا اور کسی مجتہد کی تقلید یا دوسرے کسی
طریقہ کی پیروی جائز نہیں ہے۔ اور کوئی یہ گمان نہ کرے کہ صرف علماء حنفی نے
یہ اجماع کیا ہے بلکہ دوسرے مذہب مختلف کے علماء نے بھی اسی بات پر

گیا ہے جیسا سابق جواب میں سوال چوبیسویں کی بہت سی کتابوں سے مذکور ہوا ہے پھر ثانیاً تفصیل کی حاجت نہیں ہے۔ لیکن بطور نمونہ کے صرف ایک کتاب سے لکھا جاتا ہے نہایۃ المراد شرح مقدمہ ابن عماد میں ہے وَفِي زَمَانِنَا قَدِ انْحَصَرَتْ صِحَّةُ التَّقْلِيدِ فِي هٰذِهِ الْمَذَاهِبِ الْأَرْبَعَةِ فِي الْحُكْمِ الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ بَيْنَهُمْ وَفِي الْحُكْمِ الْمُخْتَلَفِ فِيهِ أَيْضًا لَا بِاعْتِبَارِ أَنَّ مَذَاهِبَ غَيْرِهِمْ مِنَ السَّلَفِ بَاطِلَةٌ وَإِنَّمَا بِاعْتِبَارِ أَنَّ مَذَاهِبَهُمْ وَصَلَتْ إِلَيْنَا بِالنَّقْلِ الْمُتَوَاتِرِ يَرْوِيهَا جَمَاعَةٌ بَعْدَ جَمَاعَةٍ فِي كُلِّ سَاعَةٍ مِنْ زَمَانِهِمْ إِلَى زَمَانِنَا هٰذَا لَا يُمْكِنُ عَدُّ الرُّوَاةِ وَلَا إِحْصَاؤُهُمْ فِي أَقْطَارِ الْأَرْضِ وَبُيِّنَتْ لَنَا شُرُوطُ مَذَاهِبِهِمْ وَفُصِّلَتْ مُجْمَلَاتُهَا وَقُيِّدَتْ مُطْلَقَاتُهَا بِالنَّقْلِ الْمُتَوَاتِرِ بِخِلَافِ مَذَاهِبِ غَيْرِهِمْ مِنَ السَّلَفِ فَإِنَّهَا نُقِلَتْ إِلَيْنَا بِطَرِيقِ الْآحَادِ فَلَوْ فُرِضَ أَنَّ حُكْمًا مِنْ أَحْكَامٍ نُقِلَ مِنْ بَعْضِ مَذَاهِبِ السَّلَفِ بِطَرِيقِ التَّوَاتُرِ يُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ مُجْمَلًا لَمْ يُفَصِّلْهُ نَاقِلُهُ وَأَنَّ لَهُ قَيْدًا يُخِلُّ بِهِ نَاقِلُهُ أَوْ شَرْطًا يُوقَفُ الْقَوْلُ بِصِحَّتِهِ عِنْدَ ذٰلِكَ الْمُجْتَهِدِ فَيَكُونُ الْعَمَلُ بِهِ بَاطِلًا فَلِهٰذَا الْأَمْرِ حَصَرْنَا صِحَّةَ التَّقْلِيدِ فِي اتِّبَاعِ الْمَذَاهِبِ الْأَرْبَعَةِ لَا غَيْرُ

خلاصہ مضمون اس کا یہ ہی کہ اس زمانہ میں تقلید منحصر ہے انہیں چاروں کی ایک مذہب میں اور ان چاروں کی سوا اور کسی مجتہد کی تقلید درست نہیں ہے اس واسطے کہ ان چار اماموں کا مذہب نقل متواتر سے منقول ہے اور ان کے زمانے سے لیکر اس زمانے تک اس قدر راوی ان مذہب کے گزرے ہیں کہ شمار کرنا ان کا ممکن نہیں ہے اور ان مذہب کی شرطیں اور تفصیل خوب بیان کی گئی ہیں بخلاف اور مذہبوں کے کہ تواتر سے مروی نہیں ہیں اور تفصیل ان کی نہیں ہوئی ہے تو شاید کوئی کلام مجمل ہو کہ اس کی تفصیل نہ ہوئی ہو یا کوئی قید چھوٹ گئی ہو۔ یا کوئی شرط کہ جس پر صحت اس قول

کے موقوف ہو متروک ہوئی ہو توان صورتوں میں عمل اس پر باطل ہوگا. اس واسطے
انہیں چار مذہب میں تقلید منحصر ہوئی ہے اور شافعی علمانے بھی ایسا ہی
کہا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر شافعی المذہب کے فاضل اور محدث اور مصنف کتاب
بلوغ المرام کا اور شافعیوں کے نزدیک بڑا معتبر ہے اس نے فتح المبین فی شرح
الاربعین کے اٹھائیسویں حدیث کی شرح میں لکھا ہی اَمَّا فِی زَمَانِنَا فَقَالَ اَئِمَّتُنَا لَا یَجُوْزُ
تَقْلِیْدُ غَیْرِ الْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ الشَّافِعِیِّ وَمَالِکٍ وَاَبِیْ حَنِیْفَةَ وَاَحْمَدَ رِضْوَانُ
اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ لِاَنَّ ہٰؤُلَاءِ عُرِفَتْ قَوَاعِدُ مَذَاہِبِہِمْ وَاسْتَقَرَّتْ اَحْکَامُہَا
وَخَدَمَہَا تَابِعُوْہُمْ وَحَرَّرُوْہَا فَرْعًا فَرْعًا وَحُکْمًا حُکْمًا فَلَا یُوْجَدُ حُکْمٌ اِلَّا وَہُوَ
مَنْصُوْصٌ لَہُمْ اِجْمَالًا وَتَفْصِیْلًا بِخِلَافِ غَیْرِہِمْ فَاِنَّ مَذَاہِبَہُمْ لَمْ تُحَرَّرْ وَلَمْ تُدَوَّنْ
کَذٰلِکَ فَلَا تُعْرَفُ لَہَا قَوَاعِدُ حَتّٰی تُخَرَّجَ عَلَیْہَا اَحْکَامُہَا فَلَمْ یَجُزْ تَقْلِیْدُہُمْ فِیْمَا
حُفِظَ عَنْہُمْ مِنْہَا لِاَنَّہٗ قَدْ یَکُوْنُ مَشْرُوْطًا بِشَرَائِطَ اُخْرٰی وَکَلُوْہَا اِلٰی فَہْمِہَا
مِنْ قَوَاعِدِہِمْ فَقَلَّتِ الثِّقَةُ بِجَمِیْعِ مَا یُحْفَظُ عَنْہُمْ مِنْ قَیْدٍ اَوْ شَرْطٍ فَلَمْ یَجُزْ تَقْلِیْدُہُمْ
خلاصہ ترجمہ اس کا یہ ہے کہ ہماری اماموں نے یعنی شافعیوں نے کہا ہو کہ اس زمانہ میں ان چار
اماموں کی سوا اور کسی مجتہد کی تقلید جائز نہیں ہے. اسواسطے کہ ان اماموں کی مذہب اور انکی
قاعدی خوب معلوم اور مشہور ہیں اور مسئلے انکے خوب ثابت ہیں. اور تابعوں نے
انکی مذہب کو خوب ضبط کیا ہے اور بالتفصیل ہر ایک کو لکھا ہے. بخلاف اور
مجتہدوں کی کہ ان کا مذہب لکھا ہوا نہیں اور قاعدہ ان کا معلوم نہیں اور تغیر
ان کی مذہب کی منقول نہیں اور مسئلان کے مذہب کا ضبط نہیں سواسطے دوسرے مذہب
خوب اعتماد نہیں. اور مالکی علمانے بھی ایسی ہی کہا ہی کہ علامہ ابراہیم بن مرعی سرخسی
کہ مالکی المذہب اور فاضل اور محدث اور مالکیوں میں معتمد علیہ ہو اسواسطے

فتوحات الوہبیہ فی شرح الاربعین النبویہ کی اٹھائیسوین حدیث کی شرح میں لکھا ہے ما عرف
من هؤلاء الصحابة الاربعة او عن بعضهم اولى بالاتباع من تقليد الصحابة
اذا وقع بينهم الخلاف الى قوله وهذا في التقليد الصرف في تلك
الازمنة القريبة من زمن الصحابة لنا فيما بعد ذلك فلا يجوز تقليد
غير الاربعة مالك وابي حنيفة والشافعي واحمد رحمهم الله لان هؤلاء
عرفت قواعد مذاهبهم واستقرت احكامها وخدمها تابعوهم وحرروها فرعا فرعا وحكما حكما

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ جو حکم شرع کا کہ ان چار خلیفوں سے یا بعض سے ان کے معلوم ہوا ہے تو وہ مقدم ہے دوسری صحابی کی قول پر اور یہ بات اس زمانہ کی مقلد کے حق میں تھے لیکن اس زمانہ کی بعد جائز نہیں ہے تقلید سوائی ان چار اماموں کے یعنی مالک ابوحنیفہ شافعی احمد رحمہ کیونکہ ان کے مذہب کے قاعدے سب معروف ہیں اور مسائل انکی خوب ثابت اور مشہور ہیں۔ اور تابعون نے انکی خوب ضبط کیا ہے اور ہر ایک بات کو مفصلاً لکھا ہے اب حاصل اس سب کا یہ ٹھہرا کہ شریعت کے علما اور ہر مذہب کے فضلا کا اجماع اور اتفاق اسی بات پر ہو گیا ہے۔ کہ اس زمانہ میں تقلید ایک امام کی ان چار اماموں میں سے واجب ہے اور ان کے سوا اور کسی کے مسئلہ نکالنا درست نہیں ہے اور کسی عوام کو بلکہ اس زمانہ کے خواص کو بھی اپنے سمجھ کے موافق قرآن اور حدیث پر عمل کرنا اور اپنی دریافت پر اعتماد کر کے مسئلہ نکالنا جائز نہیں اور کوئی فاضل یا درویش اس اجماع سے نکلا یا اس نے اس اتفاق کے برخلاف کیا ہو یا اس کے خلاف کہا ہو تو اس شخص کا کچھ اعتبار نہیں ہے کیونکہ وہ اجماع کہ حدیثوں کے رو سے پیروی کرنی اس کی واجب ہے وہ اس سے عبارت ہی کہ اکثر علمائی دیندار اور فضلائی نیک کردار ایک بات پر اتفاق کریں پھر اگر کوئی

محمد بن یحیی مفتی الحنابلہ

شخص اگرچہ عالم ہی اس اجماع میں شریک نہ ہو تو اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے بلکہ وہ
خود بر خلاف ہوا۔ اور جماعت کا بر خلاف جیسا کہ مشکوٰۃ کے باب الاعتصام میں ہے
عن ابن عمر رض قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اتبعوا السواد
الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار یعنی پیروی کرو بڑی جماعت کی سو تقریر
یوں ہے کہ جو جدا ہوا جماعت سے گر پڑا وہ جہنم میں و عن معاذ بن جبل رض قال قال
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اِنَّ الشَّیْطَانَ ذِئْبُ الْاِنْسَانِ کَذِئْبِ الْغَنَمِ
یَاْخُذُ الشَّاذَّۃَ وَالْقَاصِیَۃَ وَالنَّاحِیَۃَ وَعَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَۃِ وَالْعَامَّۃِ یعنی بے شبہ شیطان
آدمی کے حق میں جیسا بھیڑیا بکری کی حق میں ہے پکڑتا ہے بکری بھیڑ کی جو الگ ہوئی اور دور پڑی
اور کنارے پکڑی ہوئی کو تو واجب تم پر یہی ہے کہ جماعت اور اکثر مسلمانوں کی پیروی کو
لازم کرو و عن ابی ذر رض قال قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ فَارَقَ
الْجَمَاعَۃَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَۃَ الْاِسْلَامِ عَنْ عُنُقِہٖ یعنی جو کوئی جدا ہوا
جماعت سے ایک بالشت کی اندازے تو بے شبہ اس نے اس کلام کو اپنی گردن سے نکالا۔
غرض ان حدیثوں سے صاف ظاہر ہوا کہ اکثر مسلمان جس بات پر اتفاق کریں وہ واجب
ہوتا ہے اور بعضی کا خلاف کرنا کچھ نہیں ہے بلکہ جو اکثر کا مخالف ہو تو اس پر خوف ضلالت
کا اور ڈر جہنم کا ہے نعوذ باللہ منہا و منہم اور جو کوئی جماعت کی پیروی کریگا۔ تو وہ ہدایت
پر رہیگا اور ضلالت سے بچیگا اللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰی شَرِیْعَتِکَ وَرِضَاکَ وَاَقِمْ
وَجْھَکَ اَقْدَامَنَا عَلٰی طَرِیْقَتِکَ وَھُدَاکَ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی رَسُوْلِکَ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
وَاَصْحَابِہِ الرَّاشِدِیْنَ وَتَابِعِیْ صَحْبِہِ الْھَادِیْنَ سِیَّمَا عَلٰی سَیِّدِ الْمُجْتَھِدِیْنَ اِمَامِنَا
وَاِمَامِ الْمُسْلِمِیْنَ وعلینا وعلی جمیع مقلدیہ الی یوم الدین واخر دعوانا
ان الحمد للہ رب العالمین

خاتمة الطبعة

الحمد للہ کہ یہ رسالہ نظام الاسلام جس کے سوالوں کو کئی شخصوں نے کیا تھا اور جوابوں کو اسکی
عالم باعمل فاضل بے بدل مولوی محمد وجیہ صاحب مدرس اول مدرسہ کلکتہ نے بڑی محنت
اور تلاش کرکے آیات کلام اللہ اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بڑی معتبر
اور معتمد کتابوں کی عبارت سے مدلل و مثابت کیا اور بعد اتمام کے تمام علما اور فضلا و صلحا
نے بغور و تامل اسے دیکھ موافق عقائد مذہب سنت وجماعت خصوصاً مطابق طریقہ حنفی
سمجھ کے منظور اور پسند کر اپنی اپنی دستخط اور مہر سے مزین فرمایا اللہ تعالی اپنے فضل وکرم سے
اس نسخہ کے مؤلف کو جزائے خیر فرماوے آمین چونکہ یہ نسخہ نسخۂ اکسیر کی طرح مقبول ہر خاص
وعام ومطبوع طبائع انام ہے لہذا کلکتہ میں کئی دفعہ طبع ہوا پھر دہلی میں دوبار چھپایا
باوجود کثرت چھاپہ کے اہل شوق کی خواہش وہی رہی اور خریداری کی وہی گرم بازاری بنظر آں
بفرمایش محمد سنز اور صاحب فرزند منشی علی بخش صاحب داروغہ نزول لاہور کی مطبع گنج بخش
پرکاش لاہور میں پھر طبع ہوا۔ اللہ تعالے ساعیان اوائل و اواخر کو جزائے خیر دے

برنسخہ ہذا از اول تا آخر نظر کردم ظاہر شد کہ مسائل مندرجہ آں مطابق عقیدہ اہل سنت
وجماعت وموافق طریقہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ است حنفی المذہب را اعتقاد و عمل بر طبق
آں واجب ولازم است

کبیر احمد — علی وارث

جواب ہائے ایں رسالہ
ہمہ صحیح و درست بی کم و کاست موافق آیات قرآن ومطابق احادیث پیغمبر ان صلی اللہ
علیہ وسلم برحسب اجماع علمائے راسخین و برطبق اتفاق فضلائے کاملین است

١٤٣

عصمۃ الله	سراج الدین	فیض الله	
بہاری حسین فضیلت	صدیقی میر محمد	علی نجف	کوماری میر محمد حسین

جاننا چاہئے

کہ بعضے لوگ چاروں مذہب کو انکار کرتے ہیں اور کسی کی
ان چاروں سے تقلید نہیں کرتے اور عوام حنفیونکو اپنی مذہب سے بداعتقاد کراتے ہیں اور مسئلہ
میں شک ڈالتی ہیں اور اعتراضات بیجا کرتے ہیں اور مخالف حدیث کے بناکر کے عوام
کو گمراہ کرتے ہیں اسواسطے اکثر مسلمان سب اس دیار کے مسئلے پوچھنے کے لئے اور اپنے
مذہب کی تحقیق کیواسطے جناب مستطاب مدرس صاحب حضرت محمد وجیہ صاحب سلمہ اللہ
تعالی کا سمہ وجیہا فی الدنیا والآخرۃ کے حضور میں آتے تہی اور جو لوگ کہ خود حاضر نہیں
ہو سکتے تہے فتوا لکہوا کر منگواتے تہی پہر جب مدرس صاحب نے دریافت کیا کہ
اس صورت میں لوگونکو تکلیف بہت ہوتی ہے اسواسطے بنظر نفع عام اور ہدایت
طعام کے ایک رسالہ تالیف فرمایا اور اُسکا نام نظام الاسلام رکہا تاکہ لوگ
اس رسالہ کو پڑہ کر اپنی مذہب میں مضبوط ہوویں اور لوگوں کے بہکانے سے
گمراہ نہیں اسکے بعد جناب حاجی سید عبداللہ صاحب نے بلحاظ رفاہیت خلائق کے
اُسکو چہپوایا پہر یہ رسالہ اکثر ملکوں میں منتشر ہوا اور بہت لوگ پڑہ کر اپنے
مذہب میں مضبوط ہو گئے اور جو لوگ کہ ان قوم کے بہکانے سے شک میں پڑے
تہے اس رسالہ کے مطالعے سی یا سننی سی اونکا شبہ رفع ہو گیا اور بعضی بیچارے
عوام اور ضعیف الاعتقاد نے کہ ان قوم کے گمراہی میں پڑی تہی اس رسالہ پر واقف

پہر نہیں اسواسطے لوگوں کی عقل متفق نہیں ہی ایک بات پر شاہد ہی
اسپر قول اللہ تعالی کا ولا یزالون مختلفین یعنی ہمیشہ یہ لوگ اختلاف
کرتے رہینگے اور بہتسی خبر دی شارع نے

ہو کر اپنی گمراہی سے توبہ کی تب اُن قوم نے جب یہ حال دیکھا اور دریافت کیا
کہ جو کوئی اس رسالہ سے واقف اوسکے حق میں فساد اور فریب اونکا کچھہ تاثیر
نہیں کرتا ہے اور مسئلوں میں طعن کرنا اور شک ڈالنا اور تقلید پر اماموں کے
اعتراض کرنا کچھہ فائدہ نہیں دیتا ہے تب اس قوم نے اس طور کے فریبوں کو چھوڑ کر
ایک فریب دوسرا نکالا اور وہ یہ ہے کہ اس رسالہ کی تحقیر کرنے لگے اور جاہلوں کے
سامنے اسپر اعتراض کرنے لگے تاکہ لوگ اس رسالہ بد اعتقاد ہوویں اور اسکو نہ
پڑھیں اور نہ سنیں پھر بعضے لوگ جناب مدرس صاحب کے حضور میں عرض کرنی
لگے کہ ان قوم بد مذہب کے سوال کا جواب کچھہ لکھیے کہ چھپوایا جاوے تاکہ ان
قوم کا فساد کچھہ نہ چلے اور لوگوں کو اس رسالہ میں شک نہ پڑے لیکن جناب مدرس
صاحب اصلا اسکی طرف التفات نکرتے اور فرماتے کہ سوال بیجا کا جواب دینا بھی بیجا ہے
کیونکہ جواب جاہلاں باشد خموشی :: پھر جب بندہ فقیر حقیر غلام قادر بنیانی نے دیکھا
کہ جاہلوں کا کچھہ جواب نہ دینا چاہئے سبب اونکی جرأت اور دلیری کا ہوتا ہے اسواسطے
مختصر کر کے لکھا جاتا ہے تاکہ ہر کوئی اسکو دیکھکر یا سنکر اونکی جہالت و فساد پر واقف
ہو اور اونکے اعتراض اور شبہ اونکا بے حقیقت ہے اور صرف فساد اور شرارت ہی دربر ضرر
میں خدا ہی توفیق ہے اور اُسی کی عنایت سے تحقیق ان قوم کا اعتراض یہ ہے کہ پہلی
حدیث رسالہ نظام الاسلام کی یعنی عن مالک بن الحویرث قال کان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کبر رفع یدیہ حتی یحاذی
بہما اذنیہ وفی روایۃ حتی یحاذی بہما فروع اذنیہ اس حدیث کو
سارا نہیں لکھا ہے اور حدیث میں چوری کی ہے یہ مسئلہ رفع یدین بعد رکوع کے
ہو اور انکے اعتراض اور اسکے جواب کو دریافت کر کے معلوم کرے کہ اسی قیاس

جو اس حدیث میں مذکور ہے اس مقام میں اوسکو نہیں لکھا اس فریب کا رفع کئی طور سے لکھا جاتا ہے پہلا دفعہ یہ ہے کہ اس حدیث کا نشان تمام ذکر کیا ہی یعنی نام کتاب کا اور تعیین مقام کا اور تعداد صفحہ کا ذکر کیا ہے اسواسطے کہ جسکو اس حدیث کا تمام دیکھنا منظور ہو یا اسمیں کچھ شک ہو تو وہ شخص اس کتاب میں دیکھ لیوی تو اس صورت میں چوری نہیں ہوئی کیونکہ چوری میں تو چھپانا منظور ہوتا ہے نہ ظاہر کرنا اور علامت رکھنا چوری تو جب ہووے کہ نام کتاب کا ذکر نکرے یا نام ذکر کرے مقام تعیین نکری یا جو بات کہ جو اپنے مخالف ہو اوسکو چھوڑ دیوی جیسا کہ ان قوم دجالیوں نے ایک مسئلہ چھپوایا ہے اور اوسمیں فارسی عبارت سے لکھا ہی کہ شیخ عبد الحق دہلوی نے سنت رفع یدین و تسبیح تامین بجہر رفتہ اور نام کتاب کا اور تعیین مقام کا دونوں کو چوری کیا ہی اور حال یہ ہے کہ شیخ عبد الحق دہلوی نے سفر السعادت کی شرح رفع الیدین کے مسئلہ کے مقام میں ۴۸ صفحہ میں اور مشکوۃ کی شرح میں باب صفۃ الصلوۃ میں لکھا ہی کہ رفع الیدین منسوخ ہی اور عدم رفع ترجیح ہی جسکو کچھ شبہ ہو تو ان کتابوں میں اسے مقام کے پتے سے دیکھ لیوی اور اس قوم نے ایک کتاب رفع الیدین کے بنائی ہی اور نام اوسکا تنویر العینین رکھا ہی اوسمیں اکثر حدیثیں ناتمام لکھا ہی کسیکے اول کسیکی آخر سے کچھ کچھ عبارت چھوڑ دی ہے جیسا کہ مالک ابن حویرث کی حدیث کو صحیح مسلم اور صحیح بخاری سے نقل کیا ہی اور اوسمیں رفع یدین کرنیکے مضمونکو لکھا ہی اور کانوں تک ہاتھ اوٹھانیکے مضمونکو جو اسی حدیث میں روایت تہا ترک کیا ہی اور تنویر العینین میں لکھا ہی ان مالک بن حویرث اذا صلی کبر و اذا اراد ان یرکع رفع یدیہ و اذا رفع راسہ من الرکوع رفع یدیہ و حدث ان رسول اللہ صلعم صنع ھکذا تو اس حدیث میں لفظ حتی یحاذی بھما اذنیہ و غیرہ اس میں

کو چھوڑ دیا ہے دوسرا دفعیہ ہے کہ کتاب کچھ کتاب حدیث کی نہیں ہے کہ
اس مقام میں تمام حدیث کو ذکر کریں یہ فتوی ہی اور فتوی اوسی قدر ضروری ہی
کہ جسقدر سوال ہو اسی قدر جواب دیا جاوے اور اوس سے زیادہ کہنا حماقت
اور جہالت ہی یہاں سوال اوسی قدر لکھا گیا ہی کہ حنفی جو شروع نماز کی تکبیر میں
کانوں تک ہاتھ اوٹھاتے ہیں اوس پر کیا دلیل ہے پس رفع الیدین کے مسئلہ کو
اس مقام میں کچھ علاقہ نہیں ہے جیسا کہ اگر کوئی پوچھے کہ نماز فرض ہونے کی
کیا دلیل ہے تو اوس کا جواب اسقدر کہنا چاہئی کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے اَقِیْمُوا
الصَّلٰوۃَ اگر کوئی اسکے جواب میں یوں کہی کہ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ تو اوسکو دیوانہ
یا نادان کہینگے مثال اوسکی فقہ کی کتاب میں بہت سی موجود ہیں نمونہ کیواسطی یہاں
ذکر کیا جاتا ہی کہ خرید و فروخت کی مشروعیت میں لاتے ہیں اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ
باوجود اسکے کہ قرآن کے اندر ایک آیت میں یوں ہی کہ اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ
الرِّبٰوا لیکن چونکہ بیع کے مقام میں ربا کا ذکر کرنا محض بیجا ہی اسواسطی کہ صرف اَحَلَّ
الْبَیْعَ لکھا ہی اور مثال اسکی انہیں کی مذہب والوں کی کتاب سی کہ جسکا نام نور العینین
رکھا ہی مذکور ہی کہ مولف نے تنویر العینین کے اس حدیث میں فقط رفع الیدین
کے علموں کو جو اوسکی غرض اور مقصود تہا اوسکو وہاں لکھا ہی اور ہاتھ کانوں
تک اوٹھانے کو کہ اوس میں اوسکی غرض نہ تھی بالکل ترک کیا تو یہ بہی کیا چوری ہی
مثل مشہور ہے کہ خود را فضیحت و دیگر را نصیحت اور تیسرا دفعیہ یہ ہی کہ مولف نے
نظام الاسلام کے رفع الیدین کے مسئلہ کو چھوڑ کر نہیں دیا ہی بلکہ اوسکو علیحدہ کرکے
بصورت سوال اور جواب کے لکھا ہی اور وہاں مفصلاً بیان کیا ہی کہ رفع الیدین
منسوخ ہی اور مکروہ اور اوسکی دلیلوں کو بالتفصیل لکھا ہی تو پہر اس مقام میں کہ یہاں

صرف کان تک ہاتھ اوٹھانیکی دلیل کا ذکر ہی رفع الیدین کا ذکر کرنا محض بیجا ہے
اور ایسی بیجا ذکر کرنیوالیکو بلکہ جو ایسی ذکر کو تجویز کری اوسکو مرغ بے ہنگام کہتی ہیں
اور وہ شخص مصداق ہی اس مثل مشہور کہ ع سر بریدن واجبست آں مرغ بے ہنگام را
جیسا کہ مؤلف نے تنویر العینین کے کان تک ہاتھ اوٹھانیکی حدیث کو ترک کیا۔
اسواسطی کہ وہ رسالہ صرف رفع الیدین کے بیان میں ہے جو تہا رفع یہی کہ رفع الیدین
منسوخ ہے جیسا کہ اوسکی دلیلیں مفصلا ۱۶-۱۷ صفحہ میں مذکور ہیں اسواسطی
اسکو اس مقام سے حذف کیا کیونکہ کسی بات پر دلیل لانے کے مقام میں اس عبارت
کو کہ جسکا مضمون منسوخ ہوا ہی مطلب میں خلل ڈالتا ہی الغرض ہر مسلمان پر واجب ہے
کہ ایسی لوگوں سے احتراز کرے اور اونکو دشمن دین کا سمجھی کہ یہ سب فتنیاں
میں مفسد ہیں جیسا کہ کتاب مجمع الزوائد میں ہی اور یہ کتاب حدیث کی کتابونکا
مجموعہ ہی جیسا کہ جامع الاصول چہہ کتاب حدیث کی جامع ہی ویسا ہی کتاب
مجمع الزوائد ان چہہ کتابوں کے سوا اور کتابیں حدیث کی جو بڑی معتمد ہیں انکا
مجموعہ ہی جیسا طبرانی اور بیہقی اور طحاوی وغیرہ تو اس کتاب کے باب ما جاء
فی الکذابین کے باب میں کہا ہی عن عبد اللہ ابن عمرو رض روی الطبرانی
انہ قال واللہ لقد سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول
لیکونن بین یدی الساعۃ الدجال وبین یدی الدجال کذابون ثلاثون
او اکثر قلنا ما ایاتہم قال ان یاتوکم بسنۃ لم تکونوا علیہا لیغیروا بہا
سنتکم ودینکم فاذا رایتموہم فاجتنبوہم وعادوہم طبرانی نے روایت کی
ہی عبد اللہ بن عمرو سے کہا اونہوں نے قسم خدا کی ہے کہ بیشک میں نے سنا پیغمبر خدا صلعم
سے کہ فرماتی تہی کہ بیشک پیدا ہوگا نزدیک قیامت کے دجال اور پہلے اوسکے ایک قوم جہوٹی

تمام ہوا رسالہ

مکے مدینے کے عالموں کی مہریں

عبد اللہ
شیخ عبد اللہ ابن عبد الرحمن سراج مکہ کے بڑے مدرس

عبد اللہ سید

150

عثمان سید
مکے کے مدرس

ابن عبد اللہ شیخ مصطفے
حنفی اماموں کے سردار

شیخ عبد القادر
ابراہیم پاشا ابن محمد علی پاشا

محمد عابد سندی
مدینہ کے بڑے مدرس

سید محمد
مدینہ کے بڑے مدرس

شاہجہان آباد یعنی دہلی کے عالموں کی اور سید احمد مدرس مرحوم کے خلفائی مہریں

محمد ابو السعادات	محمد اسحاق	محمد صدر الدین	اکرام الدین	عبد الخالق	محمد حیات لاہوری	علی حسین

تیس بلکہ زیادہ پھر ہم صحابیوں نے عرض کی کہ ان گروہ کی کیا علامتیں ہیں؟
پھر فرمایا حضرت نے کہ سکھلاویگی وہ قوم کذاب تم سب کو ایک سنت کہ تم سب
اوس سنت کو عمل نہیں کرتے تھے یعنی ایک بات نئی کو سنت کہکر تمکو بتلاویگی یا حقیقت
میں سنت ہو لیکن تم اسکو نہیں کرتے تھے بلکہ دوسری سنت کو عمل کرتے تھے
تو وہ قوم کذاب اس نئی سنت کو تمکو سکھلاوینگے تاکہ جس سنت کو تم عمل کرتے
تھے اوسکو تغیر اور تبدیل کریں اور تمھاری مذہب کو بھی تغیر اور تبدیل دیویں پس جب
تم ان قوم کذاب کو دیکھو تب ان سے کنارہ کرو دور ہو اور ان گروہ کو دین کا
دشمن جانوں اور ان سے دشمنی رکھو اور تم سب بھائی مسلمان جانوں کہ اگر یہ گروہ
کذاب شک میں ڈالیں کہ یہ حدیث نہیں یا اور کچھ فریب کی باتیں کہیں تو وہ
کتاب مجمع الزوائد جناب مدرس صاحب ممدوح کے نزدیک موجود ہے جسکا جی
چاہے اسمیں دیکھ لیوے فقط

تمت الکتاب ۵

فتوای علمائی دہلی مع مواہیر فیض نشانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائی دین کے اس مسئلہ میں کہ مذہب خاص کی پیروی کرنیکو بدعت
اور ضلالت کہتی ہیں خصوصاً حنفیونکو خلاف محمدیت کے جانتے ہیں اور مشرک کہتے
ہیں اور وضو اور نماز میں وہ عمل بجالاتے ہیں کہ جس سے وضو اور نماز فاسد

ہوتے ہیں حنفیوں کے نزدیک بالاتفاق بلکہ بعض اونکے غلط تحفات مذاہب اربعہ میں
کہ غیرے کسیکے نزدیک بہی وضو یا نماز صحیح ہوجاوے کے قائل ہیں اور جس کنوئیں یا مشکے میں نجاست
پڑجاتی ہی یا جانور گر کر مرجاتا ہی تو بغیر پاک کئی کنوئیں و مشکی کے اوسی پانی کو کہاتی اور پیتے
اور وضو وغیرہ میں استعمال کرتے ہیں کہ ہم چاروں مذہب کو حق جانتے ہیں پس جو مسئلہ
کو جہاں پاتے ہیں کسیکے موافق عمل کرتے ہیں پس سوال یہ ہے ہم حنفیوں کا کہ یہ لوگ کیسے
ہیں اور اونکا اقتدا کرنا نماز میں ہم حنفیوں کو موافق مذہب حنفی کے جائز ہی یا نہیں
اور اسوقت میں مذہب معین کی پیروی اور تقلید کرنی چاہئی یا غیر معین کے اور جو پایہ اجتہاد کا
نہ ہو چکا ہو اور جو کہ شرائط اجتہاد میں اوسمیں نہ پائی جاتی تو اوسکو اس زمانہ میں فقط
قرآن اور حدیث پر عمل کرنا اور پیروی کسی مذہب کو مذاہب اربعہ میں سے ترک کرنا چاہئی یا نہیں
فقط بینوا توجروا **جواب** مذہب خاص کی پیروی کرنیکو بدعت اور ضلالت کہنا ضلالت
کیونکہ بہت علماء نے اتباع مذہب خاص کو واجب کہا ہی قال الامام جلال الدین المحلی فی شرح
جمع الجوامع یجب علی العامی وغیرہ ممن لم یبلغ مرتبۃ الاجتہاد التزام مذہب معین من مذاہب
المجتہدین انتہی وکذا فی فیض القدیر شرح جامع الصغیر للمناوی اور استحسان کسیکے
اہل حق و تحقیق سے کلام نہیں ہی اور امر واجب یا مستحسن کو بدعت اور ضلالت کہنا بڑی
ضلالت ہی پس یہ شخص ضال اور گمراہ ہی ایسی کو اپنا امام نہ بنانا چاہئی اور صورتیکہ عمل
میں اون چیزوں کو لایا ہو کہ جن سے وضو اور نماز فاسد ہوتی ہی مذہب حنفی میں تو ہرگز اقتدا
اوسکی حنفی کو جائز نہیں ہی جب حنفیہ نے صلوٰۃ خلف الشافعیہ میں اس صورت میں عدم جواز
لکہا ہو تو ایسے شخص کے پیچھے تو بدرجہ اولی ایسی صورت میں نماز ناجائز ہوگی ع
اما الصلوۃ خلف الشافعیۃ فحاصل ما فی المجتبی انہ اذا کان مراعیا للشرائط والارکان
عندنا فالاقتداء بہ صحیح علی الاصح ویکرہ والا فلا یصح اصلا ولا خصوصیۃ

للشافعية بل الصلوة خلف كل مخالف المذاهب كذلك كذا في بحر الرائق و الاكتفاء

يشير الى انه لا يكره واما قراءة الشافعي لكن في الزاهدي انها مكروهة وفي وتر النهاية انها غير

جائزة مما قال صدر الاسلام فالاحوط ان لا يصلي خلفه كما في الجواهر وهذا اذا علم بالاحتراز

عن مواضع الخلاف ولو شك في الاحتراز لم يجز الاقتداء مطلقا كما في المنظم كذا في

جامع الرموز اور جو شخص كه پايه اجتهاد كو نه پهونچا هو اوسكو استدلال بالقرآن و

حديث كركے عمل كرنا نه چاہئے كيونكه اوسكو تقليد كسى مجتهد كى مجتهدين ميں سے

چاہئے اور استدلال قرآن و حديث سے منافى تقليد ہى فى شرح التحرير غير المجتهد

المطلق يلزمه تقليد مجتهد من المجتهدين المطلقين والعامى فيه التقليد العمل بقول

من ليس قوله احدى الحجج الاربع بلا اعتماد على مأخذه بلا استدلال من حجة من احدى

الحجج فليس الرجوع الى النبى صلى الله عليه وسلم ولا رجوع الى الاجماع من التقليد

لانه رجوع الى الحجة والله اعلم وعلمه اتم

پس جاننا چاہئے كه فرقه گمراه كه جو منكر تقليد ائمه اربعه كے ہيں اور نيا طريقه انهوں نے

اختيار كيا ہى اور كہتى ہيں كه ہم محمدى ہيں حالانكه اونكو كچھ تميز مسائل ضروريه ميں

نهيں ہى بالكل واہى ہيں معاذ الله منها كه طعن كرتے ہيں امام اعظم رحمة الله

اور امام شافعى وغيره پر باوجود كچھ اونكو مس كتب دينيه نهيں ہى تقليد ائمه

۱۵۳

اربعہ کی فی زمانہ سب پر واجب ہے انکا انکار تقلید سے باطل ہی قابل حجت کیجے نہیں ہے
چنانچہ روائت کتب سے صاف مبین ہے اور بطلان انکی دلیل یہ ہے بشرطیکہ نظر انصاف سے
غور کریں التقلید اتباع الانسان انسانا فیما یدعیہ من غیر ان یقف علی دلیل ما یدعیہ و التقلید
انواع ثلثۃ تقلید واجب و تقلید جائز و تقلید مذموم اما الواجب فتقلید الانبیاء ع و لیس ہذا
تقلید فی الحقیقۃ بل عمل بالدلیل لان قولہم حجۃ و کذا تقلید الائمۃ الماضیین فیما اجتمعوا
علیہ واجب ایضا و ہو لیس تقلیدا ایضا فی الحقیقۃ لان اجماعہم حجۃ فیکون عملا بالدلیل و کذا
تقلید العلماء فی فروع الدین واجب عند الفقہاء و لیس تقلیدا فی الحقیقۃ لانہم لا یقولون
الا بدلیل ہذا میزان الاصول للاصول للامام علاء الدین کشف الغطاء انہ لا یجب اتباع تقلید
فیما جاء فیہ من الاحکام احد من المجتہدین اے عمل بر اتفاق علی ما نقلہ الآمدی و
ابن الحاجب غلو التزام مذہبا کابی حنیفۃ و الشافعی رضی اللہ عنہما فیلزم الاستمرار علیہ
فلا یقلد غیرہ فی مسئلۃ من المسائل ہذا ملا علی قاری شرح عین العلم و ان الرجوع عن التقلید
بعد العمل باطل اتفاقا در مختار لیس للعامی ان یتحول من مذہب الی مذہب و یستوی فیہ الحنفی
و الشافعی و قیل من انتقل الی مذہب الشافعی رحمہ اللہ یعزر و ج لہ اخاف ان یموت مسلوب
الایمان اہانۃ بالدین الحنیفۃ قدوہ در کتاب تعزیہ از باب فی الانتقال من مذہب الی مذہب
و کذا فی التاتارخانیہ و کذا فی العالمگیریہ حررہ

من اثبت علی مذہبہ فہو علی الحق
و من انکرہ وقع فی الضلالۃ کتبہ
ابو احمد محمد حامی الدین

جو شخص ایک مذہب خاص کی پیروی
کو بدعت اور ضلالت کہتا ہے
مردود و گمراہ ہے

ہذا ہو الحق الامر کذلک

کتبہ

تمام سید

محمد نذیر حسین

سید محمد